احکام صحافت وذرائع ابلاغ

مع

آداب مطالعہ

اخبار بینی واخبار نویسی اور مختلف ذرائع ابلاغ انٹرنیٹ وغیرہ
کے اصولی احکام قرآن وحدیث کی روشنی میں

افادات
حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ

انتخاب وترتیب
محمد زید مظاہری ندوی
استاذ حدیث دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

ناشر
ادارہ افادات اشرفیہ دوبگا ہردوئی روڈ لکھنؤ

تفصیلات

نام کتاب.................. احکام صحافت وذرائع ابلاغ مع آداب مطالعہ

افادات.............. حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ

انتخاب وترتیب.............. محمد زید مظاہری ندوی

سن اشاعت اول.............. محرم الحرام ۱۴۳۹ھ

صفحات.............................۱۶۸

قیمت..............................

برائے رابطہ.............. muftizaid@gmail.com

ویب سائٹ.............. www.alislahonline.com

ملنے کے پتے

☆ دیوبند وسہارنپور کے تمام کتب خانے

☆ افادات اشرفیہ دوبگا ہردوئی روڈ لکھنؤ

☆ مکتبہ ندویہ، ندوۃ العلماء لکھنؤ

☆ مکتبہ رحمانیہ ہتورا، باندہ، پن کوڈ: ۲۱۰۰۰۱

☆ مکتبہ الفرقان نظیر آباد لکھنؤ

☆ مکتبہ اشرفیہ ۳۶، محمد علی روڈ بمبئی ۹

اجمالی فہرست

احکام صحافت وذرائع ابلاغ

فصل ۱	اخبار کی ضرورت واہمیت ومشروعیت	۲۲
فصل ۲	چند آیات واحادیث جن کو اخبار نویسوں اور ذرائع ابلاغ کے ذمہ داروں کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہئے	۲۶
فصل ۳	اخبار نویسوں اور ذرائع ابلاغ کے ذمہ داروں کیلئے چند ہدایات	۳۸
فصل ۴	اخبار وانٹرنیٹ اور دیگر ذرائع ابلاغ کے منکرات ومحرمات	۴۷
فصل ۵	اخبار کی تصویریں شریعت کی نگاہ میں	۶۵
فصل ۶	عورتیں اور اخبار	۹۹
فصل ۷	اخبار اور دیگر ذرائع ابلاغ سے متعلق متفرق احکام	۱۰۷
فصل ۸	اخبار اور دیگر ذرائع سے متعلق اصلاحی مضامین	۱۱۳
فصل ۹	اخبار اور دیگر ذرائع ابلاغ میں مشغولی کا حکم شرعی حیثیت سے	۱۳۱
فصل ۱۰	آداب مطالعہ	۱۴۷
فصل ۱۱	زبان کا مسئلہ	۱۶۰

فہرست

احکام صحافت وذرائع ابلاغ

عنوانات | صفحات

دعائیہ کلمات حضرت مولانا سید صدیق احمد صاحب باندویؒ ۱۳
دعائیہ کلمات حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ ۱۴
مقدمۃ الکتاب از حضرت مولانا محمد رابع حسنی صاحب ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ ۱۵
تقریظ حضرت مولانا خالد سیف اللہ صاحب دامت برکاتہم حیدرآباد ۱۷
مقدمۃ الکتاب از مرتب ۱۹

فصل (۱)

اخبار کی ضرورت واہمیت اور مشروعیت ۲۲
اخبار کی اہمیت وافادیت ۲۴
ہر اخبار کی اشاعت کی مذمت اور حکام کی ذمہ داری ۲۵

فصل (۲)

چند آیات واحادیث جن کو اخبار نویسوں، جرائد کے ایڈیٹروں اور ذرائع ابلاغ کے ذمہ داروں کو پیش نظر رکھنا مفید ہوگا ۲۶
احادیث نبویہ ۲۸

فصل (۳)

اخبار نویسوں اور ذرائع ابلاغ کے ذمہ داروں کے لئے چند ہدایات اور رہنما اصول ۳۸
مضامین لکھنا باعث ثواب بھی اور باعث گناہ بھی ۳۸

اخبار نویس اور ذرائع ابلاغ استعمال کرنے والے حضرات کے لئے چند جامع اصول ۳۸
(۱) لکھنے سے پہلے غور و فکر اور مراقبہ ۳۸
(۲) کسی شخصیت پر لکھنے اور اس کی مذمت کرنے کی ضروری شرط ۳۹
(۳) کسی کی مذمت کے لئے شرعی ثبوت کا ہونا ضروری ہے ۳۹
حسن ظن کے لئے دلیل کی ضرورت نہیں، سوء ظن کے لئے دلیل شرعی کا ہونا ضروری ہے ۴۰
(۴) کسی شخصیت کی ہر صحیح ناگوار خبر اور ہر ثابت جرم وعیب کو شائع کرنا جائز نہیں ۴۱
کن صورتوں میں جواز ہے؟ ۴۲
(۵) باطل مضمون اور غلط نظریہ کی تردید کیجئے، ذاتیات اور شخصیت پر حملہ نہ کیجئے ۴۲
(۶) کسی شخصیت پر تبصرہ کرنے اور اس کی خبر شائع کرنے کی شرط ۴۳
(۷) خبر کو ایسے انداز سے لکھئے جو نتیجہ خیز اور نصیحت آمیز ہو ۴۳
(۸) دل لگی اور تفریح طبع کے لئے کوئی مضمون شائع کرنا ۴۴
(۹) کیسے مضامین شائع کرنا جائز نہیں ۴۴
خلاف شرع مضامین اور باطل افکار و نظریات شائع کرنے کی شرط ۴۴
(۱۰) ہر خبر کی اشاعت مذموم ہے ۴۵
(۱۱) ہنگامہ، فتنہ وفساد کی خبریں شائع کرنے کا طریقہ اور اس کی شرط ۴۵
(۱۲) اخبار کا ذمہ دار و ایڈیٹر کیسا ہونا چاہئے ۴۶
(۱۳) باطل کتابوں غلط دواؤں اور ناجائز پروگراموں کا اشتہار و اعلان بھی ممنوع ہے ۴۶
فصل: (۴) اخبار و انٹرنیٹ اور دیگر ذرائع ابلاغ کے منکرات ومحرّمات ۴۷
اخبار و انٹرنیٹ وغیرہ سے متعلق احکام شرعیہ ۴۷
اخبار و انٹرنیٹ وغیرہ سے متعلق شریعت کا اہم ضابطہ ۴۸

اخبار ودیگر ذرائع ابلاغ کے منکرات ومحرمات ۴۸
(۱) بغیر تحقیق خبریں شائع کردینا ۴۸
(۲) کسی شخصیت کے جرائم ومعائب کو شائع کرنا یا اس پر الزام وتہمت لگانا ۴۹
(۳) بلاوجہ ردّ وقدح اور اس میں جھوٹ وافتراء ۵۰
(۴) تمسخر واستہزاء اور طعن وتشنیع کا گناہ ۵۰
(۵) کسی پر تبصرہ کرکے اس کو عار دلانا ۵۱
(۶) کسی کی تکلیف یا ضرر پر خوشی ظاہر کرنا ۵۱
(۷) ناحق کسی کی تعریف وخوشامد کرنا ۵۱
(۸) کافر یا فاسق یا بدعتی کی تعریف کرنا ۵۲
(۹) ہنسی اور دل لگی کے مضامین میں حدود شرعیہ سے تجاوز کرنا ۵۲
(۱۰) دینی مسائل اور احکام شرعیہ میں رائے زنی ودخل اندازی کرنا ۵۲
(۱۱) تجسّس وتفحص کا گناہ ۵۳
(۱۲) محض تخمین وقرائن کی بناء پر قطعی حکم لگانے کا گناہ ۵۴
(۱۳) کسی کمال پر تفخر وتکبر کا گناہ ۵۴
(۱۴) کسی کی شان میں ہجو کرنا، برے القاب سے ذکر کرنا، کارٹون بنانا ۵۴
(۱۵) غیر مفید اور غیر ضروری مضامین اور آراء شائع کرنا ۵۴
(۱۶) اخبار والوں کا کفِ لسان وکفِ قلم کی وجہ سے لوگوں سے بڑی بڑی رقمیں لینا ۵۵
(۱۷) خلاف شرع مضامین پر مشتمل کتابوں پر تقریظ لکھنا اور غلط اشتہارات دینا ۵۵
(۱۸) اخبار بینی میں ایسا اشتغال وانہماک کہ ضروریات اور فرائض سے بھی غفلت ہوجائے ممنوع ہے ۵۶

(۱۹) ایسے اخباروں کا خریدنا، ممبر بننا، نامہ نگار بننا اعانت علی المعصیت ہے ۵۸

(۲۰) بغیر طلب کے اخبار و رسائل بھیج دینا اور پھر قیمت کا مطالبہ کرنا ۵۹

تنبیہ، خاتمہ ۶۰

میں اخبار دیکھنے کو حرام نہیں کہتا اس میں ہونے والے مفاسد سے بچنے کو واجب کہتا ہوں ۶۱

اخبار کے ذریعہ غیبت و بہتان ۶۱

اس گناہ سے خلاصی و معافی کا طریقہ ۶۲

صرف معافی کافی نہیں بلکہ جن کو بدگمان کیا ہے ان کا ذہن بھی صاف کیجئے ۶۲

جیسا جرم اسی کے مطابق تدارک ۶۳

فصل: (۵) اخبار کی تصویریں شریعت کی نگاہ میں ۶۵

اخبار کی تصویریں بلا ضرورت چھاپنا، دیکھنا، رکھنا سب ممنوع ہے ۶۵

تصویر سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چند ارشادات ۶۷

کاغذ اور کپڑوں میں بنی ہوئی تصاویر کا شرعی حکم حدیث کی روشنی میں ۶۷

تصاویر کی حرمت ایک اجماعی مسئلہ ۶۹

بعض حدیثوں سے غلط فہمی اور ان کا ازالہ ۷۰

تصویردار پردے اور تکیہ پر آپ نے نکیر فرمائی، اور عذاب کی خبر دی ۷۱

مفاسد اور عوارض کی بنا پر بھی کپڑے و کاغذ اور اخبار کی تصویریں حرام ہیں ۷۲

رسول اللہ ﷺ نے خانہ کعبہ سے فرشتوں اور حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کی بھی تصویروں کو بالکل مٹا دیا تھا ۷۳

یہ کہنا صحیح نہیں کہ تصویر کی ممانعت افضاء الی الشرک کی وجہ سے تھی اور اب شرک کا خطرہ نہیں رہا لہٰذا جائز ہے ۷۴

آئینہ پر قیاس کر کے بھی کیمرے کی تصاویر کو جائز نہیں کہہ سکتے ۷۵
بزرگوں کی تصویر رکھنا ۷۵
نصف دھڑ کی تصویر کا حکم ۷۶
فائدہ از مرتب ۷۷
تصویر سے متعلق علماءِ عرب اور علماءِ ہندوپاکستان کے تحقیقی فتاویٰ اور ان کی تصریحات
تصاویر کے سلسلہ میں شراح حدیث کی چند واضح تصریحات ۷۸
تصویر کے متعلق علماءِ عرب کی تحقیق اور ان کے دارالافتاء کا فتویٰ ۷۹
تصویر اور فوٹو کے متعلق علماءِ ہندوپاکستان کے تحقیقی فتاویٰ اور ان کی تصریحات ۸۲
تصویر سے متعلق حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ کی تحقیق ۸۲
تصویر سے متعلق مولانا اسماعیل شہیدؒ کا اہم مضمون قرآن وحدیث کی روشنی میں ۸۴
حضرت مولانا عبدالحئی فرنگی محلیؒ اور شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کا مضمون ۸۷
فقیہ النفس حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ ۸۸
فقیہ وقت حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کی تحقیق اور ان کا فیصلہ ۸۹
صدر مفتی دارالعلوم دیوبند حضرت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ کا فتویٰ ۹۱
مولانا ظفر احمد تھانویؒ اور علامہ زاہد الکوثری مصریؒ کی رائے ۹۲
علامہ انور شاہ کشمیری اور علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہما کی تحقیق کا خلاصہ ۹۳
میں اخبار کی تصویروں کو ناجائز سمجھتا ہوں، مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کی تحریر ۹۳
تمام طرح کی تصویریں حرام ہیں جماعت اسلامی کے امیر مولانا مودودیؒ کی تحقیق ۹۴
علامہ سید سلیمان ندویؒ کی آخری تحقیق ۹۵

مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی وضاحت، اکابر علماء کے مسلک کی تائید ۹۶
مولانا ابوالکلام آزادؒ کا تنبہ اور سچی توبہ ۹۷
مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کا فتویٰ ۹۷

فصل:(۶) عورتیں اور اخبار

۹۹
عورتوں کا اخبار نہ پڑھنا اور دنیاوی غیر ضروری امور سے ناواقف ہونا ہی ان کے لئے وصف کمال ہے ۱۰۱
یورپ اور امریکہ کی ترقی یافتہ عورتوں کا حال ۱۰۳
یورپ اور امریکہ والوں کا اقرار ۱۰۴
عورتوں کی تصویر وغیرہ سے متعلق فقہاء کا فیصلہ ۱۰۴
اخبارات میں عورتوں کا نام ظاہر کرنا مفاسد کی وجہ سے ممنوع ہے ۱۰۶

فصل:(۷) اخبار اور دیگر ذرائع ابلاغ سے متعلق متفرق احکام

۱۰۷
حق وباطل اور مفید ومضر باتوں پر مشتمل اخبارات کا خریدنا اور پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ ۱۰۷
خلاف شرع مضامین لکھنے والے اخبارات ورسائل کو دیکھنے اور خریدنے کا حکم ۱۰۸
حدود شرعیہ کی رعایت کے ساتھ شائع ہونے والے اخبارات کا خریدنا، پڑھنا، اس کی اشاعت کی کوشش کرنا امداد کرنا مستحسن اور پسندیدہ ہے ۱۰۹
اخبارات ورسائل میں احادیث نبویہ واسماء الٰہیہ اور مضامین دینیہ کی بے حرمتی عالمگیر مصیبتوں اور فتنوں کا باعث ہے ۱۰۹
بلا طلب کوئی اخبار یا رسالہ بھیجتا رہے تو اس کی قیمت واجب ہوگی یا نہیں؟ ۱۱۰
نامعلوم مدت کیلئے مقرر قیمت پر رسالہ جاری کرنا، لائف ممبر بنانا جائز ہے یا نہیں؟ ۱۱۱

ڈاک وغیرہ میں رسالہ یا اخبار ضائع ہوجانے کی صورت میں مشتری کو دوبارہ
مطالبہ کا حق ہے یا نہیں؟ ۱۱۱
اشتہار دے کر غیر مطبوعہ کتاب کی پیشگی قیمت لینے کا حکم ۱۱۲

فصل: (۸) اخبار ودیگر ذرائع ابلاغ سے متعلق اصلاحی مضامین ۱۱۳

اخبار والوں کی حالت ۱۱۳
کوئی خبر بذات خود مقصود نہیں ۱۱۴
بلا ضرورت خبروں کے شائع کرنے میں دین ودنیا دونوں کا ضرر ۱۱۶
میں اخبار دیکھنے کو منع نہیں کرتا فاسد رایوں کو دیکھنے سے منع کرتا ہوں، خبر اور رائے کا فرق ۱۲۰
ایسے رسائل واخبار اور ایسے مضامین نہ دیکھا کریں ۱۲۱
خانقاہ میں رہ کر اخبار بینی واخبار نویسی کی اجازت اور برکت کی دعاء ۱۲۲
غلط مضامین کے شائع ہونے پر تنبیہ ۱۲۳
مصنفوں، شاعروں، ناول نگاروں اور پریس والوں کو تنبیہ ۱۲۴
تمام مصنفین اور شعراء کے ساتھ بھی حسن ظن لازم ہے ۱۲۵
شعر شاعری جائز ہے یا نہیں؟ ۱۲۶
بزرگوں کے اشعار سے کسی مسئلہ پر استدلال کرنا درست نہیں ۱۲۶
اخبار میں دینی مضامین لکھنا پسندیدہ نہیں ۱۲۷
مذہبی دینی رسالہ کیسا ہونا چاہئے ۱۲۷
مضمون کیسے رسالہ میں نکالیں ۱۲۷
علمی ودینی رسالوں میں کیسے مضامین ہونے چاہئے ۱۲۸
مضمون نویسی کا معیار ۱۳۰

فصل:(۹) اخبار ودیگر ذرائع ابلاغ اور لہو میں مشغولی کا حکم شرعی حیثیت سے ۱۳۱

مباح کی تعریف اور اس کا شرعی حکم، مباح کا حکم اور اس کی دو صورتیں ۱۳۶

امر مباح وامر مندوب کے ممنوع ہونے کا شرعی ضابطہ ۱۳۷

جب مصالح ومفاسد میں تعارض ہو ۱۳۷

جو مباح یا مستحب کسی معصیت کا ذریعہ بن جائے وہ بھی ممنوع ہو جاتا ہے ۱۳۸

بعض صورتوں میں مباح حرام بھی ہو جاتا ہے ۱۳۸

مباح میں غلو اور انہماک کے ممنوع ہونے کا ثبوت احادیث مبارکہ سے ۱۳۹

محض مصلحتوں اور حکمتوں کی بنا پر کسی چیز کے جواز کا فیصلہ نہیں کیا جا سکتا ۱۴۰

مصلحت ومفسدہ کے جمع ہو جانے کے وقت کا شرعی قاعدہ، مصلحت کی دو قسمیں ۱۴۲

کسی شخص کے جائز عمل سے اگر دوسروں کے غلط نظریے کی تائید اور ان کے لئے سند بنتی ہو تو اس شخص کے حق میں بھی وہ عمل ناجائز ہو جاتا ہے ۱۴۴

فصل:(۱۰) آداب مطالعہ ۱۴۷

تنبیہ از مرتب ۱۴۷

کتابوں کے مطالعہ کے متعلق شرعی ہدایات ۱۴۸

محض خوبصورت ٹائٹل عمدہ طباعت دیکھ کر کتاب خریدنے کی ممانعت ۱۴۹

مطالعہ میں یکسوئی اور انہماک ۱۴۹

کتابوں کے مطالعہ کا غلط طریقہ ۱۵۰

مطالعہ کے لئے کتابوں کا انتخاب کیسے شخص سے کرانا چاہئے؟ ۱۵۱

ہر کتاب کا مطالعہ نہیں کرنا چاہئے ۱۵۲

بغیر تحقیق کے ہر کتاب کا مطالعہ کرنے کے نقصانات ۱۵۲

شرعی دلیل ۱۵۳
رہبر کے مشورہ کے بغیر ہر نئی کتاب یا مخالفین کی کتابیں نہ دیکھنا چاہئے ۱۵۳
اہل باطل کی مفید کتابیں دیکھنے سے بھی ضرر ہوتا ہے ۱۵۴
دوسرے مذاہب یا تقابلی مطالعہ کرنے کی شرط ۱۵۵
باطل مسلک کی کتابیں ہرگز نہ دیکھنا چاہئے ۱۵۵
عوام کو علماء کے مشورہ کے بغیر کتابیں نہ دیکھنا چاہئے ۱۵۶
مطالعہ صرف محققین کی کتابوں کا کرنا چاہئے ۱۵۶
جس کتاب میں انبیاء صحابہ کی توہین ہو اس کے پڑھنے سے قلب میں تاریکی پیدا ہوتی ہے ۱۵۷
اہل حق کی کتابوں میں نور اور اہل باطل کی کتابوں میں ظلمت ہوتی ہے ۱۵۸
عشقیہ کتابیں اور فاسد مضامین و پروگرام اور ناولوں کے دیکھنے کا نقصان ۱۵۹
فصل: (۱۱) زبان کا مسئلہ ۱۶۰
زبان کا مسئلہ، ہر زبان اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے ۱۶۰
دینی ضرورت سے دوسری زبانوں ہندی وغیرہ سیکھنے کی ضرورت واہمیت ۱۶۱
ضرورت کے وقت دوسری زبان اختیار کرنا ۱۶۲
ہماری اصلی اور پدری زبان عربی اور مادری زبان اردو ہے ۱۶۳
ہندوستان میں اردو کیسے آگئی؟ ۱۶۴
اردو زبان کی فضیلت اردو بھی خدا کی زبان ہے اس کو پڑھنے سے بھی ثواب ملے گا ۱۶۵
اردو زبان کی شرعی حیثیت واہمیت، اردو کی حفاظت واجب ہے ۱۶۶
بجائے درود وسلام کے "صلعم" لکھنا کافی نہیں، نسبتی نام ۱۶۷
"شیر پنجاب" اور "بلبل ہند" جیسے القاب، اشرفی رشیدی وغیرہ لکھنا ۱۶۸

دعائیہ کلمات

عارف باللہ حضرت مولانا سید صدیق احمد صاحب باندوی رحمۃ اللہ علیہ

بانی جامعہ عربیہ ہتورا باندہ (یوپی)

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

حکیم الامت حضرت مولانا ومقتدانا الشاہ اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بزمانۂ طالب علمی اکابر امت نے اس کا اندازہ لگالیا تھا کہ آگے چل کر مسند ارشاد پر متمکن ہوکر مرجع خلائق ہوں گے اور ہر عام وخاص ان کے فیوض وبرکات سے متمتع ہوں گے۔ چنانچہ حضرت اقدس کے کارہائے نمایاں نے اساطین امت کے اس خیال کی تصدیق کی، کہنے والے نے سچ کہا ہے۔ ”قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید“

خداوند قدوس نے حضرت والا کو تجدید اور احیاء سنت کے جس اعلیٰ مقام پر فائز فرمایا تھا اس کی اس دور میں نظیر نہیں۔

آج بھی مخلوق حضرت کی تصنیفات وارشادات عالیہ اور مواعظ حسنہ سے فیضیاب ہورہی ہے، حضرت کے علوم ومعارف کے سلسلہ میں مختلف عنوان سے ہندو پاک میں کام ہورہا ہے، لیکن بجا طور پر کہا جاسکتا ہے کہ اللہ پاک نے محض اپنے فضل سے عزیزی مولوی مفتی محمد زید سلمہ مدرس جامعہ عربیہ ہتورا کو جس نرالے انداز سے کام کی توفیق عطا فرمائی اس جامعیت کے ساتھ ابھی تک کام نہیں ہوا تھا اس سلسلہ کی تین درجن سے زائد ان کی تصانیف ہیں۔ بارگاہ ایزدی میں دعا ہے کہ اس کو قبولیت تامہ عطا فرمائے اور مزید توفیق نصیب فرمائے۔

احقر صدیق احمد غفرلہ

خادم جامعہ عربیہ ہتورا باندہ (یوپی)

دعائیہ کلمات

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

فاضل عزیز مولوی محمد زید مظاہری ندوی مدرس جامعہ عربیہ ہتورا (بارك الله في حياته وفي افادته) نے جو حضرت حکیم الامت کے افادات وارشادات اور تحقیقات ونظریات کو مختلف عنوانوں اور موضوعات کے ماتحت اس طرح جمع کر رہے ہیں کہ حضرت کے علوم وافادات کا ایک دائرۃ المعارف (انسائیکلوپیڈیا) تیار ہوتا جارہا ہے......

ان خصوصیات اور افادیت کی بناء پر عزیز گرامی قدر مولوی محمد زید مظاہری ندوی نہ صرف تھانوی اور دیوبندی حلقہ کی طرف سے بلکہ تمام سلیم الطبع اور صحیح الفکر حق شناسوں اور قدر دانوں کی طرف سے بھی شکریہ اور دعاء کے مستحق ہیں۔

اور اسی کے ساتھ اور اس سے کچھ زیادہ ہی داعی الی اللہ اور عالم ربانی مولانا قاری سید صدیق احمد باندوی سرپرست جامعہ عربیہ ہتورا باندہ (یوپی) اس سے زیادہ شکریہ اور دعاء کے مستحق ہیں جن کی سرپرستی اور نگرانی، ہمت افزائی اور قدر دانی کے سایہ میں ایسے مفید اور قابل قدر کام اور ان کے زیر اہتمام دانش گاہ اور تربیت گاہ میں انجام پارہے ہیں۔ اطال الله بقائه وعمم نفعه جزاه الله خيرا.

ابوالحسن علی ندوی

دائرہ شاہ علم اللہ حسنی رائے بریلی

۱۷ ذی الحجہ ۱۴۱۵ھ

مقدمہ

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی صاحب ندوی دامت برکاتہم

ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین خاتم النبیین سیدنا محمد، وعلیٰ آلہ وصحبہ الغر المیامین، ومن تبعھم باحسانٍ إلی یوم الدین، ودعا بدعوتھم أجمعین، أما بعد:

انسانی مخلوق ایک امتیازی حیثیت والی مخلوق ہے، اس کے اخلاق وصفات اور تاریخی حالات نسلاً بعد نسل ایک دوسرے میں منتقل ہوتے رہتے ہیں، اس میں نئی نسل کے لوگ انسانی اخلاق وکردار کی صفات اپنے اوپر کی نسل کے لوگوں سے لیتے ہیں، اس طرح بعد کا انسان اپنے پہلے کے انسان کے انداز عمل کی عمومی لائن پر چلتا ہے، بڑی نسل چونکہ اپنی عمر کے بڑھنے پر زندگی کے مختلف نشیب وفراز سے گذری ہوتی ہے، اس کی بناء پر وہ اپنے بعد کی نسل کو زندگی کے حقائق سے واقف کراتی ہے، اور اس طرح انسانوں کی نسلوں کے درمیان براہ راست ربط قائم رہتا رہا ہے، اس طرح انسانی مزاج میں ملتا جلتا حال عمل میں آتا ہے۔

لیکن جب سے طباعت اور دوسرے ذرائع اشاعت دنیا میں عام ہوئے نئی نسلوں کی رہنمائی اور تربیت سطحی اور بیباک طبیعت کے لوگوں کے ہاتھوں میں آ گئی ہے، اور نئی ایجادات ووسائل کی بناء پر اطلاعات کے عمل کو غیر معمولی وسعت حاصل ہوگئی

ہے، اور وہ بڑی عمومیت اختیار کر گیا ہے، وہ خاص طور پر نوجوان نسل کے لئے مفید اور محتاط انسانی خصوصیات کے بجائے لذت کوشی اور خواہش نفس کے ماتحت آ گیا ہے، جس کی بناء پر خیالات ورجحانات کی دنیا زیروزبر ہوتی جارہی ہے، اور اچھے اور برے کا فرق ختم ہوتا جارہا ہے، اور غرض مند افراد کو اپنی من مانی کرنے کا خوب موقع مل رہا ہے، اسلام میں اس طرح کی صورت کو بہت ناپسند کیا گیا ہے، (اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَۃُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ) جو لوگ ایمان والوں میں بے حیائی پھیلانا چاہتے ہیں، ان کے لئے دنیا وآخرت میں دردناک عذاب ہے، اور اللہ بخوبی واقف ہے اور تم لوگ نہیں جانتے۔

اور حدیث میں آیا ہے "كفى بالمرء كذبا ان يحدث بكل ماسمع" کہ آدمی کے جھوٹ اختیار کرنے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ ہر وہ بات جو وہ سنے اس کو بیان کرے، اور دوسرے ارشادات بھی ملتے ہیں، جن میں عمل ابلاغ کے بیباکانہ طور پر طریق کو بہت مذموم قرار دیا گیا ہے۔

مولانا مفتی زید صاحب ندوی مظاہری (استاد دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ) نے یہ ایک اچھا کام کیا کہ موبائل وانٹرنیٹ سے موجودہ عہد میں جو نقصان پہونچ رہا ہے، اس نقصان سے بچانے کے لئے حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے ملفوظات وتصنیفات سے اچھی رہنمائی کرنے والے اقوال وہدایات کو جمع کر کے کتابی صورت میں مرتب کر دیا ہے، انشاء اللہ ان کا یہ مرتب کردہ رسالہ اصلاح کا ذریعہ بنے گا۔

محمد رابع حسنی ندوی
ندوۃ العلماء لکھنؤ

(۲۹/ذیقعدہ ۱۴۳۵ھ)

تقریظ

حضرت مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی دامت برکاتہم

المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد

کہا جاتا ہے کہ ذرائع ابلاغ کی حیثیت مملکت کے چوتھے ستون کی ہے، ذہن سازی میں اس شعبے کو جو اہمیت حاصل ہے وہ محتاج اظہار نہیں، موجودہ دور میں ذرائع ابلاغ کی دنیا میں الیکٹرانک وسائل کی آمد نے اس کے دائرہ اثر کو اور بھی وسیع کر دیا ہے، اور اس کے ذریعہ محض چند گھنٹوں میں پوری دنیا کو سچائی کا پیغام بھی پہنچایا جا سکتا ہے، اور جھوٹ کو بھی پھیلایا جا سکتا ہے، کیونکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ آج بھی جو فکری انقلاب لانے اور دل و دماغ کو بدلنے میں پرنٹ میڈیا زیادہ اہم کردار ادا کرتا ہے (جس کو ہم صحافت سے تعبیر کرتے ہیں)، افسوس کہ جیسے زندگی کے دوسرے شعبوں میں زوال وانحطاط آیا ہے اسی طرح بلکہ اس سے بڑھ کر صحافت کی دنیا اخلاقی تنزل سے بھی دوچار ہوئی، بلا تحقیق اور سنسنی خیز خبروں کو شائع کرنا، رشوت لے کر واقعہ کی جانبدارانہ تصویر پیش کرنا اور مظلوموں کو ظالموں کی صف میں کھڑا کر دینا اور ظالموں کو بے قصور ثابت کرنا ایسی برائیاں ہیں جن کو صحافت کی دنیا میں کوئی عیب نہیں سمجھا جاتا، اس پس منظر میں ایسے لٹریچر کی ضرورت ہے جو اسلامی نقطہ نظر سے صحافت کے آداب واصول کو واضح کرے اور اس شعبے میں آنے والی کمزوریوں اور کوتاہیوں پر متنبہ کرے۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی ایسی جامع شخصیت ہے کہ جنہوں نے اپنی زبان وقلم کے ذریعہ ہر شعبہ زندگی کی اصلاح کی کوشش کی اور اسلامی

تعلیمات کو واضح کیا، البتہ ان کے یہ علمی افادات مختلف مواعظ اور تالیفات میں بکھرے ہوئے ہیں، اور عام لوگوں کے لئے ان علوم ومعارف تک رسائی دشوار ہے۔

محبی فی اللہ جناب مفتی محمد زید مظاہری (استاد دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ) موفق آدمی ہیں جن کو علم کے سمندر میں سے انمول موتیوں کو تلاش کرنے کا خاص ملکہ حاصل ہے اور حضرت تھانویؒ کے افادات کے کئی مجموعے ان کے قلم سے مرتب ہو چکے ہیں، اسی سلسلہ کی ایک کڑی یہ کتاب بھی ہے، جس میں صحافت سے متعلق آداب واحکام کا ذکر ہے اور صحافت نیز الیکٹرانک میڈیا سے متعلق بڑی اہم تعلیمات وہدایات کو اس مجموعہ میں جمع کر دیا گیا ہے، واقعہ ہے کہ مؤلف گرامی کی یہ کاوش اپنے موضوع پر نہایت وقیع اور چشم کشا ہے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کوشش کو ثمر آور فرمائے اور امت کو اس سے خوب خوب نفع پہونچائے، وباللہ التوفیق۔

خالد سیف اللہ رحمانی

المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمۃ الکتاب

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا فرما کر ان کی ضروریات کو پورا کرنے کا بھی انتظام فرمادیا، یہ برّ و بحر کے حیوانات، جمادات و نباتات اور دیگر مصنوعات سب انسانوں ہی کے منافع کے لئے پیدا کئے گئے اور بنائے گئے ہیں، حق تعالیٰ کا فرمان ہے:

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا (پ ۱، بقرہ)

ترجمہ: وہ ذات وہ ہے جس نے زمین کی تمام چیزوں کو تمہارے نفع کے لئے پیدا کیا۔

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إنّ الدنیا خلقت لکم وإنکم خلقتم للآخرۃ (بلاشبہ دنیا تو تمہارے لئے پیدا کی گئی ہے لیکن تم آخرت کے لئے پیدا کئے گئے ہو)

حق تعالیٰ کے اس فرمان اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی روشنی میں فقہاء اسلام نے بھی شریعت کا ضابطہ بیان فرمادیا کہ:

اصل اشیاء میں اباحت وحلت ہے، حرمت ہوگی تو عوارض اور مفاسد کی بنا پر ہوگی۔

(الاشباہ والنظائر لابن نجیم ص ۱۱۵)

اسی لئے فقہاء محققین نے فیصلہ فرمادیا ہے کہ اس دنیا میں انسانی مصنوعات میں سے نئی سے نئی آنے والی چیزیں، جدید سے جدید تر آلات، خواہ وہ از قبیل ہتھیار ہوں یا از قبیل ذرائع ابلاغ یا اس کے علاوہ، ان سب سے انتفاع بلاشبہ جائز ہے اور دینی مقاصد کے لئے ان کا استعمال بھی حدود و قیود کی رعایت کرنے اور مفاسد و عوارض سے بچنے کے ساتھ نہ صرف جائز بلکہ عین ثواب وطاعت اور بعض موقعوں میں ضروری اور فرض ہے۔

اسی واسطے ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے اکابر علماء و مشائخ نے دینی مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے اپنے وقت میں جدید ذرائع ابلاغ سے پورا پورا فائدہ اٹھایا، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کے زمانہ میں دینی مقاصد کی تکمیل و تبلیغ کے لئے تصنیف و تالیف کے علاوہ ماہانہ جرائد و رسائل کی بڑی اہمیت تھی اور اس زمانہ میں بہ نسبت آج کے بہت دشوار بھی تھی، لیکن حضرت تھانویؒ نے اس کو اختیار فرمایا اور اپنی خانقاہ تھانہ بھون سے ماہانہ رسالہ نکالنے کا اہتمام فرمایا، ان کے خلیفہ فقیہ النفس حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے بھی اس کا اہتمام فرمایا، زمانہ اور ترقی کر چکا تھا اس وقت کے ذرائع ابلاغ میں ریڈیو کی بڑی اہمیت سمجھی جاتی تھی، اور اس وقت کے ذرائع ابلاغ میں مؤثر ذریعہ یہی ریڈیو تھا، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اس کی طرف توجہ دی، ایک طرف تو ریڈیو سے متعلق شریعت کے ضروری احکام کا استنباط کر کے امت کے سامنے پیش کیا، دوسرے اس جدید ذریعہ کو دینی تبلیغ کا ذریعہ اس طرح بنایا کہ پاکستان ریڈیو اسٹیشن میں اہتمام سے درس قرآن کے سلسلہ کا آغاز فرمایا جو ماشاءاللہ بہت مقبول ہوا، بالآخر یہی درس قرآن کا سلسلہ تحریر و تصنیف کی صورت اختیار کر کے ''معارف القرآن'' کی شکل میں آٹھ جلدوں میں منظر عام پر آیا، ابتداء اس کی ریڈیو اسٹیشن کے درس قرآن کے ذریعہ ہی ہوئی تھی۔ (مقدمہ معارف القرآن)

الغرض آج کے ذرائع ابلاغ میں اخبارات و جرائد اور ماہانہ رسائل ہوں یا انٹرنیٹ کی دنیا میں، ٹی وی چینل، واٹس اپ، فیس بک، ٹیوٹر، میل، میسج فیکس وغیرہ کے سلسلے ہوں، جن کے ذریعہ تھوڑے سے وقت میں اور معمولی خرچ میں بے شمار لوگوں تک ہم اپنی بات پہنچا سکتے ہیں، بلاشبہ موجودہ زمانہ میں دوسروں سے روابط قائم کرنے اور اپنی باتوں کو دوسروں تک پہنچانے کے لئے یہ ذرائع نہایت مفید و مؤثر اور کامیاب ہیں۔

اسلام نے ان وسائل کے اختیار کرنے اور استعمال کرنے کی نہ صرف اجازت بلکہ دینی مقاصد کے لئے ان کے اختیار کرنے کی ترغیب بھی دی ہے اور بعض صورتوں

میں باطل کے مقابلہ کے لئے ان ذرائع کا استعمال نہ صرف جائز بلکہ فرض کفایہ کا درجہ رکھتا ہے، البتہ شریعت مطہرہ نے ان کے استعمال کے جو حدود وقیود اور شرطیں مقرر کی ہیں، بالفاظ دیگران ذرائع کے استعمال میں جو منکرات ومفاسد پیش آتے یا آسکتے ہیں یا جن محرّمات سے واسطہ پڑتا یا پڑسکتا ہے ان سے بچنے اور احتیاط کرنے کو ضروری اور لازم قرار دیا ہے، اس لئے اس نوع کے تمام ذرائع ابلاغ اختیار کرنے والے خواہ وہ اخبار وجرائد کے ایڈیٹر ہوں، یا ٹی وی چینل کے ذمہ دار اور فیس بک وغیرہ سے جڑنے والے حضرات، ان سب پر از روئے شرع لازم اور واجب ہے کہ اس سلسلہ کے شرعی احکام اور اس میں پیش آنے والے منکرات ومحرّمات سے واقفیت حاصل کریں تا کہ ان سے پورے طور پر یا حسب استطاعت اجتناب کرسکیں۔

یہ رسالہ اصلاً اسی غرض سے مرتب کیا گیا ہے جس سے ایک طرف جدید ذرائع ابلاغ کی اہمیت معلوم ہوتی ہے تو دوسری طرف ان سے انتفاع کے شرائط اور حدود وقیود کا اور اس میں پیش آنے والے منکرات ومحرّمات کا بھی علم ہوتا ہے۔

اصلاً تو حضرت تھانویؒ نے اپنے زمانے میں اس وقت کے ذریعہ ابلاغ اخبار سے متعلق شرعی احکام اور اس میں پیش آنے والے منکرات کو بیان کیا تھا، لیکن واقعہ یہ ہے کہ اسی کی روشنی میں آج بھی دوسرے جدید ذرائع ابلاغ کے شرعی احکام اور اس میں پیش آنے والے منکرات کا بھی علم اس کے ذریعہ ہوتا ہے، اسی غرض سے اس مختصر رسالہ کو تمام اخبارات وجرائد کے ایڈیٹروں اور ٹی وی چینل کے ذمہ داروں اور دیگر ذرائع ابلاغ سے تعلق رکھنے والوں کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کررہا ہوں، اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل وکرم سے اس حقیر کوشش کو قبول فرمائے، اور امت کے لئے نافع بنائے۔

محمد زید مظاہری ندوی

استاذ حدیث دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ، ۲؍ ذی قعدہ ۱۴۳۵ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الحمدللہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علیٰ سید المرسلین
محمد وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین

فصل ا

اخبار کی ضرورت واہمیت اور مشروعیت

ابن ابی ہالہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے حالات کی تلاش رکھتے تھے اور خاص لوگوں سے پوچھتے رہتے کہ عام لوگوں میں کیا واقعات ہورہے ہیں۔ (شمائل ترمذی)

(وفي الشمائل للترمذی عن عائشه رضي الله تعالىٰ عنها كان رسول الله صلي الله عليه وسلم يتفقد أصحابه أی يطلبهم ويسأل عنهم حال غيبتهم فإن كان أحدمنهم مريضا يعوده ،أومسافرا يدعوله' أوميتا فيستغفرله ،ويسأل الناس عما في الناس أی عمّا وقع فيهم من المحاسن والمساوی الظاهره ليدفع ظلم الظالم عن المظلوم أوعما هو متعارف فيما بينهم، وليس المعني أنه يتجسس عن عيوبهم ويتفحّص عن ذنوبهم،ويحسن الحسن ويقويه ،ويقبح القبيح ويوهيه.)

(جمع الوسائل شرح الشمائل لملاعلی قاری ص۲۹۳ج۲)

(حضرت ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ان اصحاب کے حالات دریافت فرماتے تھے جو آپ کے سامنے موجود نہ ہوتے تھے، کسی کی بیماری کا علم ہوتا تو اس کی عیادت فرماتے، کسی کے سفر میں جانے کا علم ہوتا تو اس کے لئے دعا فرماتے، کسی کے انتقال کی خبر ملتی تو اس کے لئے استغفار فرماتے، لوگ جن پریشانیوں میں مبتلا ہوتے اور اچھے برے جن حالات سے بھی گذر رہے ہوتے ان کی تفتیش فرماتے، تاکہ مظلوم کی مدد کریں، ظالم کے ظلم کا سد باب کریں، لوگوں میں رائج امور کی بھی واقفیت حاصل کرتے، اچھے معاملات اور اچھی باتوں کی تعریف فرماتے، برے حالات اور بری باتوں کی قباحت وشناعت بیان فرماتے، یہ مطلب نہیں کہ خواہ مخواہ لوگوں کے عیوب اور ان کے جرائم ومعاصی کا تجسس فرماتے۔)

(**فائدہ**) اس حدیث سے اخبار کی ضرورت مفہوم ہوسکتی ہے کہ مسلمانوں کی بگڑی حالت پر اصلاح اور ضرورت کی اطلاع پر امداد کرسکیں۔

جو اخبار حدود کے اندر ہوں اس حدیث سے ان کا مفید ہونا معلوم ہوتا ہے۔

(حیوٰۃ المسلمین ص ۲۳۲ روح بست وچہارم انفاس عیسیٰ ص ۲۵۴ ج ۲ بوادر النوادر ص ۶۹۴)

جس کے سپرد خدا تعالیٰ نے مخلوق کی اصلاح (وحفاظت) کا کام کردیا ہو اس شخص کو بھی تفتیشِ حالات کی ضرورت ہے، بغیر حالات معلوم ہوئے اصلاح ممکن نہیں، مثلاً حاکم وقت جب تک حالات کی تفتیش نہ کرے گا مجرموں کو سزا نہ دے سکے گا، مگر اس کو بھی ایسے امور میں اجازت ہے کہ جن میں تفتیش نہ کرنے سے فساد کا احتمال ہو اور جو امور ایسے نہیں ہیں ان میں حاکم کو بھی تجسس کی اجازت نہیں۔

(تعلیم الدین ص ۴۱، بیان القرآن ص ۴۷ ج ۱۱، دعوات عبدیت ص ۹۴ ج ۲)

اخبار کی اہمیت وافادیت

اخبار تاریخ کا ایک شعبہ ہے، تاریخ بہت مفید چیز ہے خدا تعالیٰ فرماتا ہے:

لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِأُولِي الْأَلْبَابِ (پ۱۳ سورہ یوسف)

گذشتہ قوموں کے قصے اس واسطے نقل کئے جاتے ہیں کہ لوگ عبرت پکڑیں، عبرت کا خلاصہ یہی ہے کہ کسی امر مشترک کی وجہ سے اپنے کو ان پر قیاس کریں کہ فلاں شخص نے ایسا کیا تھا، اس کو یہ نتیجہ ملا تو ہم کو بھی یہی نتیجہ ملے گا، یہ حقیقت ہے عبرت کی، اس کی وجہ سے علم تاریخ مفید ہوا، پس اخبار سے بھی یہی سبق حاصل کریں تو وہ مفید ہے ورنہ غیر مفید، اب دیکھ لیجئے کہ کون شخص یہ سبق حاصل کرتا ہے۔

اکثر لوگوں نے اخباروں کو تو ایک مشغلہ بنالیا ہے مسلمانوں کی مصیبتیں سنتے ہیں مگر کانوں پر جوں بھی نہیں رینگتی۔

میں نے ایک مرتبہ اخبار کے متعلق ایک مضمون لکھ دیا تھا جس میں اس کے حکم کی تفصیل تھی، مگر اخبار والوں نے اس مضمون کو بلا دیکھے ہی وہ شور وغل مچایا کہ خدا کی پناہ!

میں نے کہا کہ اس وقت تک تو میں نے اخبار بینی کے متعلق تشدد نہیں کیا تھا مگر اب تو میرے پاس ایک دلیل بھی تشدد کی مقتضی ہے کہ اخبار تہمت بھی لگاتے ہیں، واقعی اخباروں کی یہی حالت ہے کہ اکثر باتیں بے تحقیق محض تخمین (و اندازے) سے لکھ دیتے ہیں اور نوجوان اسی لئے اس کو خریدتے ہیں۔

(الافاضات بالغیر ملحقہ آداب انسانیت ص۱۵۶)

ہر اخبار کی اشاعت کی مذمت قرآن وحدیث کی روشنی میں

ہر اخبار کی اشاعت کی مذمت (وممانعت) تو قرآن مجید میں موجود ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَاِذَا جَاءَ ھُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اِلیٰ قولہ اِلَّا قَلِیْلاً۔ (پ۵ سورۃ نساء)

مطلب یہ ہے کہ جب ان لوگوں کو یعنی منافقین کو کسی نئے معاملہ کی خبر پہنچتی ہے خواہ وہ موجب امن ہو یا موجب خوف تو اس خبر کو فوراً مشہور کردیتے ہیں، حالانکہ وہ خبر بعض اوقات غلط نکلتی ہے۔

اور اگر خبر صحیح بھی ہو تب بھی بعض اوقات اس کا مشہور ہونا انتظامی مصلحت کے خلاف ہوتا ہے اور اگر خود مشہور کرنے کے بجائے یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور جو حضرات صحابہ ان میں ایسے امور کو سمجھتے ہیں ان کی رائے کے اوپر رکھتے (یعنی ان کو مطلع کرتے) اور خود دخل نہ دیتے تو صحیح اور غلط ہونے کا اور تشہیر (واشاعت) کے قابل ہونے یا نہ ہونے کا وہ پورا اندازہ کرتے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اخبار کے بالعموم مشہور کرنے کی ممانعت قرآن مجید میں موجود ہے اور حدیث میں بھی وارد ہے۔ کفیٰ بالمرء کذبا أن یحدّث بکل ماسمع (مسلم شریف)

ترجمہ: (آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے اتنی بات کافی ہے کہ وہ ہر سنی ہوئی باتوں کو نقل کرنے لگے۔) (مزید المجید ص ۵۸)

فصل ۲

چند آیات و احادیث جن کو اخبار نویسوں، جرائد کے ایڈیٹروں اور ذرائع ابلاغ کے ذمہ داروں کو پیش نظر رکھنا مفید ہوگا

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم • بسم اللہ الرحمن الرحیم

(۱) وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا فَاِنْ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰى تَفِیْٓءَ اِلٰۤى اَمْرِ اللّٰهِ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ • (سورہ حجرات پ۲۶)

ترجمہ: اور اگر مسلمانوں میں دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان اصلاح کردو، پھر اگر ان میں کا ایک گروہ دوسرے پر زیادتی کرے تو اس گروہ سے لڑو جو زیادتی کرتا ہے یہاں تک کہ وہ خدا کے حکم کی طرف رجوع ہو جاوے، پھر اگر رجوع ہو جاوے تو ان دونوں کے درمیان عدل کے ساتھ اصلاح کردو اور انصاف کا خیال رکھو، بے شک اللہ تعالیٰ انصاف والوں کو پسند کرتا ہے۔ (حجرات پ۲۶)

(۲) اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ • (حجرات پ۲۶)

ترجمہ: مسلمان تو سب بھائی ہیں سو اپنے دو بھائیوں کے درمیان اصلاح کردیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہا کرو، تاکہ تم پر رحمت کی جائے۔

(بیان القرآن پ۲۶ حجرات)

(۳) وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ یَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ • (سورہ توبہ پ۱۰)

ترجمہ: اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے دینی رفیق (دوست) ہیں نیک باتوں کی تعلیم دیتے ہیں اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں۔ (بیان القرآن)

(۴) یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَیْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِیْلًا۠ (نساء پ۵)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم اللہ کا کہنا مانو اور رسول کا کہنا مانو، اور تم میں جو لوگ اہل حکومت ہیں ان کا بھی، پھر اگر کسی امر میں تم باہم اختلاف کرنے لگو تو اس امر کو اللہ اور اس کے رسول کے حوالے کر دیا کرو، اگر تم اللہ پر اور یوم قیامت پر ایمان رکھتے ہو، یہ امور سب بہتر ہیں اور ان کا انجام خوشتر ہے۔ (بیان القرآن)

(۵) یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ٘ وَ لَا یَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى٘ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ۠ (مائدہ پ۶)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کے لئے پوری پابندی کرنے والے، انصاف کے ساتھ شہادت ادا کرنے والے رہو، اور کسی خاص قوم کی عداوت تمہارے لئے اس کا باعث نہ ہو جائے کہ تم عدل نہ کرو، عدل کیا کرو کہ وہ تقویٰ سے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب اعمال کی پوری اطلاع ہے۔ (بیان القرآن)

(۶) یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَ لَوْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَیْنِ وَ الْاَقْرَبِیْنَ۔ (سورہ نساء پ۵)

ترجمہ: اے ایمان والو! انصاف پر خوب قائم رہنے والے اللہ کے لئے گواہی دینے والے رہو اگرچہ اپنی ذات پر ہو یا یہ کہ والدین اور دوسرے رشتہ داروں کے مقابلہ میں ہو۔

احادیث نبویہ

(ماخوذ از بوادر النوادر ص ۶۹۴ تا ۶۹۷)

(۱) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیْ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: مَنْ رَاٰی مِنْکُمْ مُنْکَرًا فَلْیُغَیِّرْہُ بِیَدِہٖ، فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِہٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِہٖ وَذَالِکَ اَضْعَفُ الْاِیْمَانِ ٭ (مسلم ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ اگر تم میں سے کوئی کسی غلط کام کو دیکھے تو اس کو اپنے ہاتھ سے بدل دے اور اگر یہ نہ کرسکے تو اپنی زبان سے اس کو بدل دے اور اگر یہ بھی نہ ہوسکے تو اپنے دل سے اس کو برا جانے اور یہ ایمان کا سب سے کمتر درجہ ہے۔

(۲) عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ "اِذَا رَأَیْتُمْ اَمْرًا لَا تَسْتَطِیْعُوْنَ غَیْرَہٗ فَاصْبِرُوْا حَتّٰی یَکُوْنَ اللّٰہُ ھُوَ الَّذِیْ یُغَیِّرُہٗ" (الکبیر جمع الفوائد)

ترجمہ: حضرت ابوامامہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی ایسی چیز دیکھو کہ جس کو تم بدلنے پر قادر نہ ہو تو صبر کرو حتیٰ کہ اللہ ہی اس کو بدل دے۔

(۳) عَنْ وَاثِلَۃَ بنِ الاَسْقَعِ قال قلت: یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! مَا الْعَصَبِیَّۃُ؟ "قَالَ اَنْ تُعِینَ قَوْمَکَ عَلَی الظُّلْمِ" (ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت واثلہ بن الاسقع فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! عصبیت کیا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا عصبیت یہ ہے کہ تم اپنی قوم کا ظلم پر ساتھ دو اور مدد کرو۔

(۴) خیر کم المدافع من عشیرتہ مالم یأثم ٭ (ابوداؤد)

ترجمہ: فرمایا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سب سے بہتر وہ

ہے جو کہ اپنے خاندان کی طرف سے مدافعت کرے، مگر بہتری اسی وقت تک ہے جب تک کہ (اس مدافعت میں ایسا کوئی کام یا بات نہ کرے کہ) اس کی وجہ سے گناہ میں پڑے۔

(ماخوذ از بوادر النوادر، رسالہ احکام الائتلاف فی احکام الاختلاف)

(۵) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَكْذَبُ الْحَدِيْثِ وَلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا تَحَسَّسُوْا وَلَاتَنَاجَشُوْا، وَلَا تَحَاسَدُوْا وَلَا تَبَاغَضُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا وَكُوْنُوْا عِبَادَاللّٰهِ اِخْوَانًاوَفِيْ رِوَايَةٍ وَلَاتَنَافَسُوْا" (متفق علیہ مشکوٰۃ)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرمایا: ’’بدگمانی سے بچو، بدگمانی سب سے بڑا جھوٹ ہے (کسی کی) ٹوہ میں مت رہو، جاسوسی مت کیا کرو، ایک کو دوسرے کے خلاف مت بھڑکاؤ، آپس میں حسد نہ کرو ایک دوسرے سے بغض نہ کرو، اور نہ قطع تعلق کرو اور اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن کر رہو اور ایک روایت میں ہے کہ (دنیوی امور میں) ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش مت کرو۔

(۶) عَنْ اَبِیْ صِرْمَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ ضَارَّضَارَّ اللّٰهُ بِهٖ وَمَنْ شَاقَّ شَاقَّ اللّٰهُ بِهٖ" (ابن ماجہ ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابوصرمہ کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو آدمی دوسروں کو نقصان پہونچاتا ہے اللہ اس کو نقصان میں ڈالتا ہے اور جو دوسروں کو مشقت میں ڈالتا ہے اللہ اس کو مشقت میں ڈالتے ہیں۔

(۷) عَنْ اَبِیْ بَكْرِ نِ الصِّدِّيْقِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَلْعُوْنٌ مَنْ ضَارَّ مُؤْمِنًا اَوْمَكَرَبِهٖ" (ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابوبکرؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرمایا جو آدمی کسی مومن کو نقصان پہونچائے یا اس کے ساتھ دھوکہ دہی کا معاملہ کرے وہ ملعون ہے۔

(۸)عَنْ اَنَسٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "لَمَّا عَرَجَ بِیْ رَبِّیْ مَرَرْتُ بِقَوْمٍ لَھُمْ اَظْفَارٌ مِنْ نُحَاسٍ یَخْمِشُوْنَ وُجُوْھَھُمْ وَصُدُوْرَھُمْ فَقُلْتُ: مَنْ ھٰؤُلَاءِ؟ یَاجِبْرَئِیْلُ! قَالَ ھٰؤُلَاءِ الَّذِیْنَ یَأْکُلُوْنَ لُحُوْمَ النَّاسِ وَیَقَعُوْنَ فِیْ اَعْرَاضِھِمْ • (ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مجھ کو جب حق تعالیٰ نے معراج میں بلایا تو میرا گذر کچھ ایسے لوگوں پر ہوا جن کے تانبے کے ناخون تھے جن سے وہ اپنے چہروں کو نوچ رہے تھے اور اپنے سینوں کو بھی، تو میں نے کہا: اے جبرئیل یہ کون لوگ ہیں؟ جبرائیل نے کہا: یہ وہ لوگ ہیں جو دوسروں کا گوشت کھاتے ہیں اور ان کی آبروؤں کے پیچھے پڑتے ہیں یعنی ان کی غیبت وبرائیاں کرتے ہیں۔

(۹)عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ: "اِعْتَلَّ بَعِیْرٌ لِصَفِیَّۃَ وَعِنْدَ زَیْنَبَ فَضْلُ ظَھْرٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِزَیْنَبَ: "اَعْطِیْھَا بَعِیْرًا فَقَالَتْ: اَنَا اُعْطِیْ تِلْکَ الْیَھُوْدِیَّۃَ فَغَضِبَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَھَجَرَ ھَاذَالْحِجَّۃِ وَالْمُحَرَّمَ وَبَعْضَ صَفَرٍ". (ابوداؤد و مشکوۃ)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ نے بیان فرمایا کہ حضرت صفیہ کا ایک اونٹ بیمار ہوگیا اور حضرت زینب کے پاس زائد سواریاں تھیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ صفیہ کو ایک اونٹ دے دو، کہا میں اس یہودیہ کو دوں گی؟ تو آپ نے ناراض ہوکر دو ماہ سے زائد عرصہ تک ان کو چھوڑے رکھا۔

(۱۰)قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "لَاتُؤْذُوا الْمُسْلِمِیْنَ

وَلَا تُعَيِّرُوهُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا عَوْرَاتِهِمْ فَإِنَّهُ مَنْ يَتَّبِعْ عَوْرَةَ أَخِيْهِ الْمُسْلِمِ يَتَّبِعُ اللَّهُ عَوْرَتَهُ يَفْضَحْهُ وَلَوْ فِيْ جَوْفِ رَحْلِهِ". (مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ: ارشاد نبوی ہے مسلمانوں کو تکلیف مت پہونچاؤ اور نہ ان کو عار دلاؤ اور نہ ان کی مخفی چیزوں کے درپے ہو اس لئے کہ جو آدمی اپنے بھائی کی پوشیدہ چیزوں (عیوب وغیرہ) کے پیچھے پڑتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی پوشیدہ چیزوں کے درپے ہو کر اس کو رسوا کرتا ہے اگر چہ وہ اسے اپنے گھر کے اندر چھپ کر کرے۔

(ماخوذ از بوادر النوادر ص ۱۷۶ رسالہ احکام الائتلاف فی احکام الاختلاف)

(۱۱) وقال عليه الصلوٰة والسلام: "المؤمنون كرجل واحد ان شتكى عينه اشتكىٰ كله وان اشتكىٰ رأسه اشتكىٰ كله". (متفق علیہ)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سب مومن ایک آدمی کے مانند ہیں کہ اگر آدمی کی آنکھ میں تکلیف ہو تو کل بدن کو تکلیف پہنچتی ہے، اور اگر سر میں تکلیف ہو تب بھی کل بدن کو تکلیف پہنچتی ہے (اسی طرح اگر ایک مسلمان کو تکلیف ہو تو سب مسلمانوں کو تکلیف ہونا چاہئے۔ (متفق علیہ)

(۱۲) وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "لاضرر ولاضرار" (دارقطنی)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہ ایک طرف سے ضرر پہنچنا چاہئے نہ دونوں طرف سے۔ (فروع الایمان، اصلاحی نصاب ص ۴۲۱)

(۱۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی شخص لوگوں کے عیوب پر نظر کرے اور اپنے کو عیوب سے بری سمجھ کر بطور شکایت کے یوں کہے کہ لوگ برباد ہوگئے تو یہ شخص سب سے زیادہ برباد ہونے والا ہے کہ مسلمان کو حقیر سمجھتا ہے۔ (مسلم شریف)

(۱۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے روز سب سے بدتر حالت میں اس شخص کو پاؤ گے جو دورویہ ہو، ان کے منہ پر ان جیسا، ان کے منہ پر ان جیسا (یعنی ایسا ہو کہ منہ پر تعریف کرے اور پیچھے برائی کرے) (بخاری ومسلم)

(۱۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص دنیا میں دورخا ہو کہ اس کے منہ پر اس کی بات کہے اور اس کے منہ پر اس کی، قیامت کے دن اس کے لئے آگ کی زبان ہوگی۔ (داری)

(۱۶) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمان کو بلاوجہ برا بھلا کہنا بڑا گناہ ہے اور اس سے بلاوجہ لڑنا کفر ہے۔ (بخاری ومسلم)

(۱۷) عبدالرحمٰن بن غنم اور اسماء بنت یزید سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خدا کے بندو تم میں سب سے بدتر وہ لوگ ہیں جو چغلیاں پہنچاتے ہیں، اور دوستوں میں جدائی ڈلواتے ہیں۔ (احمد وبیہقی)

(۱۸) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ چغلخور (قانوناً بغیر سزا کے) جنت میں نہ جائے گا۔ (بخاری ومسلم)

(۱۹) حضرت واثلہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے بھائی مسلمان کی دنیوی یا دینی بری حالت پر خوشی مت ظاہر کر، کبھی اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمادے اور تجھ کو مبتلا کردے۔ (ترمذی)

(۲۰) عیاض مجاشعی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی نازل فرمائی ہے کہ سب آدمی تواضع اختیار کرو، یہاں تک کہ کوئی

کسی پر فخر نہ کرے، اور کوئی کسی پر زیادتی نہ کرے، کیونکہ فخر اور ظلم تکبر ہی سے ہوتا ہے۔

(مسلم شریف)

(۲۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اپنے بھائی مسلمان سے نہ خواہ مخواہ بحث کیا کر، اور نہ اس سے ایسی دل لگی کر جو اس کو ناگوار ہو اور نہ اس سے کوئی وعدہ کر جس کو تو پورا نہ کر سکے۔

(ترمذی)

(۲۲) حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی شخص کے لئے یہ بات جائز نہیں کہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ قطع تعلق کر دے اس طرح کہ دونوں ملیں اور یہ ادھر کو منھ پھیر لے اور وہ ادھر کو منھ پھیر لے، اور ان دونوں میں اچھا وہ شخص ہے جو پہلے سلام کرے۔　(بخاری ومسلم)

(۲۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اپنے بھائی مسلمان کی مدد کرو، خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم ہو، ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مظلوم ہونے کی حالت میں تو مدد کروں گا مگر ظالم ہونے کی حالت میں کیسے مدد کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو ظلم سے روک دے یہی تمہاری مدد کرنا ہے اس ظالم کی۔　(بخاری ومسلم)

(۲۴) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرے اور نہ کسی مصیبت میں اس کا ساتھ چھوڑے، اور جو شخص اپنے بھائی کی حاجت میں رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حاجت میں رہتا ہے اور جو شخص کسی مسلمان کی کوئی سختی دور کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کی سختیوں میں سے اس کی سختی دور کرے گا اور جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی کرے گا۔　(بخاری ومسلم)

(۲۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں یہ فرمایا آدمی کے لئے یہ شر کافی ہے کہ اپنے بھائی مسلمان کو حقیر سمجھے یعنی اگر کسی میں یہ بات ہو اور شر کی کوئی بات نہ ہو تب بھی اس میں شر کی کمی نہیں، مسلمان کی ساری چیزیں دوسرے مسلمان پر حرام ہیں، اس کی جان اور اس کا مال اور اس کی آبرو یعنی نہ اس کی جان کو تکلیف دینا جائز، نہ اس کے دل کو نقصان اور نہ اس کی آبرو کو صدمہ پہنچانا، مثلاً اس کا عیب کھولنا، اس کی غیبت کرنا وغیرہ۔ (مسلم)

(۲۶) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کوئی بندہ پورا ایمان دار نہیں بنتا یہاں تک کہ اپنے بھائی مسلمان کے لئے وہی بات پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

(۲۷) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص مجھے اس چیز کی ضمانت دے جو اس کے دونوں جبڑوں کے درمیان میں ہے (یعنی زبان، اور قلم زبان کے قائم مقام ہے) اور اس کی جو اس کی دونوں رانوں کے درمیان میں ہے (یعنی شرم گاہ) میں اس شخص کے لئے جنت کا ضامن ہوتا ہوں۔ (بخاری)

(۲۸) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس کو قتل کرنا کفر ہے۔ (بخاری و مسلم)

(۲۹) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے اپنے مسلمان بھائی کو عار دلائی تو وہ شخص اس وقت تک نہ مرے گا جب تک کہ اس گناہ کو نہ کرلے، راوی نے کہا ہے کہ آپ کی مراد یہ ہے کہ اس گناہ سے عار دلائے جس سے وہ توبہ کر چکا ہو۔ (ترمذی)

(۳۰) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انسان کے اسلام کی خوبی

یہ ہے کہ وہ اس بات کو چھوڑ دے جس سے اس کو کوئی فائدہ مقصود نہ ہو۔ (مالک واحمد)

(۳۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص چپ رہا اس نے نجات پائی۔ (ترمذی، احمد)

(۳۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان نہ طعنہ مارنے والا ہوتا ہے نہ لعنت کرنے والا ہوتا ہے، اور نہ بے حیائی کی بات بکنے والا ہوتا ہے، اور نہ بدزبان ہوتا ہے۔ (ترمذی)

(۳۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص ہماری جماعت سے خارج ہے جو ہمارے کم عمر پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑی عمر والے کی عزت نہ کرے اور نیک کام کی نصیحت نہ کرے، اور برے کام سے منع نہ کرے، کیونکہ یہ بھی مسلمان کا حق ہے کہ موقع پر اس کو دین کی باتیں بتلایا کرے، مگر نرمی اور تہذیب سے۔ (ترمذی)

(۳۴) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے سامنے اس کے مسلمان بھائی کی غیبت ہوتی ہے اور وہ اس کی حمایت پر قادر ہو اور اس کی حمایت کرے تو اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کی حمایت فرمائے گا اور اگر اس کی حمایت نہ کی حالانکہ اس کی حمایت پر قادر تھا تو دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ اس پر گرفت فرمائے گا۔ (شرح السنہ)

(۳۵) عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی کا کوئی عیب دیکھے پھر اس کو چھپالے یعنی دوسروں سے ظاہر نہ کرے تو وہ ثواب میں ایسا ہوگا جیسے کسی نے زندہ درگور کی جان بچالی اور قبر سے اس کو زندہ نکال لیا۔ (احمد و ترمذی)

(۳۶) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں ہر ایک شخص اپنے بھائی کا آئینہ ہے پس اگر اس بھائی میں کوئی گندی بات دیکھے تو اس سے اس طرح دور کردے جیسے آئینہ داغ دھبہ چہرہ کا اس طرح صاف کردیتا ہے کہ صرف عیب والے پر تو ظاہر کردیتا ہے اور کسی پر ظاہر نہیں کرتا، اسی طرح اس شخص کو چاہئے کہ اس کے عیب کی خفیہ طور پر اصلاح کردے، رسوانہ کرے۔ (ترمذی)

(۳۷) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں کو ان کے مرتبہ پر رکھو، یعنی ہر شخص سے اس کے مرتبہ کے موافق برتاؤ کرو، سب کو ایک لکڑی سے مت ہانکو۔ (ابوداؤد)

(۳۸) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: أقیلوا ذوی الھیآت عثراتھم إلا الحدود۔ (مسند احمد)

ترجمہ: اہل وجاہت کی لغزشیں معاف کردیا کرو بجز حدود کے۔

(التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف ص:۳۱۸)

(۳۹) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا گانا دل میں نفاق پیدا کرتا ہے جیسا کہ پانی کھیتی اگاتا ہے۔ (بیہقی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قیامت کی علامتوں کے بیان میں اور جب ظاہر ہوجائیں گانے والیاں اور آلات لہو تو انتظار کرو اس وقت سرخ ہوا (یعنی سخت آندھی) اور زلزلہ کا اور زمین میں دھنسنے کا اور مسخ (یعنی صورتیں بدلنے) کا اور پتھر برسنے کا اور ایسی نشانیوں کا جو لگاتار آویں گی جیسا کہ وہ لڑی جس کا دھاگہ توڑ دیا جائے لگاتار گرتی ہے۔

(۴۰) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نہیں ہے کوئی دشمن جو ہو کسی قوم میں، گناہ کرتا ہو ان لوگوں میں اور وہ لوگ طاقت رکھتے ہوں اس کو روکنے کی اور پھر

بھی نہ روکتے ہوں مگر اللہ تعالیٰ ان پر عذاب نازل کرے گا ان کے مرنے سے پہلے۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ)

(۴۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب زمین میں کوئی گناہ کیا جاتا ہے تو جو اس کو دیکھتا ہو اور ناپسند کرتا ہو تو وہ ایسا ہے جیسا کہ اس سے دور رہا، اور جو غائب ہو اور اس گناہ سے راضی ہوتا ہو وہ ایسا ہے جیسا کہ اس کے پاس حاضر ہو۔

(ابوداؤد)

(۴۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نیک کاموں کا امر کیا کرو (یعنی دوسروں سے کہا کرو) اور برے کاموں سے روکا کرو ورنہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنا عذاب نازل کردے، پھر تم اس سے عذاب دفع کرنے کی دعا مانگو گے اور تمہاری دعاء قبول نہ کی جائے گی۔ (ترمذی)

(۴۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بے شک مجھ کو میرے پروردگار نے آلات لہو اور مزامیر اور بتوں اور صلیب اور جاہلیت کے کام مٹانے کا حکم دیا ہے۔ (مسند احمد)

(۴۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مت خرید و گانے والیوں کو اور نہ ان کو بیچوں اور ان کی قیمت حرام ہے، اور اسی کے مثل میں نازل ہوئی ہے ومن الناس من یشتری لھو الحدیث الآیہ یعنی بعض آدمی ایسا بھی ہے جو قرآن سے اعراض کر کے ان باتوں کا خریدار بنتا ہے جو اللہ سے غافل کرنے والی ہیں۔

(۴۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے اتنی بات کافی ہے کہ ہر سنی بات کو نقل کرنا شروع کردے۔ (مشکوٰۃ شریف)۔

(ماخوذ از حیوٰۃ المسلمین، وخطبات الاحکام خطبہ ۱۶، ۱۷، ۱۸)

فصل ۳

اخبار نویسوں اور ذرائع ابلاغ کے ذمہ داروں کے لئے ہدایات

ماخوذ: از بوادر النوادر

مضامین لکھنا باعث ثواب بھی اور باعث گناہ بھی

اس باب میں سب سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ کسی بات کا قلم سے لکھنا بعینہٖ وہی حکم رکھتا ہے جو زبان سے کہنے کا ہے، جس بات کا زبان سے ادا کرنا ثواب ہے اس کا قلم سے لکھنا بھی ثواب ہے، اور جس کا بولنا گناہ ہے اس کا قلم سے لکھنا بھی گناہ ہے بلکہ لکھنے کی صورت میں ثواب اور گناہ دونوں میں ایک زیادتی ہو جاتی ہے، کیونکہ تحریر ایک قائم رہنے والی چیز ہے مدتوں تک لوگوں کی نظر سے گذرتی رہتی ہے اس لئے جب تک وہ دنیا میں موجود رہے گی اور لوگ اس کے اچھے یا برے اثر سے متاثر ہوتے رہیں گے اس وقت تک کاتب کے لئے اس کا ثواب یا عذاب جاری رہے گا، اس لئے ہر مضمون نگار کا فرض ہے کہ ہر مضمون پر قلم اٹھانے سے پہلے اس کو مندرجہ ذیل معیار پر جانچ لے جس کی تفصیل ہم اس وقت ہدیہ ناظرین کرنا چاہتے ہیں۔

چند جامع اصول

(۱) لکھنے سے پہلے غور و فکر اور مراقبہ

مضمون نگاری اور اخبار نویسی میں مذہبی جرائم اور شرعی گرفت سے بچنے کا سب سے بہتر ذریعہ اور جامع مانع اصول یہ ہے کہ جس وقت کسی چیز کے لکھنے کا ارادہ کرلے

پہلے اپنے ذہن میں استفتاء کرے کہ اس کا لکھنا میرے لئے جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ثابت ہو تو قدم آگے بڑھائے ورنہ بعض لوگوں کے خوش کرنے کے لئے گناہ میں ہاتھ رنگ کر پرائی بدشگونی کے لئے اپنی ناک نہ کاٹے۔ (اور اپنی عاقبت برباد نہ کرے)

اور اگر خود احکام شرعیہ میں ماہر نہ ہو تو کسی ماہر سے استفتاء کرنا ضروری ہے۔

یہ ایک شرعی اجمالی قانون ہے جو فقط اخبار نویسی میں نہیں بلکہ ہر قسم کی تحریر (اور آج کے مروجہ تمام ذرائع ابلاغ) میں ہر مسلمان کا مطمح نظر ہونا چاہئے (یعنی شریعت کے اسی اصول وضابطہ کو پیش نظر رکھنا چاہئے) اس کے بعد ہم اس کی تفصیل چند نمبروں میں ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔

(۲) کسی شخصیت پر لکھنے اور اس کی مذمت کرنے کی ضروری شرط

جو واقعہ کسی شخص کی مذمت اور معائب پر مشتمل ہو، اس کو اس وقت تک ہرگز شائع نہ کیا جائے جب تک حجت شرعیہ سے اس کا کافی ثبوت نہ مل جائے، کیونکہ جھوٹا الزام لگانا یا افتراء باندھنا کسی کافر پر بھی جائز نہیں، لیکن آہ آج اہل قلم اس سے غافل ہیں، اور اخبار کا شاید کوئی صفحہ (اور دیگر ذرائع ابلاغ کا کوئی گوشہ) اس سے خالی ہوتا ہو۔

(بوادر النوادر)

(۳) کسی کی مذمت کے لئے شرعی ثبوت کا ہونا ضروری ہے

یہ بات بھی یاد رکھنا ضروری ہے کہ اس معاملہ میں حجت شرعیہ کے لئے کسی افواہ کا عام ہونا یا کسی اخبار کا لکھ دینا ہرگز کافی نہیں بلکہ شہادت شرعیہ ضروری ہے کیونکہ دور حاضر کے تمام اخبارات کے صدہا تجربات نے اس بات کو ناقابل انکار کر دیا ہے کہ بہت سے مضامین اور واقعات اخبارات میں شائع ہوتے ہیں اور جس شخص کی طرف

سے شائع کئے جاتے ہیں اس غریب کو خبر تک نہیں ہوتی، اور یہ صورت بھی تو قصداً کی جاتی ہے اور کبھی سہواً وخطاءً ہو جاتی ہے، اس لئے اگر کسی اخبار میں کسی شخص کے حوالہ سے کوئی مضمون یا واقعہ نقل کر دیا جائے تو شرعاً اس کو ثابت نہیں کیا جا سکتا، البتہ اگر یہ واقعہ کسی کی مذمت یا مضرت وعیب جوئی پر مشتمل نہ ہو تو پھر یہ ضعیف ثبوت بھی کافی ہے، اور اس کو نقل کر کے شائع کر دیا جائے۔ (شرعاً اس کی اجازت ہے) (بوادر النوادر)

حسن ظن کیلئے دلیل کی ضرورت نہیں

سوءظن کیلئے دلیل شرعی کا ہونا ضروری ہے

میں نے خاص یہ صفت یعنی شکایت سے متاثر نہ ہونا دو بزرگوں میں ایک خاص شان کی دیکھی ہے، یوں تو سب ہی بزرگوں میں اچھی صفات ہوتی ہیں مگر پھر بھی تفاوت ضرور ہوتا ہے، ایک حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ اور ایک حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی صاحبؒ میں، سو حضرت مولانا قاسم صاحبؒ تو شکایت سنتے ہی نہ تھے (جب کوئی حکایت شکایت کرتا تو) فرما دیتے کہ میں سننا نہیں چاہتا، اور حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرما دیتے کہ سب جھوٹ ہے، وہ شخص ایسا نہیں، حضرت حاجی صاحب کی اس عادت کی دلیل قرآن میں ہے، وہ یہ کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر منافقین نے تہمت لگائی تھی حق تعالیٰ اس کے متعلق فرماتے ہیں:

لَوْلَا جَاءُوْا عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاِذْلَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَاءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ۔ (پ۱۸ سورہ نور)

ترجمہ: یہ لوگ اپنے قول پر چار گواہ کیوں نہ لائے سو جس صورت میں قاعدہ کے موافق گواہ نہیں لائے تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ جھوٹے ہیں۔ (بیان القرآن)

اور عند اللہ سے مراد فی دین اللہ فی قانون اللہ (یعنی اللہ کے دین میں اللہ کے

قانون میں) اور آگے ارشاد ہے وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا یَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِیْمٌ۔ (پ ۱۸ سورہ نور)

ترجمہ: اور تم نے جب اس بات کو پہلے ہی سنا تھا تو یوں کیوں نہ کہا کہ ہم کو زیبا نہیں کہ ہم ایسی بات منھ سے بھی نکالیں معاذ اللہ یہ تو بڑا بہتان ہے۔

اس سے صاف معلوم ہوا کہ حسن ظن کے لئے دلیل کی ضرورت نہیں اور سوء ظن کی دلیل نہ ہونا یہی کافی دلیل ہے حسن ظن کی۔

پس حضرت حاجی صاحب پر یہ شبہ نہیں ہوسکتا کہ بلا دلیل شاکی (یعنی شکایت کرنے والے کو) کیسے کاذب فرما دیا، البتہ باوجود غلط سمجھنے کے اگر کسی دوسری بنا پر عمل کیا جائے تو دوسری بات ہے جیسا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سعد بن ابی وقاصؓ کے متعلق شکایت کو جھوٹ سمجھا مگر انتظامی مصلحت کی بنا پر ان کو معزول کردیا۔

(الافاضات الیومیہ ص ۱۳۵ ج ۲ ملفوظ ۲۳۶)

(۴) کسی شخصیت کی ہر صحیح ناگوار خبر اور ہر ثابت جرم وعیب کو شائع کرنا جائز نہیں

کسی شخص کے عیب یا گناہ کا واقعہ اگر حجت شرعیہ سے بھی ثابت ہوجائے تب بھی اس کی اشاعت اور درج اخبار کرنا جائز نہیں بلکہ اس وقت فرض یہ ہے کہ خیر خواہی سے تنہائی میں اس کو سمجھایا جائے، اگر سمجھانے کو نہ مانے اور آپ کو قدرت ہو تو جبر (یعنی قوت سے) اس کو روک دیں ورنہ کلمہ حق پہنچا کر آپ اپنے فریضہ سے سبکدوش ہوجائیں، اس کی اشاعت کرنا اور رسوا کرنا شرعاً ممنوع اور ناجائز ہونے کے علاوہ تجربہ سے ثابت ہے کہ بجائے مفید ہونے کے ہمیشہ مضر ہوتا ہے، اور اسی لئے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد احادیث میں اس کی تاکید فرمائی ہے کہ اگر اپنے

بھائی مسلمان کا کوئی عیب یا گناہ ثابت ہو تو اس کو رسوا نہ کرے، بلکہ پردہ پوشی سے کام لے اور خفیہ اس کو سمجھائے کیونکہ یہی طرز زیادہ موثر اور مفید ثابت ہوا ہے۔

(بوادر النوادر)

کن صورتوں میں جواز ہے؟

البتہ اگر کسی مسلمان کا عیب یا گناہ حجت شرعیہ سے ثابت ہو کہ جس کا نقصان اپنی ذات کو پہنچتا ہے اور یہ اس سے مظلوم ٹھہرتا ہے تو پھر اس کی برائی کو علانیہ شائع کرسکتا ہے اس کے متعلق حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"لَا یُحِبُّ اللّٰہُ الْجَھْرَ بِالسُّوْءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ" (سورہ مائدہ پ ۶)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ برائی کے اعلان کو پسند نہیں فرماتے مگر جس پر ظلم کیا گیا ہو (وہ ظالم کے ظلم کا اعلان کرسکتا ہے)

امام تفسیر مجاہدؒ کہتے ہیں کہ اس آیت کی مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو پسند نہیں فرماتے کہ کوئی شخص کسی کی مذمت یا شکایت کرے لیکن اگر کسی پر ظلم ہو تو اس کے لئے جائز ہے کہ ظالم کی شکایت کرے اور اپنے معاملہ کا اعلان کرے اور اس کے ظلم کو لوگوں پر ظاہر کرے (روح المعانی)

لیکن اس صورت میں بھی بہتر یہ ہے کہ عام اعلان واشاعت کے بجائے صرف ان لوگوں کے سامنے بیان کرے جو اس کی دادرسی (یعنی مدد) کرسکیں۔

(۵) باطل مضمون اور غلط نظریہ کی تردید کیجئے

ذاتیات اور شخصیت پر حملہ نہ کیجئے

اگر کسی اخبار میں کوئی قابل تردید، غلط مضمون کسی شخص کے نام سے طبع ہوا ہو تو

اس کے جواب میں صرف اس پر اکتفاء کیا جائے کہ فلاں اخبار نے ایسا لکھا ہے، اس کا جواب یہ ہے...... اس شخص کی ذات پر کوئی حملہ نہ کیا جائے، کیونکہ ابھی تک کسی حجت شرعیہ سے یہ ثابت نہیں ہوا کہ واقع میں یہ مضمون اس شخص کا ہے۔

(۶) کسی شخصیت پر تبصرہ کرنے اور اس کی خبر شائع کرنے کی شرط

جو خبر کسی شخص کی مذمت اور ضرر پر مشتمل نہ ہو اس کی اشاعت جائز ہے، مگر اس شرط سے کہ اس کی اشاعت کسی مسلمان کی خاص مصلحت یا عام مصلحت کے خلاف نہ ہو اور جس میں ایسا احتمال ضعیف بھی ہو تو بجز ان لوگوں کے جو عقل اور شرع کے موافق اس معاملہ کو ہاتھ میں لئے ہوئے ہوں، عام لوگوں پر اس کو ظاہر نہ کرنا چاہئے کیونکہ ممکن ہے کہ اس کے نقصانات کی طرف اس شخص کی نگاہ نہ پہونچی ہو، آیت وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ (سورہ نساء پ۴)

(**ترجمہ**: اور جب ان لوگوں کو کسی امر کی خبر پہنچتی ہے خواہ امن ہو یا خوف تو اس کو مشہور کر دیتے ہیں۔ بیان القرآن) میں ایسے ہی اخباروں اور جلسوں کی مضرت اور مذمت کو بیان فرمایا ہے (جیسا کہ اوپر بھی گذرا ہے)

(۷) خبر کو ایسے انداز سے لکھے جو نتیجہ خیز اور نصیحت آمیز ہو

لیکن مسلمانوں کے لئے مناسب ہے کہ اس کو بھی محض خبر کی حیثیت سے نقل نہ کرے بلکہ اس سے کوئی دینی یا دنیوی فائدہ پیدا کرے، اس کی نقلی دلیل یہ ہے:

"من حسن اسلام المرء ترکه مالا یعنیه" (مشکوۃ شریف ص:۵۸)

ترجمہ: انسان کے اسلام کے اچھا ہونے کی علامت یہ ہے کہ بے فائدہ کاموں کو چھوڑ دے۔

اور عقلی دلیل یہ ہے کہ کوئی خبر خود مقصود نہیں ہوتی بلکہ ہمیشہ کسی انشاء کا ذریعہ ہو کر

مقصود کی صورت اختیار کر لیتی ہے، اور در اصل مقصود کوئی فعل ہوتا ہے جو اس خبر سے متعلق ہو اس لئے بہتر ہے کہ نتائج اخبار کو بھی ذکر کر کے اس کے افادہ میں اضافہ کر دیا جائے۔

مثلاً آپ کسی شخص کے متعلق یہ خبر درج کرتے ہیں کہ اس نے چند ہزار روپیہ کسی مدرسہ یا مسجد یا کسی اور نیک کام میں صرف کیا تو اس کے بعد اس شخص کے لئے ترقی کی دعاء اور دوسرے مسلمانوں کے لئے اس کی ترغیب ذکر کر دی جائے، یا مسلمانوں کی کسی جماعت یا ایک شخص کی مصیبت کا ذکر آیا تو خود بھی دعا کرے اور مسلمانوں کو بھی اس کی طرف متوجہ کرے، نیز یہ کہ جس سے ہوسکے تو اس کی مادّی امداد بھی کرے، کسی کی موت کا ذکر کیا ہے تو لوگوں کو اس طرف متوجہ کرے کہ عبرت حاصل کریں اور اپنے لئے اس وقت کے لئے سامان تیار کریں۔

(۸) دل لگی اور تفریح طبع کے لئے کوئی خبر شائع کرنا

اول تو کوئی واقعہ اور کوئی خبر دنیا میں ایسی کم ہوتی ہے جو نتیجہ خیز نہ ہو یا جس سے کوئی دینی یا دنیوی فائدہ متصور نہ ہو، لیکن اگر کوئی خبر ایسی بھی ہو تب بھی اس کو محض تفریحِ طبع کی مد میں ذکر کر دینے میں مضائقہ نہیں، بلکہ یہ بھی ایک درجہ میں شرعاً مطلوب ہے جب اعتدال کے ساتھ ہو، اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بعض اوقات مزاح (خوش طبعی) فرمانا اس حکمت پر مبنی تھا۔

(۹) کیسے مضامین شائع کرنا جائز نہیں

خلاف شرع مضامین اور باطل افکار ونظریات شائع کرنے کی شرط

خلاف شرع مضامین اور ملحدین کے عقائد باطلہ اول تو شائع نہ کئے جائیں اور اگر کسی ضرورت سے اشاعت کی نوبت آئے تو جس پرچہ میں شائع ہوں اسی پرچہ میں ان

کی تردیداورشافی جواب بھی ضرورشائع کردیئے جائیں، آئندہ پرچہ میں اس کوحوالہ نہ کیا جائے، کیونکہ بہت سے آدمی وہ ہوتے ہیں جن کی نظر سے آئندہ پرچے نہیں گذرتے، خدانخواستہ اگر وہ اس سے کسی شبہ میں گرفتار ہوگئے تو اس کا سبب شائع کرنے والا ہوگا۔

(۱۰) ہر خبر کی اشاعت مذموم ہے

جواخبار حدودشرعیہ کے خلاف ہواس کا مذموم ہونا اس آیت سے معلوم ہوتا ہے

''وَاِذَا جَاءَ هُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ الیٰ قوله يَسْتَنْبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ''یعنی جب ان لوگوں کو کسی امر (جدید) کی خبر پہنچتی ہے خواہ (وہ امر موجب) امن ہو یا (موجب) خوف تو اس (خبر) کو (فوراً) مشہور کردیتے ہیں۔

(اس میں ایسے اخبار اور ایسے جلسے بھی آ گئے حالانکہ کبھی وہ خبر غلط ہوتی ہے کبھی اس کا مشہور کرنا خلاف مصلحت ہوتا ہے) اور اگر (بجائے خود مشہور کرنے کے) یہ لوگ اس (خبر) کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کی رائے) کے اوپر اور جو ان میں ایسے امور کو سمجھتے ہیں (یعنی اکابر صحابہ) ان (کی رائے) کے اوپر حوالہ رکھتے (اور خود کچھ دخل نہ دیتے) تو اس کو وہ حضرات پہچان لیتے جو ان میں تحقیق کرلیا کرتے ہیں (پھر جیسا یہ حضرات عملدرآمد کرتے ویسا ہی ان خبر اڑانے والوں کو کرنا چاہیئے تھا) (سورہ نساء پ۵، بیان القرآن)

(۱۱) ہنگامہ فتنہ وفساد کی خبریں شائع کرنے کا طریقہ اور اس کی شرط

اگر مسلمانوں پر کافروں کے ظلم کی خبر شائع کرنا ہو تو جب تک اس ظلم کی نسبت کافروں کی طرف حجتِ شرعیہ سے ثابت نہ ہو اس طرح شائع کیا جائے کہ فلاں مقام کے مسلمانوں پر مظالم ہو رہے ہیں، مسلمان ان مظالم کا انسداد کریں، اور جائز طریق پر ان کی جانی ومالی امداد کریں۔

(۱۲) اخبار کا ذمہ دار و ایڈیٹر کیسا ہونا چاہئے؟

اخبار کا ایڈیٹر ہمیشہ ایسا شخص بنے جو تمام علوم اسلامیہ پر عبور رکھتا ہو یا کم از کم علماء سے رجوع کرنے کا پابند ہو اور مذہب سے ہمدردی رکھنے والا ہو، ورنہ ظاہر ہے کہ اخبار بے دینی و بے قیدی کی اشاعت کا ایک کامیاب آلہ ہے۔

(۱۳) باطل کتابوں، غلط دواؤں اور ناجائز پروگراموں کا اشتہار و اعلان بھی ممنوع ہے

کسی ایسی کتاب کا جو دین کو مضر ہو یا ایسی دوا کا جو شرعاً حرام ہو یا کسی ایسے معاملہ کا جو شرعاً فاسد ہو اشتہار نہ دیا جائے اور نہ اخبار میں تصویر بنائی جائے۔

یہ مختصر گذارش ہے جو محض دلسوزی اور ہمدردی پر مبنی ہے اگرچہ زمانہ کی مسموم ہوا میں کارگر ہونے کی توقع نہیں لیکن بایں ہمہ امید ہے کہ شاید خدا تعالیٰ کسی نیک بندہ کو عمل اور اصلاح کی توفیق عطا فرمائیں یہ سب عرض کر دیا گیا ہے۔ وللہ الحمد۔

آدمی دنیا میں ذخیرۂ آخرت جمع کرنے کے لئے آیا ہے پس اصل کام اس کا شغل دینی ہے لیکن بضرورت اسی شغل دینی کی اعانت و تقویت کے لئے دنیوی مشاغل کی بھی اجازت دی گئی ہے بشرط اعتدال و اباحت، پس اسی قاعدہ کو پیش نظر رکھ کر جو چیز اس دائرہ سے باہر ہو اس سے مجتنب رہے (یعنی بچتا رہے) اور اسی قاعدہ کی معرفت کے لئے کتب و رسائل دینیہ کا پڑھنا سننا اور علماء کی صحبت لازم سمجھے۔

وما علینا الا البلاغ المبین

(ماخوذ از بوادر النوادر ص ۶۹۴ تا ۶۹۷)

تمت الضمیمہ ۴ر شعبان ۱۳۴۹ھ

فصل ۴

اخبار انٹرنیٹ اور دیگر ذرائع ابلاغ کے منکرات ومحرّمات

اخبار، انٹرنیٹ وغیرہ سے متعلق احکام شرعیہ

(ماخوذ از رسالہ اخبار بینی)

آج کل چونکہ طبائع میں اخبار بینی کا ذوق اس درجہ پھیل گیا ہے کہ وہ مثل غذا بلکہ غذا سے بھی زیادہ ہوگیا ہے کہ کسی وقت غذا کے بغیر تو صبر بھی کر سکتے ہیں مگر اخبار بینی کے بغیر صبر نہیں آتا، اور اکثر اس میں ایسا انہماک ہوتا ہے کہ کتب دینیہ کے مطالعہ کی طرف اصلاً التفات یا اس کی ضرورت ذہن میں بھی نہیں رہی اور اس شغف میں دین کا بھی نقصان ہے جیسا کہ مجملاً معلوم ہوا اور مال کا بھی نقصان ہے کہ اکثر خرید کر دیکھتے ہیں یا دوسروں کو خریداری کی ترغیب دیتے ہیں اور ظاہر ہے کہ دوسرے بھائی کا نقصان بھی ایسا ہی ہے جیسا اپنا نقصان، اور وقت بھی ضائع جاتا ہے جو انسان کے لئے مال سے بڑھ کر متاع گراں مایہ ہے، ان مفاسد کو دیکھ کر بعض خیرخواہان اسلام کے مشورہ سے اس کے متعلق حکم شرعی کا ظاہر کرنا مصلحت معلوم ہوا، پر جن لوگوں کے دلوں میں خود شرع ہی کی وقعت نہیں ان سے تو امید قبول موہوم محض ہے، البتہ بہت سے حضرات ایسے بھی ہیں جو شرع کو واجب الاتباع سمجھتے ہیں مگر ان کو کبھی یہ نہیں معلوم ہوا کہ یہ ایسا اشتغال شرع کے خلاف ہے ان سے امید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ اس تحریر سے منتفع ہوں گے۔

(اخبار بینی ص ۲)

اخبار وانٹرنیٹ وغیرہ سے متعلق شریعت کا اہم ضابطہ

شرع میں تحریر کا حکم بمنزلہ تقریر کے ہے اور مطالعہ کا حکم مثل استماع (یعنی سننے) کے ہے، جس چیز کا تلفظ وتکلم اور استماع (یعنی بولنا اور سننا) گناہ ہے اس کا لکھنا اور چھاپنا اور مطالعہ کرنا بھی گناہ ہے۔

معلوم کرنا چاہئے کہ سب ناظرین اخبار کو معلوم ہے کہ اخباروں میں بوجہ اس کے کہ ایڈیٹر اور نامہ نگار دین سے کم واقف یا بعضے بالکل ناواقف ہوتے ہیں اکثر ایسے مضامین درج ہوتے ہیں جن کے تکلم واستماع کے نہی (یعنی جن کے بولنے اور سننے کی ممانعت) پر دلائل شرعیہ وارد ہیں پس اخبار میں بھی منہی عنہ (یعنی ممنوع اور ناجائز) ہوں گے۔ (اخبار بینی ص ۶)

اخبار ودیگر ذرائع ابلاغ کے چند منکرات ومحرّمات

(۱) بغیر تحقیق خبریں شائع کردینا

بے تحقیق خبریں جن کی منقول عنہ (یعنی جس کی طرف سے خبر نقل کی جارہی ہے اس کی طرف سے) کی کوئی توثیق وتصحیح کا اہتمام نہیں ہوتا، جو کسی نے لکھ بھیجا چھاپ دیا، یا کسی پرچہ میں دیکھا نقل کردیا اور اکثر ایسی خبریں کلاً یا جزءاً (پوری خبریں یا بعض) غلط نکلتی ہیں، جو حقیقت ہے کذب (جھوٹ) کی جو قطعاً حرام ہے اور اگر کذب بھی محقق نہ ہے لیکن غیر محقق ہونا یقینی ہے، جس کا حرام ہونا اس آیت وروایت سے معلوم ہورہا ہے:

لَا تَقْفُ مَا لَیْسَ لَکَ بِہٖ عِلْمٌ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ کُلُّ اُولٰٓئِکَ کَانَ عَنْہُ مَسْئُوْلًا۔ (پ ۱۵ سورہ بنی اسرائیل)

ترجمہ: جس بات کا یقینی علم نہ ہو (اٹکل پچو) اس کے پیچھے نہ ہولیا کرو (کیونکہ) کان اور آنکھ اور دل ان سب سے قیامت کے دن پوچھ گچھ ہوتی ہے۔

فی الدر المختار القصص المکروہ ان یحدثھم بما لیس لہ اصل معروف او یعظھم بما لا یتعظ بہ او یزید وینقص۔

ترجمہ: درمختار میں ہے کہ مکروہ قصہ بیان کرنا یہ ہے کہ لوگوں سے وہ قصہ بیان کرے جس کی اصل مشہور اور معلوم نہیں، یا ایسی بات کی نصیحت کرے جس پر خود عمل نہیں کرتا یا اصل قصہ اور مطلب میں کچھ زیادہ اور کم کر ڈالے۔

(۲) کسی شخصیت کے جرائم ومعائب کو شائع کرنا

یا اس پر الزام وتہمت لگانا

کسی کا عیب شائع کرنا اور اگر وہ راست (سچ) ہے تو غیبت ہوئی اور اگر خلاف واقعہ ہے تو بہتان ہے، جس کی ممانعت اس آیت وحدیث سے معلوم ہورہی ہے۔

آیت: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ • وفیھا: لَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ • وفیھا: اِجْتَنِبُوْا کَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ وفیھا: وَلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا یَغْتَبْ بَّعْضُکُمْ بَعْضًا • وفیھا: اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ •

(پ ۲۶ سورہ حجرات)

ترجمہ: اے ایمان والو! تمہیں چاہئے کہ ایک دوسرے سے ہنسی نہ کریں۔

اور اسی رکوع میں ہے نہ آپس میں ایک دوسرے کو طعنے دو اور نہ ایک دوسرے کو برے لقب سے پکارو۔

اور اسی میں ہے بہت گمان کرنے سے بچتے رہو۔

اور اسی میں ہے اور نہ ایک دوسرے کے عیب کا سراغ لگایا کرو اور نہ تم میں سے ایک ایک کو پیٹھ پیچھے برا کہے۔

اور اسی میں ہے اللہ کے نزدیک بڑا عزت والا وہی ہے جو تم میں بڑا پرہیز گار ہے۔

حدیث: سباب المسلم فسوق (مسلم شریف کتاب الایمان ص ۵۸)

ترجمہ: مسلمان کو گالی دینا (اور برا بھلا کہنا) گناہ ہے۔

(۳) بلاوجہ ردوقدح اور اس میں جھوٹ وافتراء

اور اکثر ردوقدح واعتراض، دوسروں کے کلام یا رائے پر بلا ضرورت محض اخبار پڑکرنے کو یا اپنی حسن لیاقت جتلانے کو ہوتا ہے جس کی مذمت اس حدیث پاک سے معلوم ہورہی ہے۔

اتخذالناس رؤوساً جهالاً فافتوا بغير علم فضلّوا وأضلّوا۔

(مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ: لوگ جاہلوں کو سردار بنائیں گے تو بغیر جانے بوجھے فتویٰ دیں گے، خود گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو گمراہ کریں گے۔

(۴) تمسخرواستہزاءاور طعن وتشنیع کا گناہ

اکثر مناظرہ (اور ردّوقدح) میں تمسخر وطعن وبیہودگی سے کام لیا جاتا ہے جس کو یہ آیت اور حدیث معصیت بتلا رہی ہے۔

آیت: يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ • الآیہ

(پ ۲۶ سورہ حجرات)

ترجمہ: اے ایمان والو! تمہیں چاہئے کہ ایک دوسرے سے ہنسی نہ کریں۔
اسی طرح حدیث پاک سے بھی اس کی مذمت معلوم ہوتی ہے

حدیث: ليس المؤمن بالطّعان ولا باللّعان ولا الفاحش ولا البذى۔

(ترمذی شریف ابواب البر والصلۃ ص ۱۸ ج ۲)

ترجمہ: یہ چار باتیں مومن کی شان سے نہیں (۱) طعن کرنا (۲) لعنت کرنا (۳) فحش بکنا (۴) بدخو ہونا۔

(۵) کسی پر تبصرہ کرکے اس کو عار دلانا

کبھی مخاطب کے پچھلے قصے ذکر کرکے اس کو عار دلائی جاتی ہے، جس کا گناہ ہونا اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔

حدیث: مَنْ عَيَّرَ اَخَاهُ بِذَنْبٍ لَمْ يَمُتْ حَتّٰى يَعْمَلَهٗ۔

(ترمذی شریف ص ۷۷ ج ۲)

ترجمہ: جو کوئی اپنے مسلمان بھائی کو کسی گناہ کی عار دلائے تو یہ بھی مرنے سے پہلے پہلے اس گناہ میں مبتلا ہوگا۔

(۶) کسی کی تکلیف یا ضرر پر خوشی ظاہر کرنا

کبھی کسی کی سزا یا کوئی اور ضرر بدنی یا مالی ذکر کرکے اس پر خوشی ظاہر کی جاتی ہے، جس کا حرام ہونا اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے۔

حدیث: لاتظهر الشماتة لاخيك فيرحمه الله ويبتليك

(ترمذی شریف ص ۷۷ ج ۲)

ترجمہ: اپنے بھائی مسلمان کی مصیبت کے وقت خوشی ظاہر نہ کرو (ایسا نہ ہو) کہ خداوند کریم اس پر رحم فرمائے اور تجھے اس میں گرفتار کردے۔

(۷) ناحق کسی کی تعریف وخوشامد کرنا

کبھی کسی کی بیجا خوشامد یا مدح (تعریف) کی جاتی ہے خواہ وہ صحیح ہو یا غلط، جس کی مذمت اس حدیث پاک سے معلوم ہوتی ہے۔

حدیث:اذارأیتم المداحین فاحثوافی وجوھھم التراب۔

(ابوداؤدشریف کتاب الادب ص۶۶۴)

ترجمہ: جب تم ثناخوانوں کوتعریف کرتے دیکھوتوان کے منہ میں مٹی بھراکرو(یعنی محض تعریف وچاپلوسی کی بناپران کوکچھ مت دوبلکہ ناکام کردو)۔

(۸) کافریافاسق یابدعتی کی تعریف کرنا

کبھی کسی کافریافاجروفاسق (بدعتی) کی تعریف نظم یانثرمیں کی جاتی ہے جس کی وعیداس حدیث پاک میں آئی ہے۔

اذامدح الفاسق غضب الرب تعالیٰ (بیہقی مشکوٰۃ ص۴۱۴)

ترجمہ: جب بدکارکی کوئی تعریف کرتاہےتواللہ تعالیٰ غصہ ہوتاہے۔

(۹) ہنسی اوردل لگی کے مضامین میں حدودشرعیہ سے تجاوزکرنا

اخباروں میں مضامین ہنسی دل لگی کے ہوتے ہیں جس میں حفاظت حدودشرعیہ کی رعایت نہیں ہوتی اس کی وعیدمیں یہ حدیث واردہوئی ہے۔

حدیث:ان العبدلیقول الکلمة لایقولها الالیضحک به الناس یهوی بهاابعدمما بین السماء والارض۔ (بیہقی مشکوٰۃ ص۴۱۴)

ترجمہ: بلاشبہ بندہ کوئی بات صرف اس لئے کہتاہے کہ اس سے لوگوں کو ہنسائے تووہ اس کے سبب دوزخ میں گرایاجائے گاجس کی مسافت آسمان وزمین کی مسافت سے زیادہ ہوگی۔

(۱۰) دینی مسائل اوراحکام شرعیہ میں رائے زنی ودخل اندازی کرنا

بعض دفعہ اخباروں میں کچھ گفتگودینی عقائدومسائل پربھی کی جاتی ہے اوراس

میں بلا دلیل شرعی محض رائے سے بلکہ اکثر شریعت کے خلاف اور شریعت کو تحریف یا تکذیب کے ساتھ لکھا جاتا ہے، کوئی ڈاڑھی پر مضمون لکھتا ہے کوئی سود پر کوئی اور کچھ، جس کی شدید قباحت اس حدیث پاک سے معلوم ہوتی ہے۔

حدیث: اتخذ الناس رؤوساً جهالاً فافتوا بغير علم فضلّوا وأضلّوا

هذه الاحاديث كلها في المشكوة۔

ترجمہ: لوگ جاہلوں کو سردار بنائیں گے تو بغیر جانے بوجھے فتوے دیں گے خود گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو گمراہ کریں گے یہ سب حدیثیں مشکوٰۃ شریف میں موجود ہیں۔

(۱۱) تجسّس وتفحص کا گناہ

اکثر اخبار یا نامہ نگار لوگوں کے اندرونی حالات کی ٹٹول میں لگے رہتے ہیں جن کو وہ لوگ پوشیدہ رکھنا چاہتے ہیں اور یہ ان کو شائع کرتے ہیں، تجسّس (یعنی کسی کی پوشیدہ باتوں کو معلوم کرنے) کی حرمت کا حرام ہونا اس آیت سے معلوم ہوتا ہے۔

آیت: وَلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا • وفيها: اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ •

(پ ۲۶ سورہ حجرات)

ترجمہ: اور نہ ایک دوسرے کے پیچھے ٹٹول میں رہا کرو اور نہ تم میں سے ایک ایک کو پیٹھ پیچھے برا کہے۔

اور اسی میں ہے اللہ کے نزدیک بڑا عزت والا وہی ہے جو تم میں بڑا پرہیز گار ہے۔

(۱۲) محض تخمین وقرائن کی بنا پر قطعی حکم لگانے کا گناہ

اکثر خبروں میں قرائن ظنیہ سے نتائج اخذ کر کے ان پر حکم قطعی لگا دیتے ہیں ایسے ظن کا گناہ ہونا بھی ان ہی مذکورہ آیتوں سے معلوم ہوتا ہے۔

(۱۳) کسی کمال پر فخر وتکبر کا گناہ

کبھی اپنے یا اپنے اخبار یا اپنے کسی متعلق کے کسی حال یا کمال پر فخر بھی کیا جاتا ہے اس کی مذمت بھی ان ہی مذکورہ آیتوں سے معلوم ہوتی ہے۔

(۱۴) کسی کی شان میں ہجو کرنا، برے القاب سے پکارنا، کارٹون بنانا

بعض اوقات کسی کو برے لقب سے خطاب کیا جاتا ہے اور اس کو ناظرین کی دلچسپی کا سبب سمجھتے ہیں اس کی ممانعت بھی ان ہی مذکورہ آیتوں سے معلوم ہوتی ہے۔

(۱۵) غیر مفید اور غیر ضروری مضامین اور آراء شائع کرنا

جو مضامین ان مفاسد سے خالی بھی رہ جاتے ہیں اور وہ بہت ہی قلیل ہوتے ہیں تاہم اکثر فضول اور بے فائدہ ضرور ہوتے ہیں کسی کا قصہ لکھ دیا جس سے کوئی صحیح غرض بجز تزئین اخبار کے نہیں، کسی کے معاملہ میں خواہ مخواہ دخل اور مشورہ دے دیا خواہ کوئی پوچھے یا نہ پوچھے، حتیٰ کہ سلطنتوں کے معاملات میں فضول اوراق سیاہ کئے جاتے ہیں جس کا کوئی مقصد بجز اشتغال اور جولان فکر کے نہیں اس کا مذموم اور ناپسندیدہ ہونا اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے۔

حدیث: من حسن اسلام المرء ترکه مالا یعنیه۔

(موطا مالک کتاب الجامع ص ۳۶۴)

ترجمہ: بیہودہ بات کو چھوڑنا ان چیزوں میں سے ہے جو انسان کے اسلام کو آراستہ کرنے والی ہیں۔

(۱۶) اخبار والوں کا کفِ لسان اور کفِ قلم کی وجہ سے لوگوں سے بڑی بڑی رقمیں لینا

بعضے اخبار والے امراء سے اس بات کی تنخواہ پاتے ہیں یا وہ ان کی آؤ بھگت کرتے ہیں تاکہ اخبار میں ہماری برائی نہ لکھیں اس فعل اور اس آمدنی کا حرام ہونا اس روایت سے معلوم ہوتا ہے۔

فی الدرالمختار ومن السحت ما یوخذالی قولہٖ وشاعر لشعر ومسخرۃ وحکواتی قال تعالیٰ ومن الناس من یشتری لھو الحدیث،فی ردالمختار قولہ‘ شاعر لشعر لانہ انما یدفع لہ‘ عادۃ قطعاً للسانہٖ۔

(ردالمختار،کتاب الحظر والاباحۃ،باب الاستبراء،۲۰۸ ج ۱۰)

ترجمہ: درمختار میں ہے کہ منجملہ اموال محرمہ کے وہ مال ہے جسے شاعر بذریعہ شعر گوئی اور مسخرہ اور قصہ گو لیتا ہے فرمایا حق تعالیٰ نے بعض آدمی وہ ہیں جو لھوالحدیث یعنی کھیل کی بات خریدتے ہیں ردمختار میں ہے شاعروں کو جو مال بذریعہ شعر دیا جاتا ہے اس کے حرمت کی وجہ یہ لکھی ہے کہ اس سے اس کی زبان روکنے کو دیا جاتا ہے۔

(۱۷) ناول اور خلاف شرع مضامین پر مشتمل کتابوں پر تقریظ لکھنا اور غلط پیشین گوئیاں اور غلط اشتہارات شائع کرنا

بعض دفعہ اخباروں میں کسی ایسے رسالے یا کتاب پر تقریظ لکھتے ہیں جس میں

بہت سے مضامین خلاف شرع ہوتے ہیں یا کوئی ایسا ہی مضمون بدون اس کے ابطال کے نقل کردیتے ہیں حتیٰ کہ کفار کی پیشین گوئیاں تک درج دیکھی گئی ہیں اس کی ممانعت روایت خامسہ میں ہے۔

یا اکثر بے اعتبار لوگوں کے اشتہارات درج ہوتے ہیں جس سے مخلوق پھنستی ہے، دھوکہ دینا حرام ہے اور حرام کی اعانت حرام ہے جس کا ذکر اسی روایت خامسہ میں بھی موجود ہے۔

کسی اخبار میں ناول نکلتے ہیں جو سخت مخرب اخلاق وخیالات ہیں (یعنی اخلاق کو بگاڑنے والے اور خیالات کو گندہ کرنے والے ہوتے ہیں) اس کے لئے بھی وہی روایت کافی ہے، روایت خامسہ یہ ہے۔

في الدر المختار والأذان بالصوت الطيب طيب ان لم يزد فيه الحروف وان زاد كره له ولمستمعه وقوله أحسنت ان لسكوته فحسن وان لتلك القراءة يخشى عليه الكفر، اه۔

درمختار میں ہے خوش آوازی سے اذان کہنی جائز ہے اگر ترجیع میں حروف زیادہ نہ ہوجائیں اور اگر ترجیع سے حرف زیادہ ہوجائے تو قاری اور موذن اور اس کے سننے والے کو مکروہ ہے اور اگر سننے والے نے قاری خوش لہجگی اور ترجیع سے پڑھنے والے کو یہ کہا کہ تو نے خوب کیا تو اگر اس کے چپ رہنے کو کہا ہے تو بہتر ہے اور اگر اس قرأت محرمہ کی وجہ سے ہے تو اس پر کفر کا خوف ہے۔

(۱۸) اخبار بینی میں ایسا اشتغال وانہماک کہ ضروریات اور فرائض سے بھی غفلت ہوجائے ممنوع ہے

قطع نظر ان سب محذورات (شرعی موانع) کے یہ بھی یقینی ہے کہ اس میں

اشتغال اور انہماک ایسا ہوجاتا ہے کہ ضروریات دینی سے بھی غفلت ہوجاتی ہے اور علم دینی سے اعراض ہوجاتا ہے جس کی مذمت (درج ذیل آیات) میں صاف صاف مذکور ہے اور جس امر سے ایسا ناجائز امر لازم آئے وہ خود ناجائز ہوجاتا ہے، گو فی نفسہٖ مباح ہی ہو جیسا کہ روایت اولیٰ بدلالۃ النص اس پر دال ہے اور بھی بہت فروع فقہیہ اس کی مؤید ہیں

پہلی آیت: وَلَمَّا جَاءَهُمْ رَسُولٌ مِّنْ عِندِ اللَّهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيقٌ مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ كِتَابَ اللَّهِ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ كَأَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ • وَاتَّبَعُوا مَا تَتْلُو الشَّيَاطِينُ عَلَىٰ مُلْكِ سُلَيْمَانَ الآية۔ (پ ۱ سورہ بقرہ)

ترجمہ: اور جب ان کے پاس خدا کی طرف سے رسول (محمد ﷺ) آئے (اور وہ) اس کتاب کی جو ان (یہود) کے پاس ہے تصدیق بھی کرتے ہیں تو ایک گروہ نے اللہ کی کتاب (توراۃ) کو جس میں ان رسول کی پیشین گوئی بھی ہے ایسا پیٹھ پیچھے پھینکا کہ گویا ان کو کچھ خبر ہی نہیں اور ان (ڈھکوسلوں) کے پیچھے پڑ گئے جن کو سلیمان کی عہد سلطنت میں شیاطین پڑھا کرتے تھے۔ (پ ۱ سورہ بقرہ)

دوسری آیت: إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَن يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ،وَيَصُدَّكُمْ عَن ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ فَهَلْ أَنتُم مُّنتَهُونَ۔ (پ ۷ مائدہ)

ترجمہ: شیطان تو بس یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کی وجہ سے تمہارے آپس میں دشمنی اور بغض ڈلوادے۔ اور تم کو یادالٰہی سے اور نماز سے باز رکھے تو کیا (شیطان کے مکر پر اطلاع پائے اب بھی) تم باز آؤگے (یا نہیں)

تیسری آیت: وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَن سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ۔ (پ ۲۱ سورہ لقمان:۶)

ترجمہ: اور لوگوں میں کوئی ایسا بھی ہے جو واہیات قصے مول لیتا ہے تاکہ (لوگوں کو۔۔۔) بے سمجھے بوجھے راہ خدا سے بھٹکائے اور آیات الٰہی کی ہنسی بنائے ایسے لوگوں کو (قیامت کے دن) ذلت کی سزا ہونی ہے۔

الروایۃ الاولیٰ: فی ردالمحتار اذا تردد الحکم بین سنۃ وبدعۃ کان ترک السنۃ راجحا علیٰ فعل البدعۃ ۔

ردمحتار میں ہے کہ جب ایک حکم سنت اور بدعت میں دائر ہو تو بدعت کے مرتکب ہونے سے اس کا چھوڑ دینا بہتر ہے۔

(۱۹) ایسے اخباروں کا خریدنا، ممبر بننا، نامہ نگار بننا اعانت علی المعصیت ہے

ایسے اخباروں کا خریدنا اور نامہ نگار بننا یا خریداروں کو ترغیب دینا یہ سب اعانت ہے ان ناجائز امور کی اور اعانت ناجائز کی ناجائز ہے، جیسا کہ مندرجہ ذیل روایت سے معلوم ہوتا ہے۔

فی الدر المختار والاذان بالصوت الطیب طیب الخ۔

(عبارت مع ترجمہ کے ماقبل میں گذر چکی ہے)

ترجمہ: درمختار میں ہے خوش آوازی سے اذان کہنی جائز ہے اگر ترجیع میں حروف زیادہ نہ ہو جائیں اور اگر ترجیع سے حرف زیادہ ہو جائے تو قاری اور موذن اور اس کے سننے والے کو مکروہ ہے اور اگر سننے والے نے قاری خوش لہجگی اور ترجیع سے پڑھنے والے کو یہ کہا کہ تو نے خوب کیا تو اگر اس کے چپ رہنے کو کہا ہے تو بہتر ہے اور اگر اس قرأت محرمہ کی وجہ سے ہے تو اس پر کفر کا خوف ہے۔

وقال اللہ تعالیٰ: وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ، وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ

شَدِیۡدُ الۡعِقَابِ۔ (پ ۶ سورہ مائدہ)

(ترجمہ) اور گناہ اور زیادتی کی باتوں میں ایک دوسرے کی اعانت مت کرو، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرا کرو (کہ اس سے سب احکام کی پابندی سہل ہوجاتی ہے) بلاشبہ اللہ تعالیٰ احکام کی مخالفت کرنے والوں کو سخت سزا دینے والے ہیں۔

(بیان القرآن سورہ مائدہ پ ۶)

(۲۰) بغیر طلب کے اخبار ورسائل بھیج دینا اور پھر قیمت کا مطالبہ کرنا

بعضے اخبار والے بلا طلب اخبار بھیجتے رہتے ہیں، چونکہ یہاں نہ مبادلہ نہ تعاطی ہے نہ ایجاب وقبول اس لئے شرعاً یہ بیع نہیں ہوئی، اس صورت میں قیمت کا مطالبہ خود ناجائز ہے یا بعضے کچھ انعام وغیرہ کا لالچ دلا کر خریداروں کو آمادہ کرتے ہیں پھر اخیر میں حقیقت امر منکشف ہوکر اسی طرح مطالبہ قیمت کے وقت بے لطفی ورنجش ہوتی ہے جس کے سبب کا مذموم ہونا درج ذیل آیت سے معلوم ہوتا ہے اور رنج وعداوت سے قطع نظر کرکے بھی ایسا جبر یا ایسا دھوکہ ناجائز ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔

دوسری آیت: اِنَّمَا یُرِیۡدُ الشَّیۡطٰنُ اَنۡ یُّوۡقِعَ بَیۡنَکُمُ الۡعَدَاوَۃَ وَالۡبَغۡضَآءَ فِی الۡخَمۡرِ وَالۡمَیۡسِرِ وَیَصُدَّکُمۡ عَنۡ ذِکۡرِ اللّٰہِ وَعَنِ الصَّلٰوۃِ فَہَلۡ اَنۡتُمۡ مُّنۡتَہُوۡنَ۔ (پ ۷ مائدہ)

ترجمہ: شیطان تو یوں چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے سے تمہارے آپس میں دشمنی اور بغض واقع کردے۔ اور تم کو اللہ کی یاد سے اور نماز سے بازرکھے، سو (اب بھی) تم باز نہیں آؤگے۔

(بیان القرآن)

تنبیہ

اگر کسی اخبار کے بائع یا مشتری (بیچنے وشائع کرنے والوں اور خریدنے والوں)میں یہ مفاسد نہ ہوں تو میں حلال کو حرام نہیں کہتا لیکن اس کا مصداق بہت ہی قلیل ہے۔

خاتمہ

آدمی دنیا میں ذخیرہ آخرت جمع کرنے کے لئے آیا ہے پس اصل کام اس کا شغل دینی ہے لیکن بضرورت اسے شغل دینی کی اعانت اور تقویت کے دنیوی مشاغل کی بھی اجازت دی گئی ہے بشرطِ اعتدال اباحت پس اسی قاعدے کو پیش نظر رکھ کر جو چیز اس دائرے سے باہر ہو اس سے مجتنب رہے (یعنی پرہیز کرے) اور اس قاعدے کی معرفت کے لئے کتب ورسائل دینیہ کا پڑھنا سننا اور علماء کی محبت لازم سمجھے۔

وماعلینا الا البلاغ

(ماخوذ از رسالہ اخبار بینی مولفہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ)

(مطبوعہ تھانہ بھون ص۲ تا۸)

میں اخبار دیکھنے کو حرام نہیں کہتا اس میں ہونے والے مفاسد سے بچنے کو واجب کہتا ہوں

بحمد للہ والصلوٰۃ، احقر نے ۱۳۴۳ھ میں ایک رسالہ اخبار بینی کے مفاسد کے متعلق لکھا تھا اور یہی اس کا نام تھا، اور اس کے ختم پر بعنوان تنبیہ یہ تصریح کردی تھی کہ اگر کسی اخبار کے بائع و مشتری میں یہ مفاسد نہ ہوں تو میں حلال کو حرام نہیں کہتا، لیکن اس کا مصداق بہت قلیل ہے، چونکہ اس تنبیہ کا مضمون گو مبہم تو نہ تھا بلکہ مفسر تھا، لیکن مجمل تھا اس لئے قاصر النظر لوگوں نے اس کو یا دیکھا نہیں یا سمجھا نہیں اور بیجا اعتراضات کرنے لگے اور کہنے لگے کہ اس حالت میں تو اخبار کا وجود ہی اڑ جائے گا، اس لازم کی تغلیط کے لئے میری ایک تقریر ملفوظ اور ایک تحریر محفوظ شائع ہو چکی ہے، اس وقت سہولت ناظرین کے لئے مناسب معلوم ہوا کہ ان دونوں کے مختصر اقتباسات سے نفس اخبار کی مشروعیت اور خاص آداب سے اس کی مشروعیت قلمبند کر کے دکھلا دیں کہ ان آداب کی رعایت کے ساتھ اخبار جاری رہ سکتا ہے، البتہ بقدر ضرورت علم دین کی ضرورت ہے، اور اگر خود ایڈیٹر صاحبِ علم نہ ہو تو اخبار کا مسودہ مرتب کر کے کسی محقق مبصر عالم کی خدمت میں خود حاضر ہو کر اصلاح کے لئے پیش کر دے، وہ ان مضامین کو آداب شرعیہ پر منطبق فرما کر زبانی سمجھا دیں گے۔ (بوادر النوادر)

اخبار کے ذریعہ غیبت و بہتان

خوب یاد رکھئے جو حکم زبان کا ہے وہی قلم کا ہے، زبان سے جھوٹ بولنا غیبت کرنا جس طرح جائز نہیں، قلم سے بھی جائز نہیں، ایسے ہی قلم سے فضول مضامین لکھنے کا

اثر ہے، موٹی سی بات ہے کہ جیسے زبان قلب کا ترجمان ہے ایسے ہی قلم بھی ہے، جو بات زبان سے منع ہوگی قلم سے کیوں نہ منع ہوگی، بلکہ قلم کا گناہ زبان سے زیادہ سخت ہونا چاہئے، کیوں کہ زبان کی باتوں کو ثبات اور بقاء نہیں۔

زبان کی باتوں کا اثر تھوڑی دور تک پہنچتا ہے یعنی صرف وہاں تک جہاں تک وہ آواز پہنچے، اگر کسی نے زبان سے غیبت کی تو سننے والے صرف دو چار ہوں گے، غیبت کرنے والا اتنے ہی مجمع کے گنہگار ہونے کا سبب بنا اور اس شخص کی آبروریزی صرف اتنے ہی مجمع میں ہوئی، بخلاف قلم کے کہ اس کی آواز مشرق سے مغرب تک پہنچتی ہے جتنے آدمی اس برائی میں شریک ہوں گے ان سب کا سبب یہی شخص ہوگا، ہزاروں شخص کے سامنے اس کی آبروریزی ہوگی، تنہائی میں کسی کے جوتہ مارنا اور اثر رکھتا ہے اور ہزار دو ہزار کے مجمع میں مارنا اور، اہل قلم اور (اہل اخبار) اپنے آپ کو مرفوع القلم سمجھتے ہیں جیسے آج کل شاعروں نے سمجھ رکھا ہے کہ شعر میں سب کچھ جائز ہے یہ خیال بھی بالکل غلط ہے۔

امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ یہ بھی غیبت ہے کہ کسی کے مکان میں یا گھوڑے میں یا اولاد میں یا کسی اور چیز میں یا اس کے متعلقات میں سے کسی چیز میں عیب نکالا جائے، یہ ایسی باتیں ہیں کہ آج کل محتاط لوگ بھی اس کا کم خیال رکھتے ہیں۔

(دعوات عبدیت ص ۵۳ ج ۱۷)

اس گناہ سے خلاصی اور معافی کا طریقہ، صرف معافی کافی نہیں بلکہ جن کو بدگمان کیا ہے ان کا ذہن بھی صاف کیجئے

یاد رکھئے کہ ہر گناہ سے توبہ کرنے کا طریقہ الگ ہے اگر جھوٹ بولا ہے تو اس کی توبہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ سے استغفار کرلو، اور اگر غیبت کی ہو تو اس کے لیے صرف

استغفار کافی نہیں جس کی غیبت کی ہے اس سے بھی معافی چاہو، مگر معافی چاہنے میں اس کی ضرورت نہیں کہ اس سے یوں کہو کہ میں نے تیری فلاں فلاں غیبت کی ہے اور تجھے یوں برا بھلا کہا ہے کیونکہ اس تفصیل سے خواہ مخواہ اس کو تکلیف پہنچانا ہے، ممکن ہے کہ اب تک اس کو اس غیبت کی اطلاع بھی نہ ہوئی ہو تو تم خود کہہ کر اس کا دل کیوں دکھاتے ہو بلکہ اجمالاً معافی چاہ لو کہ میرا کہا سنا معاف کر دو، اور اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ جن لوگوں کے سامنے تم نے غیبت کی تھی (لوگوں کا ذہن گندہ کیا تھا) ان کے سامنے اس کی مدح وثنا (یعنی تعریف بھی) کرلو اور پہلی بات کا غلط ہونا ظاہر کر دو، اور اگر وہ بات غلط نہ ہو سچی ہو تو یوں کہہ دو کہ بھائی میری اس بات پر اعتماد کر کے تم فلاں شخص سے بدگمان نہ ہونا، کیونکہ مجھے خود اس بات پر اعتماد نہیں رہا (یہ تو رہیہ ہوگا کیونکہ سچی بات پر بھی قطعی اعتماد اور یقین وحی کے بغیر نہیں ہو سکتا بلکہ سچی بات بھی ظنی ہو گی) اور اگر وہ شخص مر گیا ہو جس کی غیبت کی تھی تو اب غیبت کے معاف کرانے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کے لئے دعا واستغفار کرتے رہو یہاں تک کہ دل گواہی دے دے کہ اب وہ تم سے راضی ہو گیا ہوگا۔ (مطاہر الاقوال ص۹۴-۹۵)

جیسا جرم تدارک بھی اسی کے مطابق ہونا چاہئے

(ایک مدرسہ کی بابت فرمایا کہ میں فلاں مدرسہ کی سرپرستی سے) مستعفی ہو گیا، اور یہ استعفاء بعض ممبروں کی ایک تحریر کی بناء پر تھا، اس تحریر کے الفاظ ایسے دل آزار اور دلشکن تھے جو تہذیب سے بھی گرے ہوئے تھے، آخر تہذیب اور شائستگی بھی کوئی چیز ہے؟ اور اصل بات تو یہ ہے کہ جس چیز کا تحمل نہ ہو اس سے علیحدہ ہونا ہی مناسب ہے، مجھے ایسی چیزوں سے مناسبت نہیں، اس تحریر کے بعد یہاں مدرسہ کے ممبران وفد کی صورت میں آئے تھے ان میں وہ صاحب بھی تھے جن کی وہ تحریر تھی، میں نے ان سے

صاف کہہ دیا کہ مجھ کو آپ کی اس تحریر سے رنج پہنچا ہے اور ہے اور رہے گا آپ سے اس کی شکایت ہوئی اور ہے اور رہے گی جب تک کہ اس کا تدارک نہ ہوگا، اس پر ان صاحب نے معافی چاہی، میں نے کہا کہ جس درجہ کی غلطی اسی درجہ کی معذرت ہو تب اس کا تدارک ہوسکتا ہے وہ یہ کہ تحریری غلطی ہے تحریری ہی معذرت ہو، اور چونکہ اس تحریر کا اعلان ہو چکا ہے لہٰذا معذرت (معافی) کا بھی اعلان ہونا چاہئے۔

اور صاحبِ تحریر نے جب مجھ سے معافی مانگی میں نے صاف کہہ دیا کہ معافی تو یہ ہے کہ میں نہ دنیا میں مواخذہ کروں گا نہ آخرت میں لیکن اگر تعلقات بھی ویسے ہی رکھنا چاہتے ہو تو اس کے لئے یہی شرط ہے کہ اپنی غلطی کو چھپوا کر شائع کرو۔

جن صاحب کے ہاتھ کی وہ بے ہودہ تحریر بھیجی تھی جس سے انہوں نے معافی مانگ لی تھی اس معافی کی اشاعت کے متعلق انہوں نے تو کچھ نہیں کہا مگر ان کی طرف سے ایک صاحب بطور وکیل گفتگو کرنے لگے، کہا کہ وہ مضمون معافی کا ''النور'' یا ''الہادی'' میں شائع کردیا جائے میں نے کہا کہ یہ رسالے تو میری طرف منسوب ہیں ان میں چھاپنے سے وہم ہوگا کہ میں نے استدعاء (خواہش) کی ہے، مستقل (علیحدہ) چھاپو، کہا کہ اخبارات میں مضمون دے دیا جائے، میں نے کہا کہ یہ بھی مناسب نہیں اس لئے کہ اخبارات نااہلوں کے ہاتھ میں جاتے ہیں مجھ کو تو یہ بھی گوارا نہیں کہ ان صاحب تحریر کی اہانت نااہلوں کی نظر میں ہو، غرضیکہ میری طرف منسوب رسالوں میں شائع ہو یہ میری وضع کے خلاف ہے اور اخبارات میں شائع ہو وہ آپ کی شان کے خلاف ہے۔ (شاید متعلقہ دینی رسائل میں اشاعت مناسب ہو)

(ملفوظات حکیم الامت ص ۴۵۸ ج ۱)

فصل ۵

اخبار کی تصویریں

اخبار کی تصویریں بلاضرورت چھاپنا، دیکھنا، رکھنا سب ممنوع ہے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے زیادہ عذاب اللہ تعالیٰ کے نزدیک تصویر بنانے والے کو ہوگا، احادیث صحیحہ سے تصویریں بنانا، رکھنا (بلاضرورت شدیدہ) سب حرام ہے، شریعت اسلامیہ میں جاندار کی تصویر بنانا مطلقاً معصیت ہے۔

(امداد الفتاویٰ ص ۲۲۳ ج ۴)

افسوس! اب تو ایسے رنج وغم کا وقت ہے، کس کس چیز کو رویا جائے خصوصاً جب کہ اپنے ہی بھائیوں کے ہاتھوں غم کا سامان جمع ہو۔

(آج کل عموماً اخباروں میں بلاضرورت شرعیہ) تصویروں کا استعمال ہوتا، اور ان سے تلذذ ہوتا ہے (یعنی لوگ لذت حاصل کرتے ہیں) اور اس کی قباحت میں کسی کو کلام نہیں، گو عابدین (اور بزرگوں) ہی کی تصویریں ہوں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم واسماعیل علیہما السلام کی تصویریں جو بیت اللہ کے اندر بنائی گئی تھیں، ان کے ساتھ جو معاملہ فرمایا تھا سب کو معلوم ہے (کہ سب کو مٹا دیا تھا)۔

(امداد الفتاویٰ ص ۳۸۶ ج ۴)

کسی مسلمان کی تصویر بنانا اور زیادہ معصیت ہے کہ اس میں ایسے شخص کو آلہ معصیت بنایا ہے جو اس کو اپنے اعتقاد میں قبیح جانتا ہے۔

(بہشتی زیور ص ۳۲۵)

اور اگر اس تصویر کی طرف کسی نقص اور عیب کو بھی منسوب کیا جائے تو اس میں ایک دوسرا گناہ یعنی غیبت بھی شامل ہوگی، کیونکہ غیبت نقوش وقلم یعنی کتابت سے بھی ہوتی ہے، اسی طرح اس عیب کی ہیئت بنانے سے بھی ہوتی ہے بلکہ یہ سب سے اشد (یعنی زیادہ سخت) ہے۔

اس تصویر کی کوئی خاص ہیئت بنانا ایسا ہی ہے جیسے خود اس شخص کی طرف اس وصف کو منسوب کرنا، مثلاً مخدرات (عورتوں) کی تصویریں بے پردہ ظاہر کرنا اور اگر وہ تصویر کسی مشتہاۃ (یعنی جوان عورت) کی ہو (جیسے آج کل عموماً اخباروں میں ہوتی ہیں) تو نظر بد کا گناہ اس میں اور بڑھ جاتا ہے، اور تصویر تو صاحب تصویر کی پوری حکایت ہے، اجنبیہ عورت کے کپڑے بھی بدنفسی سے دیکھنا حرام ہے، بالخصوص اگر غیر مسلموں کو مسلمان خواتین کی طرف بدنفسی کے ساتھ نظر کرنے کا موقع دیا جائے تو یہ اور زیادہ حرام ہے۔

اگر تصویر قصداً دل خوش کرنے کو دیکھے تو حرام ہے اور اگر بلا قصد نظر پڑ جائے تو کچھ حرج نہیں۔

فقہاء لکھتے ہیں کہ اگر شراب کی طرف فرحت (خوشی) کے لئے نظر کرے تو حرام ہے، کیونکہ قاعدہ ہے کہ اچھی چیز کو دیکھ کر اس کی طرف رغبت بھی ہوتی ہے۔

جب ایسی فلموں کی قباحتیں معلوم ہوگئیں تو مسلمانوں پر عموماً (اور حکومت اسلامیہ پر خصوصاً) واجب ہے کہ اپنی قدرت کے مطابق ان کے بند کرنے کی کوشش کریں، اور تماشہ دیکھنے والوں کو ان برائیوں سے مطلع کر کے شرکت سے روکیں، ورنہ اندیشہ ہے کہ سب عذاب خداوندی میں گرفتار ہوں۔

(ملحوظات جدید ملفوظات ص ۵۱، امداد الفتاویٰ ص ۲۶۰ ج ۴)

تصویر سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چند ارشادات

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ رحمت کے فرشتے نہیں داخل ہوتے اس گھر میں جس میں کتا یا تصویر ہو۔ (ابوداؤد)

اور فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سب سے زیادہ عذاب اللہ تعالیٰ کے نزدیک تصویر بنانے والے کو ہوگا۔ (مسلم شریف)

حدیثوں سے تصویر بنانا، تصویر رکھنا سب کا حرام ہونا معلوم ہوتا ہے اسی لیے ان باتوں سے بہت بچنا چاہئے۔ (بہشتی زیور، ص: ۳۲۵)

احادیث صحیحہ کی رو سے تصویر بنانا رکھنا سب حرام ہے اور اس کو زائل کرنا، مٹانا اور ختم کرنا واجب ہے، اس لیے کہ یہ معاملات سخت گناہ ہیں، تصویر بنانے کی نوکری کرنا (بھی) جائز نہیں۔ (امداد الفتاویٰ، ج:۴، ص:۲۲۳)

کاغذ اور کپڑوں میں چھپی اور بنی ہوئی تصاویر کا شرعی حکم حدیث کی روشنی میں (ماخوذ از بوادر النوادر)

تصویر ذی حیات (یعنی جاندار کی تصویر) بنانا علی الاطلاق حرام و معصیت شدیدہ ہے خواہ ذو ظل یعنی مجسمہ ہو (یعنی سایہ دار جسم والی ہو) خواہ غیر ذی ظل یعنی منقوش ہو (یعنی غیر سایہ دار ہو جیسے کپڑے و کاغذ میں)۔

لإطلاق احاديث الوعيد وخصوص النكير على الرقم غير ذي الظل وهو مافي صحيح البخاري باب ماوطئى من التصاوير، عن عائشةؓ قالت قدم رسول الله صلى الله عليه وسلم من سفر وقد سترت بقرام لي

علی سهوة لي فيه تماثيل فلما رآه رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم هتكه وقال اشد الناس عذابا يوم القيٰمة يضاهئون بخلق الله قالت فجعلناه وسادة او وسادتين ۔(بخاری شریف باب ما وطی من التصاویر ۲/۸۸۰.)

ترجمہ: کیونکہ وعید کی حدیثیں عام ہیں اور غیر سایہ دار نقش پر نکیر کی حدیث خاص ہے۔

بخاری شریف کی روایت میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر سے تشریف لائے اور میں نے گھر کے سائبان پر ایک پردہ لٹکا رکھا تھا جس میں تصویریں تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس پردہ کو دیکھا تو اسے کھینچ کر اتار دیا اور فرمایا کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب میں وہ لوگ مبتلا ہوں گے جو لوگ اللہ کی مخلوق کی طرح تصویر بناتے ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ پھر ہم نے اس پردہ کے ایک یا دو گدے بنا دیئے۔

(عن القاسم بن محمد عن عائشة زوج النبي صلى الله عليه وسلم أنها اشترت نمرقه فيها تصاوير فلما رآها رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم قام على الباب ولم يدخل فعرفت في وجهه الكراهية، وقالت: يا رسول اللّٰه اتوب إلى الله ورسوله ماذا اذنبت؟ فقال: رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم: ما بال هذه النمرقة؟ فقالت: اشتريتها لک لتقعد عليها وتوسدها فقال رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم: إن أصحاب هذه الصور يعذبون يوم القيامة يقال لهم أحيوا ما خلقتم ، وقال ان البيت الذى فيه الصور لا تدخله الملئكة)۔ (المؤطا مالک، بخاری شریف حدیث نمبر: ۵۵۶۱.)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک گدا خریدا، جس میں تصویریں بنی ہوئی تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس کو دیکھا تو دروازہ پر کھڑے ہو گئے، اندر داخل نہیں ہوئے، حضرت عائشہ فرماتی ہیں میں

نے آپ کے چہرے سے ناگواری کے آثار محسوس کئے، اور عرض کیا یارسول اللہ! میں اللہ اور اس کے رسول کی طرف توبہ کرتی ہوں، میں نے کون سا جرم کیا (جس کی وجہ سے آپ گھر میں داخل نہیں ہورہے ہیں؟) آپ نے ارشاد فرمایا: یہ (تصویر دار) گدّا کیسا ہے؟ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا میں نے آپ کی راحت کے واسطے اس کو خریدا ہے کہ آپ اس پر بیٹھیں گے، اور ٹیک لگائیں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس قسم کی تصویر بنانے والوں کو قیامت میں عذاب دیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ جو تم نے تصویر بنائی ہے اس میں جان ڈالو! پھر آپ نے فرمایا کہ وہ گھر جس میں ایسی تصویریں ہوں (رحمت کے) فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے)۔

تصاویر کی حرمت ایک اجماعی مسئلہ

وللاجماع قال النووی بعد نقل حرمة صنع تصاویر الحیوانات مانصه ولا فرق فی هذا کله بین ماله ظل ومالاظل له' هذاتلخیص مذهبنا فی المسئلة وبمعناه قال جماهیر العلماء من الصحابة والتابعین ومن بعدهم وهو مذهب الثوری ومالک وأبی حنیفة وغیرهم وقال بعض السلف انما ینهی عما کان له ظل ولا باس بالصورالتی لیس لها ظل وهذا مذهب باطل فان الستر الذی انکر النبی صلی اللّٰه علیه وسلم الصورة فیه لایشک احد انه' مذموم ولیس لصورة ظل، مع باقی الأحادیث مطلقة فی کل صورة .

(مسلم شریف جلد ثانی ص ۱۹۹ باب تحریم تصویر صورة الحیوان وتحریم اتخاذ مافیه صورغیرممتهنة بالفرش ونحوه.)

ترجمہ: تصاویر کی حرمت ایک اجماعی مسئلہ ہے، امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے

حیوانات کی تصویر سازی کی حرمت تحریر فرمانے کے بعد لکھا ہے کہ اس سلسلہ میں سایہ دار اور غیر سایہ دار تصویر کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے (یعنی ہر جاندار کی تصویر حرام ہے خواہ سایہ دار ہو یا غیر سایہ دار) یہ ہمارے مسلک کا خلاصہ ہے اور جمہور صحابہ، جمہور تابعین، جمہور علماء کا قول ہے اور یہی مسلک ہے سفیان ثوریؒ، امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ وغیرہ کا بعض علمائے سلف فرماتے ہیں کہ سایہ دار چیز کی تصویر ممنوع ہے اور غیر سایہ دار چیز کی تصویر جائز ہے لیکن یہ مذہب بالکل باطل ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تصویر والے پردہ پر ہی نکیر فرمائی (جس کی تصویر سایہ دار نہیں ہوتی، اسی طرح کاغذ میں بنی ہوئی تصاویر بھی) لہٰذا اس کی قباحت ومذمت میں تو کوئی شک ہی نہیں، اس کے علاوہ کئی حدیثوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تصویر کا عدم جواز علی الاطلاق بیان فرمایا ہے)۔

بعض حدیثوں سے غلط فہمی اور ان کا ازالہ

رہا استثناء "الارقما فی ثوب" کا (یعنی بعض احادیث سے جو معلوم ہوتا ہے کہ تصویر نا جائز ہے سوائے ان تصویروں کے جو کپڑوں میں بنی ہوں) سو چونکہ یہ استثناء دوسرے نصوص صحیحہ صریحہ، قویہ، واجماع سے معارض ہے اور تاریخ معلوم نہیں اس لئے یہ منسوخ ہے اس قاعدہ کی بناء پر:

إذاتعارض المحرِّم والمبيح ترجح المحرم۔

(کہ حرام اور مباح میں تعارض کے وقت حرام کو ترجیح ہوتی ہے) یا ماؤل یا مقید ہے۔

تاویل یہ ہے جس کو صاحب فتح نے ابن العربی سے نقل کیا ہے **بقوله الثالث ان كانت صورة باقية الشكل حرم وان قطعت الراس وتفرقت الاجزاء جاز قال وهذا هو الاصح،**

ترجمہ: ابن العربی کا قول یہ ہے کہ اگر تصویر مکمل شکل کی ہو تو حرام ہے اور اگر سر

اور دوسرے اعضاء کٹے ہوئے ہوں تو جائز ہے یہ مسلک زیادہ درست معلوم ہوتا ہے)۔

اور نیز صاحب فتح (حافظ ابن حجرؒ) نے اس تاویل کی تائید میں فرمایا ہے:

ویؤید ھذا الجمع الحدیث الذی فی الباب قبله فی نقض الصور (ای فی صحیح البخاری عن عائشةؓ ان النبی صلی الله علیه وسلم لم یکن یترک فی بیته شیئا فیه تصالیب وفی نسخة تصاویر إلانقضه اھ)۔

(بخاری شریف ۲/ ۸۸۰)

اور اس جمع و تطبیق کی تائید بخاری شریف کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو اس باب سے پہلے (یعنی بخاری شریف کے اس باب سے پہلے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تصویروں کو توڑنے کا ذکر آیا ہے) باب میں ہے (جس کا مضمون یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں کسی تصویر کو توڑے بغیر نہیں چھوڑتے، یعنی جو بھی تصویر آپ کو گھر میں نظر آتی آپ اس کو فوراً توڑ ڈالتے)۔

تصویر دار پردے اور تکیہ پر آپ نے نکیر فرمائی اور عذاب کی خبر دی

اور تقیید یہ ہے جس کو صاحب فتح نے ابن العربی سے نقل کیا ہے بقوله **الرابع ان کان ممایمتھن جازوان کان معلقالم یجز،**

کله من الحواشی علی صحیح البخاری باب التصاویر الی "باب من کرہ القعود علی الصور"

ولفظ حدیث الباب الأخیر، قال: ماھذہ النمرقة؟ قلت: لتجلس علیھا وتوسد ھا قال ان اصحاب ھٰذہ الصور یعذبون یوم القیمة الخ .(بخاری ۲/ ۸۸۰.)

ترجمہ: ابن العربی کی رائے یہ ہے کہ اگر تصویر ایسی ہو کہ پامال کی جاتی ہو تو جائز ہے اور اگر لٹکی ہوئی ہو تو ناجائز ہے۔ یہ ساری تفصیلات بخاری شریف کے حاشیہ سے ماخوذ ہیں جو باب التصاویر سے لے کر **باب من کرہ القعود علی الصور** میں مذکور ہے، اس حدیث میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا یہ گدا کس لئے ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا، آپ کے بیٹھنے اور اس پر ٹیک لگانے کے لئے ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان تصویروں کے بنانے والوں کو قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا۔)

اور تقیید کا قرینہ یہ ہے کہ عادۃً ثوب ممتہن ہوتا ہے (یعنی کپڑے پامال ہوتے ہیں، روندے جاتے ہیں) چنانچہ جو ثوب ممتہن نہ تھا جیسا حدیث اول میں ہے **قد سترت بقرام الخ** (یعنی تصویر دار کپڑے کا پردہ بنایا تھا جو پامال نہیں ہوتا بلکہ زینت وعزت کے لئے بھی ہوتا ہے) اس میں آپ نے جائز نہیں رکھا (بلکہ نکیر فرمائی)۔

مفاسد اور عوارض کی بناپر بھی کپڑے وکاغذ اور اخبار کی تصویریں حرام ہیں

اور بالفرض اس مذہب کو بھی احتمالاً اگر صحیح مان لیا جاوے تب بھی کلیات شرعیہ سے ایک دوسری قید سے اس کی تقیید ضروری ہے وہ یہ کہ اس سے کوئی محذور (یعنی شرعی خرابی) لازم نہ آئے اور یہاں محذور مشاہد ہے چنانچہ اس توسع کا عوام پر یہ اثر ہوا کہ تصویر سے مطلقاً نفرت نہیں رہی مجسمہ تک کو جائز سمجھنے لگے، شہوت انگیز اور فحش تصویریں لذت کے لئے رکھنے لگے، سو ایسی حالت میں تو مباحات متفق علیہا بھی حرام ہو جاتے ہیں چنانچہ ایسے ہی عارض سے اجنبیہ کی چادر پر نظر کرنے کو فقہاء نے حرام فرمایا اور تعجب نہیں کہ اوپر باب اخیر کی حدیث میں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جلوس وتوسد (یعنی

تصویر والے کپڑے پر بیٹھنے اور ٹیک لگانے) کو بھی ناپسند فرمایا اس کا یہی محمل ہو۔

اس تقریر سے ان لوگوں پر بھی کوئی اشکال نہیں رہا جو تصویر ممتہن یعنی پامال کی جانے والی تصویر کے جواز کے قائل ہیں، کیونکہ اس کی حرمت تو مفاسد وعوارض کی وجہ سے ہوگی جو ہر صورت کو شامل ہے۔

بہرحال کاغذ وغیرہ پر متعارف منقوش (ومطبوع یعنی کاغذ میں چھپی ہوئی اور دیوار یا کپڑوں میں بنی ہوئی) تصویریں یقیناً حرام ہیں خواہ لعینھا خواہ لغیرھا (خواہ اپنی ذات کے لحاظ سے یا عوارض ومفاسد کی وجہ سے)۔

رسول اللہ ﷺ نے خانہ کعبہ سے فرشتوں اور حضرت ابراہیم واسماعیل علیہما السلام کی تصویروں کو بھی بالکل مٹا دیا تھا

بیت اللہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام وحضرت اسماعیل علیہ السلام کی تصاویر تھیں مگر آپ نے جو ان کے ساتھ معاملہ کیا حدیثوں میں مذکور اور مشہور ہے، کہ اس کو نکال باہر کیا اور ختم کیا۔ (بخاری شریف کتاب المواعظ، ص:۲۱۸، ج:۲۔)

اہل جاہلیت نے جیسے خانہ کعبہ کے اردگرد بت کھڑے کئے تھے اسی طرح جوف کعبہ کے اندر تصاویر منقوش بھی بنائی تھیں (یعنی دیواروں میں نقش کی تھیں) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں قسم کی تصاویر کے ساتھ یکساں معاملہ فرمایا یعنی نہایت اہتمام کے ساتھ ان کا ازالہ فرمایا کمافی زاد المعاد فصل فی الفتح الاعظم (فتح مکۃ) ثم نھض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاقبل الی الحجر الاسود وفی یدہ قوس وحول البیت ثلثمائۃ وستون صنما فجعل یطعنھا بقوس تتساقط علی وجوھھا و دعی عثمان ابن طلحۃ فاخذمنہ مفتاح الکعبہ فامر بھا ففتحت فدخلھا فرأی فیھا الصور ورأی فیھا صورۃ ابراھیم واسمٰعیل

ورأى في الكعبة حمامة من عيدان فكسرها بيده وامر بالصور.

(اخرجه البخاري في المغازي باب ابن ركز النبي — صلى الله عليه وسلم — الراية يوم الفتح (زادالمعاد مختصراً الجزء الثالث ص: ۴۰۶)

وفي سيرة ابن هشام ذكر الاسباب الموجبة للمسير الى مكة وذكر فتح مكة وحدثنا بعض اهل العلم ان رسول الله صلى الله عليه وسلم دخل البيت يوم الفتح فرأى فيه صور الملئكة وغيرهم إلى قوله ثم امر بتلك الصور كلها فطمست اهـ. (سیرۃ ابن ہشام مختصراً)

ان روایات سے (معلوم ہوا) کہ غیر ذی ظل (یعنی ایسی تصویر جو سایہ دار نہ ہو جیسے کپڑے وکاغذ میں بنی ہوئی) تصویر بھی حرام ہے کیونکہ جوف کعبہ کی اکثر تصاویر ایسی ہی تھیں کمایدل علیه لفظ الصور ولفظ المحو والطمس.

یہ کہنا صحیح نہیں کہ تصویر کی ممانعت افضاالی الشرک کی وجہ سے تھی اور اب شرک کا خطرہ نہیں رہا لہٰذا جائز ہے

(مذکورہ تفصیل سے) اس کا جواب بھی نکل آیا جو بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ انتظامی مصلحت سے آپ نے ایسا کیا کہ یہ مفضی الی الشرک نہ ہو جائے (یعنی یہ تصویریں شرک کا ذریعہ نہ بن جائیں) جیسا سابق میں ہوا، ورنہ فی نفسہ اس کی اجازت ہے اور اب علم کی ترقی ہو جانے سے اس کا احتمال نہیں۔

جواب ظاہر ہے کہ ترقی علم سے زیادہ مانع حکومت تھی تو حکومت حقہ ہوتے ہوئے اگر تصاویر جوف کعبہ کی باقی بھی رہتیں تو ہرگز افضاالی الشرک محتمل نہ تھا، (یعنی شرک کا خطرہ نہ تھا تب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو باقی نہ رکھا، اسی طرح خود آپ کے گھر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے شرک کا احتمال نہ تھا اس کے باوجود

آپ نے منع فرمایا اور عذاب کی خبر دی)۔

دوسرے مفسدہ افضائی الشرک میں تو منحصر نہیں اگر خاص یہ مفسدہ محتمل نہ رہا تو دوسرے مفاسد بھی حرمت کے لئے کافی ہیں۔ (تقدیس القرآن، بوادر النوادر ص ۷۸۷ تا ۷۸۹)

آئینہ پر قیاس کر کے بھی کیمرے کی تصاویر کو جائز نہیں کہہ سکتے

الغرض: شریعتِ اسلامیہ میں جاندار کی تصویر بنانا مطلقاً معصیت (گناہ) ہے خواہ کسی کی تصویر ہو اور خواہ مجسمہ ہو یا غیر مجسمہ، اور آئینہ پر قیاس کر کے اس کو جائز کہنا (کہ فوٹو آئینہ کی طرح عکس ہے لہٰذا جس طرح آئینہ دیکھنا جائز ہے یہ بھی جائز ہے یہ قول) بالکل غلط ہے، اور قیاس مع الفارق ہے، آئینہ کے اندر کوئی انتقاش (پائیداری) باقی نہیں رہتی، زوال محاذاۃ (یعنی سامنے کی چیز ہٹانے) کے بعد وہ عکس بھی زائل ہو جاتا ہے، بخلاف فوٹو کے (کہ وہ تقابل کے بعد بھی باقی رہتا ہے) اور یہ بالکل ظاہر ہے اور پھر صنعت کے واسطے سے ہے اسی لیے (حکم میں) بالکل دستی تصویر کے مثل ہے۔

امداد الفتاویٰ، ج:۴، ص:۲۵۴، ج:۴، ص:۲۵۸۔

بزرگوں کی تصویر رکھنا

سوال (۳۱۰) مرقع حضرت سیدنا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم وحضرت غوث الاعظم محمد عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ودیگر بزرگان کا رکھنا اور ان پر فاتحہ درود بھیجنا و پھول چڑھانا یا مکانوں میں مثل وصلی لگانا اور تعظیم کرنا درست ہے یا نہیں، امید کہ اس کے جواب سے مطلع فرمائیں، یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۲۱ھ۔

الجواب: تصویر جس کو اس زمانہ کی اصطلاح میں مرقع کہتے ہیں، احادیث صحیحہ کی رو سے اس کا بنانا رکھنا سب حرام ہے، اور اس کا ازالہ محو کرنا واجب ہے، اس لئے کہ اس کے یہ معاملات سخت گناہ ہے۔ (امداد الفتاویٰ ص ۲۴۳ ج ۴)

نصف دھڑ کی تصویر کا حکم

سوال (۳۱۷) آدمی کی نصف تصویر جسے انگریزی میں لبسٹ کہتے ہیں بنانا جائز ہے یا نہیں؟ اور جب جائز ہوگا تو مکان میں رکھنے میں کیا حرج ہے؟ پہلے خط میں جناب نے یہ تحریر فرمایا تھا کہ تصویر میں اگر ایسا عضو کم ہو جس کے بدون زندہ رہ سکے تو اس کا بنانا درست ہے، اس حالت میں نصف اوپر کے حصہ کی تصویر بنانی اور رکھنی درست ہے؟

الجواب: جزئیہ نہیں دیکھا، مگر میں اس کو ناجائز سمجھتا ہوں کیونکہ مقصود تصویر میں وجہ ہی ہے اور قاعدہ مشہورہ ہے کہ جس عضو کے بغیر حیوان زندہ رہ سکے اس کے قطع سے تصویر نہیں رہتی، وجہ مستثنیٰ ہے، اور مجھ کو یہ بھی یاد نہیں کہ میں نے ایسے عضو کی کمی کی صورت میں بنانے کو جائز کہا تھا، یا رکھنے کو کیونکہ بنانے کو میں مطلقاً ناجائز سمجھتا ہوں، اگر ایسا لکھا ہو تو میں رجوع کرتا ہوں۔ (امداد الفتاویٰ ص ۲۰۲ ج ۴)

فائدہ از مرتب

فوٹو اور اخبارات ورسائل میں طبع شدہ تصاویر کے سلسلہ میں اس وقت لوگوں میں بڑی غفلت اور تساہلی ہے، ایک طبقہ نے کاغذ اور کپڑوں میں بنی اور چھپی ہوئی تصاویر کو ممانعت سے بالکل خارج اور علی الاطلاق جائز سمجھ لیا ہے حالانکہ تمام فقہاء ومحدثین اور علمائے حق نے واضح طور پر تحریر فرمایا ہے کہ تصاویر کا عمل گناہ کبیرہ اور سخت عذاب کا موجب ہے، حافظ ذہبیؒ نے اپنی کتاب "الکبائر" میں اور حافظ ابن حجر ہیتمیؒ نے "الزواجر عن اقتراف الکبائر" میں اس کو گناہ کبیرہ قرار دیا ہے۔

اب اگر کلام کی گنجائش ہے تو صرف اس پہلو سے کہ آیا یہ تصویر ممنوع کا مصداق ہے یا نہیں؟ دوسرے جن ضرورتوں کی بنا پر تصاویر جائز ہیں ان ضرورتوں یا مستثنیات کی فہرست میں یہ صورت بھی داخل ہے یا نہیں، اس میں علماء کے درمیان اختلاف ہوسکتا ہے، باقی نفس تصویر کی حرمت تو تمام فقہاء ومحدثین کی نزدیک تقریباً متفق علیہ ہے، خواہ وہ تصاویر کاغذوں میں چھپی ہوئی ہوں یا کپڑوں میں بنی ہوئی یہی جمہور صحابہ وتابعین اور ائمہ مجتہدین کا مسلک ہے جیسا کہ شارح مسلم امام نوویؒ اور حافظ ابن حجر ہیتمیؒ نے اس کی تصریح فرمائی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

جاندار کی تصاویر خواہ سایہ دار ہوں یا غیر سایہ دار، منقوش ہوں یا منسوج یعنی نقش کی ہوئی ہوں یا کپڑوں میں بنی ہوئی، چھت میں ہوں یا مکان میں، بستر اور چادر میں ہوں یا تکیہ اور کپڑے میں، درہم ودینار میں یا برتن اور دیوار میں یا اس کے مشابہ کسی چیز میں ہر طرح کی تصویریں ممنوع اور حرام ہیں، عذاب الٰہی کا ذریعہ ہیں جن سے بچنا ضروری ہے، اور ایسی تصویروں کا مٹانا اور تلف کرنا واجب ہے، خواہ وہ ممتہن ہوں یا غیر ممتہن (یعنی پامال کی جانے اور روندی جانے والی ہوں یا اس کے علاوہ سب ممنوع) کیونکہ حدیث

پاک کا اطلاق وعموم سب کو شامل ہے، جمہور علماء صحابہ،تابعین،امام شافعیؒ ،امام مالکؒ ،امام ثوری،امام ابوحنیفہؒ وغیرہ ائمہ مجتہدین کا یہی مسلک ہے،امام نوویؒ اور حافظ ابن حجرؒ کی عبارتیں جن کا خلاصہ ماقبل میں عرض کیا گیا،درج ذیل ہیں:

تصاویر کے سلسلہ میں شراح حدیث کی چند واضح تصریحات

حافظ ابن حجر تحریر فرماتے ہیں:

(۱)ثم رأیت فی شرح مسلم مایصرح بما ذکرته حیث قال ماحاصله:

تصویر صورة الحیوان حرام من الکبائر للوعید الشدید سواء صنعه لما یمتهن اولغیره اذفیه مضاهاة لخلق اللّٰه وسواء کان ببساط اوثوب اور درهم أو دینار أوفلس أوانا، أوحائط أومخدة اونحوها.........ولا فرق بین ماله ظل ومالا ظل له هذا تلخیص مذهب جمهور علماء الصحابة والتابعین ومن بعدهم کالشافعی ومالک والثوری وأبوحنیفة وغیرهم . (الزواجر عن اقتراف الکبائر ص۱۲ ج۲)

علامہ ذہبی تحریر فرماتے ہیں:

(۲)وأما الصور فهی کل مصوّر من ذوات الأرواح سواء کانت لها اشخاص منتصبة اوکانت منقوشة فی سقف اوجدار اوموضوعة فی نمط أومنسوجة فی ثوب أومکان، فان قضیة العموم تاتی علیها فلیجتنب ،النمط ظهارة الفراش وهی ایضا نوع من البسط،ویجب اتلاف الصور لمن قدر علی اتلافها وازالتها. (الکبائر للذہبی ص۳۰۸ المتوفی ۷۴۸)

دونوں عبارتوں کا خلاصہ ترجمہ ماقبل میں ذکر کیا جاچکا۔

تصویر کے متعلق علماءِ عرب کی تحقیق اور ان کے دارالافتاء کا فتویٰ

سعودی عرب کے علماء محققین مثلاً شیخ عبداللہ بن باز، عبداللہ بن غدیان، عبدالرزاق عفیفی وغیرہ اور وہاں کے معتمد دارالافتاء ''اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء'' کا فتویٰ جو پوری بحث وتحقیق اور اجتماعی غور وخوض کے بعد فتاویٰ صادر کرتا ہے، ان کا فتویٰ بھی یہی ہے کہ جاندار کی تصاویر خواہ مجسمہ کی شکل میں ہوں یا کاغذ اور کپڑوں میں بنی اور چھپی اور رنگی ہوئی ہوں یا دیوار وغیرہ میں ہوں اسی طرح کیمرے کے ذریعہ کاغذ میں نمودار اور طبع ہونے والی تصاویر سب ناجائز، حرام، گناہ کبیرہ، شرک کا ذریعہ، سخت عذاب کا موجب ہیں، ایسے لوگوں پر جو اس کے مرتکب ہوئے ہوں توبہ واستغفار کرنا لازم ہے، البتہ ضرورت شرعیہ مثلاً پاسپورٹ وغیرہ کی ضرورت سے تصویر کھنچوانا جائز ہے۔

اخباروں میں شائع ہونے والی تصاویر کا بھی یہی حکم ہے، کہ وہ ناجائز اور حرام ہیں کیونکہ آلہ اور وسیلہ کے بدلنے سے حکم مختلف نہیں ہوگا، البتہ ضرورت اور مصالح کی وجہ سے ایسے اخباروں کا خریدنا اور پڑھنا جائز ہے، یہ ''اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء'' کے متعدد فتاویٰ کا حاصل ہے جس کو انہوں نے دلائل شرعیہ، عقلیہ ونقلیہ اور احادیث نبویہ کی روشنی میں تحریر فرمایا ہے، نیز معترضین کے اعتراضات کے جوابات بھی تحریر فرمائے ہیں، چند مختصر فتاویٰ درج ذیل ہیں:

(۱) لاشک أن تصوير كل ما فيه روح حرام بل من الكبائر لما ورد في ذالک من الوعيد الشديد في نصوص السنة، ولما فيه من التشبه بالله في خلقه الأحياء ولأنه وسيلة إلى الفتنة وذريعة إلى الشرک في كثير من الأحوال۔ (فتویٰ رقم ۱۹۵۳)

(۲) الأصل في تصوير كل ما فيه روح من الانسان وسائر

الحيوانات أنه حرام ،سواء كانت الصور مجسمة أم رسوما على ورقة أوقماش أو جدران ونحوها ام كانت صورا شمسية لما ثبت في الاحاديث الصحيحة من النهي عن ذالك ۔(فتویٰ رقم ۲۰۳۶)

(۳)سوال :هل التصوير بالكاميرا حرام أم لاشئ على فاعله؟

ج: تصوير ذوات الأرواح بالكاميرا وغيرها حرام وعلى من فعل ذالك ان يتوب الى الله ويستغفره ويندم على ما حصل منه ولا يعود اليه۔ (فتویٰ رقم ۳۵۹۲)

(۴)لايجوز تصوير ذاوات الأرواح بالكاميرا أوغيرها من آلات التصوير ،ولا اقتناء صور ذوات الأرواح ولا الابقاء عليها إلا لضرورة كالصور التي تكون بالتابعية او جواز السفر، فيجوز تصويرها والا بقاء عليها للضرورة إليها. (فتویٰ رقم ۲۳۵۸)

(۵) تصوير ذوات الأرواح حرام سواء كان تصويراً مجسما أوشمسيا أونقشاً بيد أو آلة لعموم أدلة تحريم التصوير. (فتویٰ رقم ۳۳۴۷)

(۶)التصوير الفوتو غرافي الشمسي من أنواع التصوير المحرم ،فهو والتصوير عن طريق النسيج والصبغ بالألوان والصور المجسمة سواء في الحكم ،والاختلاف في وسيله التصوير وآلته لايقتضي اختلا فا في الحكم.

المجلات والجرائد التي بها أخبار مهمة ومسائل علمية نافعة وبها صور لذوات الأرواح يجوز شراؤها والا نتفاع بما فيها من علم مفيد وأخبار مهمة لأن المقصود منها مافيها من العلم والأخبار والصور تابعة، والحكم يتبع الأصل المقصود اليه دون التابع۔(فتویٰ رقم ۳۳۷۴)

(ماخوذ از فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء ص ۳۳۵ تا ۳۶۱)

ترجمہ: بلاشبہ ہر جاندار کی تصویر حرام اور گناہ کبیرہ ہے کیونکہ حدیثوں میں اس پر سخت وعیدیں آئی ہیں، نیز اس میں اللہ کی خلقت اور پیدا کرنے کے ساتھ تشبہ بھی ہے، اور اس وجہ سے بھی کہ بہت سے موقعوں میں یہ تصویریں بڑے فتنہ یعنی شرک کا ذریعہ بھی بنتی ہیں۔

(۲) انسان اور اسی طرح تمام حیوانات یعنی ہر ذی روح کی تصویر حرام ہے، خواہ وہ مجسمہ کی شکل میں ہو یا کسی ورق، سامان، دیوار وغیرہ پر نقش کی ہوئی ہو، خواہ برقی آلہ یعنی کیمرہ وغیرہ کے ذریعہ کھینچی گئی ہو، یا اس کے علاوہ، سب ناجائز ہے، کیونکہ صحیح حدیثوں میں سب کی ممانعت آئی ہے۔

(۳) **سوال**: کیمرہ سے تصویر کھینچنا کیا حرام ہے؟ اور ایسے شخص کیلئے کیا حکم ہے؟

جواب: جاندار کی تصویر خواہ کیمرہ سے کھینچی جائے یا کسی اور آلہ سے، بالکل حرام ہے، ایسا کرنے والے پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ سے توبہ واستغفار کرے، آئندہ نہ کرنے کا عہد کرے اور اب تک جو کر چکا ہے، اس پر نادم ہو۔

(۴) جاندار کی تصاویر خواہ کیمرہ سے لی جائیں یا دوسرے آلات کے ذریعہ بالکل ناجائز ہیں، ان آلات کے ذریعہ حاصل کی ہوئی تصویروں کو باقی رکھنا بھی جائز نہیں، الا یہ کہ پاسپورٹ اور آئی ڈی وغیرہ کی ضرورت سے ہو تو ان کا رکھنا ضرورت کی وجہ سے جائز ہے۔

(۵) جاندار کی تصویر حرام ہے، خواہ مجسمہ کی شکل میں ہو یا ہاتھ سے بنائی جائے یا کسی برقی آلہ سے یا کسی بھی آلہ سے لی جائے، کیونکہ تصویر کے حرمت کے دلائل عام ہیں، اس میں کسی خاص آلہ اور کسی خاص طریقہ کی تخصیص نہیں۔

(۶) برقی فوٹوگرافی یعنی کیمرہ وغیرہ کے ذریعہ تصویر کشی حرام ہے، خواہ کپڑے وغیرہ میں بنی ہوئی ہو، یا مجسمہ کی شکل میں، سب حرام ہیں، کیونکہ آلات کے بدلنے سے حکم نہیں بدلتا۔

تصویر اور فوٹو کے متعلق

علماءِ ہند وپاکستان کے تحقیقی فتاویٰ اور ان کی تصریحات

تصویر سے متعلق حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی تحقیق

محدث کبیر حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے تصویر سے متعلق اپنی کتاب ''حجۃ اللہ البالغۃ'' اور ''المسوّیٰ شرح موطا'' میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ:

تصاویر جاندار کی ہوں جیسے انسانوں یا حیوانوں کی تصویریں یا غیر جاندار کی جیسے نباتات وجمادات اور شجر وحجر کی تصویریں، شریعت میں دونوں ہی ناپسندیدہ ہیں، جاندار کی تصویریں ذرائع شرک میں سے ہیں، اس لئے وہ تو قطعاً ناجائز ہیں، خواہ کپڑوں دیواروں میں ہوں یا بستر اور گدّوں میں، یعنی سایہ دار ہوں یا غیر سایہ دار، سب ناجائز ہیں، کیونکہ شرک کا ذریعہ بن سکتی ہیں، اور شریعت مقدسہ میں شرک کے تمام راستوں اور چور دروازوں کو ممنوع اور ناجائز قرار دیا گیا ہے، اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے سختی سے منع فرمایا ہے اور ایسا کرنے والوں کو عذاب شدید کی خبر دی ہے۔

رہ گئی غیر جاندار کی تصویریں تو وہ شرک کا ذریعہ تو نہیں لیکن اہلِ ترفہ وتنعم اور صورۃً اہلِ تکبر کی سی زینت اور ان کی عادت ہے، اس لئے شریعت نے اس کو بھی ناپسند کیا ہے، اہلِ عجم ان غیر جاندار تصاویر کے ذریعہ فخر وتکبر میں مبتلا ہوتے اور اس میں کافی مال خرچ کرتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اہلِ عجم کے یہ حالات دیکھے تو آپ نے

اپنی امت کے لئے اس کو بھی ناپسند فرمایا اور جاندار کی تصویروں کو مطلقاً ناجائز قرار دیا، اور غیر جاندار کی تصویروں کو جائز رکھا، لیکن پسند نہیں کیا۔

اور جن بعض روایات میں جاندار کی تصاویر سے کے متعلق ''إلا رقماً'' کا استثنیٰ ہے جس سے بعض لوگوں کو شبہ ہوا کہ جاندار کی تصاویر جو سایہ دار نہ ہوں مثلاً کپڑے کاغذ وغیرہ میں ہوں تو وہ جائز ہیں، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان ''إلا رقماً'' کا مطلب یہ ہرگز نہیں، بلکہ اس سے مراد وہ تصویریں ہیں جو اتنی چھوٹی ہوں کہ دیکھنے سے تصویر نہ معلوم ہوتی ہوں اور قریب سے بھی نظر نہ آتی ہوں، ایسی تصویروں کا جواز ہے، اور شاہ صاحبؒ نے اپنی اس بات کو دلائل سے ثابت فرمایا ہے، ورنہ کپڑوں اور دیواروں وغیرہ میں بنی ہوئی نمایاں جاندار کی تصویروں کو آپ نے بالکل ناجائز قرار دیا ہے، اخبار اور کاغذوں میں چھپی ہوئی تصویریں بھی اسی حکم میں ہیں، یہ خلاصہ ہے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی تحقیق کا، حضرت شاہؒ کی عبارتیں درج ذیل ہیں:

إعلم أن النبي ﷺ نظر إلى عادات العجم وتعمّقاتهم في الإطمئنان بلذّات الدّنيا فحرّم رؤسها وأصولها، وكره ما دون ذلك، لأنه علم أن ذلك مفض إلى نسيان الدار الآخرة، مستلزم للإكثار من طلب الدّنيا، فمن تلك الرؤس..... صناعة التصاوير في الثياب والجدران والأنماط فنهى عنها النبي ﷺ.

ومدار النهي شيئان، أحدهما أنها أحد وجوه الإرفاه والزينة فإنهم كانوا يتفاخرون بها ويبذلون أموالاً خطيرةً فيها فكانت كالحرير، وهذا المعنىٰ موجود في صورة الشجر وغيرها.

وثانيهما أن المخامرة بالصور واتخاذها وجريان الرسم بالرغبة

فيها يفتح باب عبادة الأصنام وينوه أمرها ويذكرها لأهلها، وهذا المعنىٰ يختص بصورة الحيوان، ولذلک أمر بقطع رأس التماثيل لتصير كهيئة الشجر، وخف فساد صناعة صورة الأشجار.

(حجۃ اللہ البالغہ ص ۱۸۹، ۱۹۲، مبحث في اللباس والزينة، مطبوعہ رشیدیہ دہلی)

قوله: "إلا ما كان رقماً" قيل: لعلّ الصورة المنهي عنها إنما هي ما كان لهٗ الشخص دون ما كان منسوجاً في ثوب أومنقوشاً في جدارٍ، وحديث القاسم عن عائشة (أنها اشترت نمرقة فيها تصاوير فلما رآها رسول الله ﷺ قام على الباب فلم يدخل ......فقال رسول الله ﷺ إن أصحاب هذه الصور يعذبون يوم القيامة يقال لهم أحيوا ما خلقتم) يفسد هذا التاويل.

أقول: "الرقم" الكتابة ومنه قوله تعالى: كِتَابٌ مَّرْقُوْمٌ، ولا تكون الكتابة إلا علامات صغيرة لا يبدوا للناظر من مسافة ثلاثة أذرع ونحوها، فاستعير ههنا للصورة الصغيرة التي لا تبدو للناظر من تلک المسافة.

(المسوّیٰ شرح مؤطا باب ۹۶۳ ما يحرم تزيين البيوت المصورة، ص ۳۳۰، مطبوعہ لکھنؤ)

تصویر سے متعلق مولانا اسماعیل شہیدؒ کا اہم مضمون حدیث کی روشنی میں

حضرت مولانا اسماعیل شہیدؒ اپنی کتاب "تقویۃ الایمان" میں تصویر سے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

حضرت عائشہؓ سے منقول ہے کہ انہوں نے ایک غلیچہ خریدا، جس میں تصویریں بنی ہوئی تھیں، جب رسول اللہ ﷺ نے اس کو دیکھا تو آپ دروازہ

پر کھڑے ہوگئے، اندر داخل نہیں ہوئے، حضرت عائشہ فرماتی ہیں میں نے آپ کے چہرے پر ناراضگی کا اثر پہچان لیا، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں توبہ کرتی ہوں اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے میں نے کون سا گناہ کیا؟ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، یہ تصویر دار غالیچہ کیسا ہے؟ عرض کیا میں نے آپ کے لئے خریدا ہے، تاکہ آپ اس پر بیٹھیں اور ٹیک لگائیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان تصویر والوں کو قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا، اور ان سے کہا جائے گا جو چیز تم نے بنائی ہے اس میں جان ڈالو، اور آپ نے فرمایا جس گھر میں تصویر ہوتی ہے اس گھر میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔　　(مشکوٰۃ شریف باب التصاویر)

فائدہ: یعنی اکثر مشرکین تصویروں کو پوجتے ہیں، اس لئے فرشتوں کو تصویروں سے گھن آتی ہے، اور پیغمبروں کو بھی ان سے نفرت ہے، اور ان کے بنانے والوں پر سخت عذاب ہوگا کہ بت پرستی اور شرک کا سامان اکھٹا کرتے ہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ جو بعضے جاہل لوگ پیغمبروں کی یا اولیاء کی یا اپنے پیروں کو تصویروں کی تعظیم کرتے ہیں، اور برکت کے لئے اپنے پاس رکھتے ہیں، بالکل گمراہ اور شرک میں ڈوبے ہوئے ہیں، اور پیغمبر علیہم السلام اور فرشتے بھی ان سے بیزار ہیں، بلکہ سب تصویروں کو ناپاک سمجھ کر گھر سے دور کیجئے، تاکہ پیغمبر بھی خوش ہو اور فرشتے بھی اس گھر میں آئے، اور ان کے قدم سے گھر میں برکت پھیل جائے۔

(تقویۃ الایمان ص ۵۵ مطبوعہ دیوبند)

(۴) أخرج البيهقي عن عبدالله بن عباس قال سمعت رسول الله ﷺ يقول أشد الناس عذاباً يوم القيامة من قتل نبياً أو قتل نبي، أو قتل أحد والديه والمصورون، وعالم لا ينتفع بعلمه.　　(مشکوٰۃ شریف باب التصاویر)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول پاک ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کے دن سب سے بڑا عذاب اس شخص کو ہوگا جس نے کسی نبی کو قتل کیا، یا اس کو کسی نبی نے قتل کیا، یا اس نے والدین میں سے کسی ایک کو مارا، اور تصویر بنانے والوں کو، اور اس عالم کو جس کے علم سے اس کو کوئی فائدہ نہ ہوا ہو۔

فائدہ: یعنی تصویر بنانے والا ان بڑے بڑے گنہگاروں میں داخل ہے، اس حدیث سے تصویر بنانے کا گناہ سمجھنا چاہئے کہ یزید وشمر نے تو پیغمبر ﷺ کو نہیں مارا تھا، بلکہ پیغمبر کے نواسے کو اور اپنے وقت کے امام کو مارا تھا، جو پیغمبر ﷺ کا نائب تھا، اور تصویر بنانے والے کو خود پیغمبر ﷺ کے قاتل کا سا گناہ ہے، تو تصویر ساز یزید اور شمر سے بھی بدتر ہیں۔

(۳) أخرج الشیخان عن ابی ھریرة قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول قال اللہ تعالیٰ ومن أظلم ممن ذھب یخلق کخلقی فلیخلقوا ذرةً ولیخلقوا حبةً أو شعیرةً. (مشکوۃ شریف باب التصاویر)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سُنا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس سے بڑا کون ظالم اور بے ادب ہوگا، جو پیدا کرنے کا ارادہ کرے، جیسے میں پیدا کرتا ہوں، ذرا ایک ذرّہ یا ایک دانہ یا ایک جَو تو پیدا کرلیں؟

فائدہ: یعنی تصویر بنانے والا در پردہ خدائی کا دعویٰ کرتا ہے جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے بنائی ہیں میں بھی اس کے مثل بنانے کا ارادہ کرتا ہوں، سو یہ شخص بڑا بے ادب اور ظالم ہے، اور صریح جھوٹ ہے، کیونکہ ایک دانہ کے بنانے کی بھی وہ قدرت نہیں رکھتا۔　(تقویۃ الایمان ص ۵۵ ومابعد)

تصویر کے متعلق حضرت مولانا عبدالحی صاحب فرنگی محلیؒ اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ کا مضمون

حضرت مولانا عبدالحی فرنگی محلیؒ اپنے فتاویٰ میں تحریر فرماتے ہیں:

أخرج أبو داؤد والنسائي والحاكم عن علي قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لاتدخل الملائكة بيتا فيه صورة ولا كلب ولا جنب.

ترجمہ: حضرت علی کرم اللہ وجہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ملائکہ اس گھر میں نہیں جاتے جس میں تصویریں، کتے، یا ناپاک لوگ ہوتے ہیں۔

(مجموعۃ الفتاویٰ، کتاب الحظر والاباحۃ ص ۸۰ ج ۲ مطبوعہ کانپور)

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ نے فضائل اعمال میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل فرمایا ہے کہ:

(رحمت کے فرشتے) اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا سُور ہو یا حرام کاری کی وجہ سے جنبی یا تصویر ہو، مسلم شریف کی روایت میں ہے:

لاتدخل الملائكة بيتا فيه تماثيل أو تصاوير فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں مورتی یا تصویریں ہوں۔ (صحیح مسلم ص ۲۰۲ ج ۲ باب التصاویر)

مسلمانوں کے کتنے گھر ایسے ہیں جن میں خیالی زینت کے خاطر تصویریں لٹکائی جاتی ہیں اور اللہ کی اتنی بڑی نعمتِ رحمت سے اپنے ہاتھوں اپنے کو محروم کرتے ہیں، تصویر لٹکانے والا ایک آدھ ہوتا ہے مگر اس گھر میں رحمت کے فرشتوں کے داخل ہونے سے روکنے کا سبب بن کر سارے ہی گھر کو اپنے ساتھ محروم رکھتا ہے۔

(فضائل رمضان فصل ثانی تشریح حدیث ۳ فضائل اعمال ۶۷۹)

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے میدان حشر میں پیش آنے والے واقعات کی تفصیلات سے متعلق کئی طویل حدیثیں ذکر فرمائی ہیں جس میں بغیر حساب کتاب کے جنت میں جانے والوں کا تذکرہ فرمایا ہے، اس کے بعد لکھا ہے کہ:

''جہنم سے ایک (عُنُق) لمبی گردن ظاہر ہوگی جو لوگوں کو پھاندتی ہوئی چلی آئے گی اس میں دو چمکدار آنکھیں ہوں گی، اور نہایت فصیح زبان ہوگی، وہ کہے گی کہ میں ہر اس شخص پر مسلّط ہوں جو متکبر، بد مزاج ہو، اور مجمع سے ایسے لوگوں کو اس طرح چن لے گی جیسا کہ جانور دانہ چگتا ہے ان سب کو چن کر جہنم میں پھینک دے گی، اس کے بعد پھر اسی طرح دوبارہ نکلے گی اور کہے گی کہ اب میں ہر اس شخص پر مسلّط ہوں جس نے اللہ کو اور اس کے رسول ﷺ کو ایذاء دی، ان لوگوں کو بھی جماعت سے چن کر لے جائے گی، اس کے بعد سہ بارہ نکلے گی اور اس مرتبہ تصویر والوں کو چن کر لے جائے گی، اس کے بعد جب یہ تینوں قسم کے آدمی مجمع سے چھٹ جائیں گے تو حساب و کتاب شروع ہوگا۔ (بیہقی)

إني وكلت بأصحاب التصاوير الخ أخرجه البيهقي في الشعب برقم: ٢٩٧٥۔ (فضائل نماز باب اول تشریح حدیث ۷ مختصر أفضائل اعمال ۳۲۷)

فقیہ النفس حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کا فتویٰ

فقیہ النفس مفسر قرآن حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ ''تصویر کے شرعی احکام'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''تصویر کشی صرف اسی کا نام نہیں کہ قلم سے تصویر بنائی جائے یا پتھر وغیرہ کا بت تراشا جائے، بلکہ وہ تمام صورتیں تصویر کشی میں داخل ہیں جن کے ذریعہ تصویریں تیار ہوتی ہیں خواہ وہ آلات قدیمہ کے ذریعہ ہو یا آلات جدیدہ فوٹو گرافی اور طباعت

وغیرہ سے، کیونکہ آلات وذرائع کی تخصیص ظاہر ہے کہ کسی کام میں مقصود نہیں ہوتی ،احکام کا تعلق اصل مقصد سے ہوتا ہے اس لئے جیسے قلم ذریعۂ تصویر کشی ہے ایسے ہی طباعت اور آلات فوٹو گرافی ذریعۂ تصویر سازی ہیں، بلکہ بلاواسطہ آلہ کے تو کوئی تصویر بھی نہیں بنتی، کیا قلم آلہ نہیں ہے؟ پھر آلات کے احکام مختلف ہونے کے کوئی معنی نہیں ،اس بیان سے مسائل ذیل مستفاد ہوتے ہیں:

مسئلہ : جیسے قلم سے تصویر کھینچنا ناجائز ہے ایسے ہی فوٹو سے تصویر بنانا یا پریس پر چھاپنا اور مشین وغیرہ میں ڈھالنا یہ بھی ناجائز ہے۔

(تصویر کے شرعی احکام، جواہر الفقہ ص ۲۴۶ ج ۷)

فقیہ وقت حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کا فیصلہ

فقیہ وقت شارح حدیث حضرت مولانا مفتی محمد تقی صاحب عثمانی دامت برکاتہم نے (شرعی عدالت) سپریم کورٹ میں دائر مقدمہ (جس میں وہ بنچ کے ایک کارکن تھے) میں جو فیصلہ لکھا وہ نہایت محقق ومدلل اور مفصل ہے، بطور خلاصہ کے اخیر میں تحریر فرماتے ہیں:

....مندرجہ بالا بحث سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ جو تصویریں مجسموں کی شکل میں نہ ہوں، بلکہ کپڑے یا کاغذ وغیرہ پر اس طرح بنی ہوئی ہوں کہ ان کا سایہ نہ پڑتا ہو،ان کے بارے میں بھی فقہاء امت کی بھاری اکثریت کا مسلک یہی ہے کہ وہ ناجائز ہیں،صرف مالکی فقہاء نے ایسی تصویروں کو جائز قرار دیا ہے۔

لیکن تصویر کی ممانعت سے متعلق جو احادیث ہم نے پیچھے ذکر کی ہیں،ان کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ نقطۂ نظر کمزور اور مجروح ہے،اسی لئے خود مالکی مسلک کے بہت سے فقہاء اور محدثین نے بھی اسے قبول نہیں کیا۔

علماء مالکیہ میں سے بھی حافظ ابن عبدالبرؒ، قاضی ابن العربی اور علامہ زرقانیؒ جیسے جلیل القدر حضرات ممانعت کی احادیث کے پیش نظر حنفی، شافعی اور حنبلی فقہاء کی طرح ہر قسم کی تصویروں کو ناجائز قرار دیتے ہیں۔

البتہ یہ درست ہے کہ ضروری حالات ہر مسئلے میں مستثنیٰ ہوا کرتے ہیں۔

مذکورہ بالا بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ ناقابل انکار احادیث کی رو سے تصویر بنانا اور رکھنا دونوں ناجائز ہیں، خواہ وہ تصویر مجسمے کی شکل کی ہو یا نقوش کی شکل میں، البتہ جہاں شناخت کے مقصد کے لئے واقعی ضرورت داعی ہو وہاں کی حد تک تصویر بنانے یا اس کے استعمال کی اجازت ہے لیکن اس سے ان تصاویر کا جواز پیدا نہیں ہوتا جو کسی واقعی ضرورت کے بغیر محض سجاوٹ، مشغلے (Hobby) یا پروپیگنڈے کے لئے بنائی جاتی ہیں، اور جن کا آج عام رواج ہو چکا ہے، یہ بلاضرورت تصویریں یقیناً اسلام کے خلاف ہیں۔

(ماخوذ از عدالتی فیصلے ص ۱۵۰)

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب ”تقریر ترمذی“ میں ارشاد فرماتے ہیں:

تصویر کی حرمت پر بے شمار احادیث موجود ہیں اور سب مطلق ہیں ان میں سایہ دار اور بے سایہ ہونے کی کوئی تفریق نہیں کی گئی، اس لئے اس بارے میں جمہور فقہاء کا قول راجح اور محتاط ہے۔

بعد میں کیمرے کی تصویر کا مسئلہ پیدا ہوا، جس زمانے میں تصویر کے بارے میں فقہاء کے درمیان بحثیں چلی تھیں، اس زمانے میں کیمرے کا وجود نہیں تھا، بلکہ ہاتھ سے تصویریں بنائی جاتی تھی، کیمرے کی تصویر کے بارے میں اکثر فقہاء تو یہ کہتے رہے ہیں کہ آلہ کے بدل جانے سے حکم نہیں بدلتا، ایک چیز پہلے ہاتھ سے بنائی جاتی تھی اب مشین سے بننے لگی ہے تو محض آلہ کی تبدیلی سے کسی چیز کی حلت اور حرمت پر کوئی فرق نہیں پڑتا، اگر تصاویر ناجائز ہیں تو پھر چاہے ہاتھ سے بنائی گئی ہوں یا کیمرے سے

بنائی گئی ہوں دونوں ناجائز ہوں گی۔

جمہور علماء کے نزدیک راجح یہ ہے کہ کیمرے کی تصویر کا بھی وہ حکم ہے جو ہاتھ کی بنائی ہوئی تصویر کا ہے لہٰذا اس سے پرہیز کرنا ضروری ہے۔ (تقریر ترمذی ص ۳۴۹،۳۵۰ ج ۲)

صدر مفتی دارالعلوم دیوبند حضرت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ کا فتویٰ

دارالعلوم دیوبند کے صدر مفتی حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہیؒ اپنے فتاویٰ میں تحریر فرماتے ہیں:

جاندار کی تصویر خواہ دیوار پر بنائی جائے، خواہ کاغذ پر، خواہ کپڑے پر، چاہے قلم سے بنائی جائے یا مشین سے یا کسی اور آلے سے، یک دم بنالیا جائے، یا ایک ایک عضو الگ الگ بنایا جائے، کپڑے کی بناوٹ میں ہو، یا کسی اور چیز کی بناوٹ میں، بہر صورت ناجائز اور گناہ ہے، اپنی مرضی سے ہو یا کسی کی فرمائش سے، روپیہ کی لالچ میں ہو یا ویسے ہی نفس کی خواہش سے ہو، کسی طرح اجازت نہیں، جو کام ناجائز ہو وہ کسی دوسرے کی خواہش یا فرمائش یا اس کی ناخوشی کے ڈر سے جائز نہیں ہوگا، سچے مسلمان کی آزمائش کا موقع یہی ہوتا ہے کہ ایک ناجائز کام کو دوسرے لوگ کرتے اور نفع کماتے ہیں، اور یہ نفع کی پرواہ نہیں کرتا بلکہ نقصان اٹھاتا ہے، اور دوسروں کی ناگواری کو برداشت کرتا ہے، مگر خدائے پاک کی نافرمانی نہیں کرتا۔

تصویر صورة الحیوان حرام شدید التحریم وهو من الکبائر لانه متوعد علیه بهذا الوعید الشدید، سواء صنعه لما یمتهن أم لغیره فصنعه حرام بکل حالٍ وسواء کان فی ثوب أو بساط أو درهم أو دینار أو فلس أو إناء أو حائطٍ أو غیرها.

(فتح الباری ص ۵۸۳ ج ۱۱، کتاب اللباس باب عذاب المصورین یوم القیامة)

جن رسالوں کو ذی روح کی تصویر کی وجہ سے خریدا جاتا ہے، ان کا خریدنا جائز نہیں، ”لأن الأمور بمقاصدھا“ اگر مقصود مضامین صحیحہ کا پڑھنا ہے تو خریدنا درست ہے، تصاویر تابع ہیں ان کو محو کردیا جائے، تصویر کو روشنائی سے مٹادیا جائے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۲۸۵، ۲۸۷، ج ۲۹، سوال ۱۰۹۱۳)

مولانا ظفر احمد صاحب تھانویؒ اور علامہ زاہد الکوثریؒ مصری کی رائے

حضرت مولانا ظفر احمد صاحب تھانویؒ نے اپنے سفرنامے میں تحریر فرمایا ہے کہ وفد پاکستان کے سکریٹری یہاں بھی فوٹوگرافی سے نہ چوکے، اور نہ معلوم کس وقت میرا فوٹو لے لیا کہ مجھے خبر نہ ہوئی، بعد میں بتلایا گیا کہ جس وقت میں وزیر موصوف سے گفتگو کررہا تھا، اس وقت وہ باہر برآمدے میں فوٹو لے رہے تھے۔

میں پھر کہتا ہوں کہ میرے نزدیک فوٹو لینا اور اتروانا جائز نہیں، اگر کسی نے میرا فوٹو لیا ہے تو یقیناً میری بے خبری میں لے لیا ہے۔ (سفرنامہ حجاز ص ۴۶)

دوسرے مقام پر تحریر فرماتے ہیں:

اگرچہ آج کل ممالک اسلامیہ میں یہ وبا عام ہے کہ وہاں کے بعض علماء اور مفتیان کرام بھی اس سے پرہیز نہیں کرتے، مگر علماء محققین نے برابر اس کو (یعنی فوٹو اور کاغذی تصویر کو) لعن اللہ المصوّرین ، کی وعید میں داخل سمجھا ہے، اور ناجائز ہونے کا فتویٰ دیا ہے، چنانچہ علماء مصر میں علامہ محمد زاہد الکوثری سابق نائب شیخ الاسلام ترکی نے بھی فوٹو کو تصویر کے حکم میں داخل قرار دیا ہے، اور ناجائز ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔ (سفرنامہ حجاز ص ۴۱، ماخوذ از تذکرۃ الظفر ص ۸۵ تالیف: مفتی محمد عبدالشکور ترمذی)

علامہ انور شاہ کشمیریؒ اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی تحقیق کا خلاصہ

حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے ملفوظات میں ہے:

(جامع عرض کرتا ہے کہ) احقر نے فوٹو (کیمرہ والی تصویر) کے متعلق دریافت کیا کہ مصری علماء فوٹو اور تصویر میں فرق کرتے ہیں اور اول کو عندالشرع جائز اور دوم کو ناجائز قرار دیتے ہیں، تو فرمایا کہ یہ ان کا مسئلہ غلط ہے اور فوٹو اور تصویر کا حکم واحد ہے (یعنی دونوں ہی حرام ہیں) باقی ضرورت کے مواقع کا استثناء امر آخر ہے، اسی طرح حضرت علامہ شبیر احمد صاحب عثمانیؒ نے بھی فرمایا۔

(ملفوظات محدث کشمیری ص ۲۵۶ مطبوعہ بیت الحکمت دیوبند)

میں اخبار کی تصویروں کو ناجائز سمجھتا ہوں

حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ کی تحریر

سوال: حضرت والا کی بعض تصاویر اخبار میں آتی ہیں تو کیا اس طرح تصویریں کھنچوانا درست ہے؟

جواب: میں نے خود اپنے ارادہ سے کبھی فوٹو نہیں کھنچوایا، میری لاعلمی میں ایسا ہو جاتا ہے، نہ میں اس کو جائز سمجھتا ہوں جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ خود اس کے ذمہ دار ہیں۔

(مکتوبات شیخ الاسلام ص:۱۳۰، ۳ ج ۴ فتاوی شیخ الاسلام ص:۱۲۳ مطبوعہ دیوبند)

تمام طرح کی تصویریں حرام ہیں

جماعت اسلامی کے امیر مولانا مودودیؒ کی تحقیق

کیمرے اور کاغذی فوٹو اور تصویر کے متعلق جماعت اسلامی کے امیر جناب مولانا مودودی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

فوٹو کے متعلق اصولی بات یہ سمجھ لینی چاہئے کہ اسلام جاندار چیزوں کی مستقل شبیہ محفوظ کرنے کو بالعموم روکنا چاہتا ہے کیونکہ انسانی تاریخ کا طویل تجربہ یہ ثابت کرتا ہے کہ یہ چیز اکثر فتنہ کا موجب بنی ہے، اب چونکہ اصل فتنہ صورت کا محفوظ ہونا ہے لہٰذا اس سے بحث نہیں کی جائے گی کہ اس کو کس طریقہ سے محفوظ کیا جاتا ہے، طریقہ خواہ سنگ تراشی ہو یا موئے قلم یا عکاسی یا اور کوئی جو آئندہ ایجاد ہو، بہرحال وہ ناجائز ہی رہے گا، کیونکہ یہ سارے طریقے اصل فتنے کا سبب بننے میں یکساں ہیں۔

پس فوٹوگرافی اور مصوّری میں کوئی فرق نہیں کیا جاسکتا اور ممانعت چونکہ جاندار اشیاء کی تصویروں کی ہے اس لئے تمام تصویریں حرام رہیں گی، خواہ وہ فحش ہوں یا غیر فحش، البتہ فحش تصویر میں ایک وجہ حرمت کی اور بڑھ جاتی ہے۔

اس عام حکم کے اندر اگر کوئی استثناء ہے تو صرف یہ ہے کہ جہاں تصویر لینے کا کوئی حقیقی تمدنی فائدہ ہو، یا جب کہ تصویر کسی بڑی مصلحت کے لئے ناگزیر ہو تو صرف اس غرض کو پورا کرنے کی حد تک یہ فعل جائز ہوگا، مثلاً پاسپورٹ (وغیرہ)…..

لیکن لیڈروں کی تصویریں اور جلسوں اور جلوس کی تصویریں کسی طرح بھی جائز اور حقیقی ضرورت کی تعریف میں نہیں آتیں۔

(ترجمان القرآن رجب، شعبان ۶۲ھ، جولائی، اگست ۴۳ء)

(ماخوذ از رسائل ومسائل حصہ اول ص ۱۲۵، ۱۲۶)

علامہ سید سلیمان ندویؒ کی آخری تحقیق

علامہ سید سلیمان ندویؒ جو پہلے کیمرے اور کاغذی تصاویر کے جواز کے قائل تھے بعد میں پوری تحقیق کے بعد اپنی سابقہ رائے سے رجوع کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

مسئلہ تصاویر کے متعلق میں نے ۱۹۱۹ء میں ایک مضمون لکھا تھا جس میں (۱) ذی روح کے فوٹو لینے یعنی عکسی تصویر کشی اور خصوصاً (۲) نصف حصہ جسم کے فوٹو کا جواز ظاہر کیا تھا، اس سلسلہ میں بعد کو ہندوستان اور مصر کے بعض علماء نے بھی مضامین لکھے جن میں سے بعض میرے موافق ہیں اور بعض میرے مخالف ہیں لیکن بہرحال اس بحث کے سارے پہلو سامنے آگئے ہیں، اس لئے سب کو سامنے رکھ کر اب اس سے اتفاق ہے کہ صحیح یہی ہے کہ امر اول (یعنی عکسی تصویر جو کیمرے وغیرہ سے لی جاتی ہے) دستی تصویر کی طرح ناجائز ہے اور امر ثانی کا کھینچنا ناجائز اور کھنچوانا باضطرار جائز۔

اور دھڑ کا بغیر سر اور چہرے کے دونوں جائز! پوری تفصیل آئندہ لکھی جائے گی ،انشاءاللہ تعالیٰ۔

اگر مسلمانوں میں کوئی ایسا ہو جس نے میری وجہ سے ان مسئلوں میں میری رائے اختیار کی ہو تو اس کی خدمت میں عرض ہے کہ وہ اس میرے رجوع اور تصحیح کے بعد اپنی غلطی سے رجوع کر لے اور صحیح امر اختیار کرے، علمائے سلف میں اپنی رائے سے رجوع اور ترجیح اور قول ثانی کا رواج عام رہا ہے۔ یہ ان ہی کا اتباع حق ہے والحق احق ان یتبع والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

(معارف ماہ جنوری ۱۹۴۳ء و تذکرہ سلیمان، ص: ۱۴۰ تا ۱۴۲)

مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی وضاحت

اکابر علماء کے مسلک کی تائید اور طلباء کی ذہن سازی

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ تحریر فرماتے ہیں:

جاندار کی تصویر اسلام میں منع ہے اس لئے دیندار گھروں میں تصویروں کے بجائے خوبصورت وصلیاں جن میں قرآن مجید کی آیات یا خدا کا ذکر یا مختلف نصائح یا موزوں اشعار ہوتے ہیں آویزاں نظر آئیں گی۔ (ہندوستانی مسلمان ایک نظر میں ص ۵۹)

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں پچاسی سالہ جشن تعلیمی کے موقع پر جب کہ اجلاس میں فوٹوگرافی کا سلسلہ شروع ہونے لگا، حضرت مولاناؒ نے اس کو غلط سمجھا اور خاص انداز سے نکیر کرتے ہوئے مجمع عام میں مختصر تقریر فرمائی، جس میں حضرت مولاناؒ نے اس بات کو تسلیم کرتے ہوئے کہ بہت سے عرب علماء تصویر کے مسئلہ میں نرم گوشہ رکھتے ہیں لیکن ہم اس مسئلہ میں ہندوستان کے علماء کے مسلک کو (جو اس نوع کی یعنی کیمرے وغیرہ سے حاصل کی جانے والی تصاویر کو ناجائز سمجھتے ہیں) ہم اسی مسلک کو درست سمجھتے ہیں چنانچہ رودادِ چمن میں ہے:

”فوٹوگرافوں“ کے ہجوم کو دیکھ کر مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے ایک مختصر تقریر کی اور وضاحت کی کہ:

”ہندوستان کے علماء کا تصویر کے بارے میں کیا مسلک ہے، اور ہم عرب علماء کے احترام وادب کے ساتھ جن کا منتخب ترین مجمع یہاں موجود ہے، علماء ہندوستان کے مسلک کو صحیح سمجھتے ہیں اور اسی پر قائم ہیں، ہم نے اس مسئلہ پر ان حضرات کو توجہ بھی دلائی اور کوشش کی کہ اس کی ہمت افزائی نہ ہو، اردو کے بعد مولانا نے یہی بات عرب مہمانوں

کی طرف روئے سخن کرتے ہوئے عربی میں کہی اور اس مسلک کی وضاحت کی‘‘۔

(روداد چمن ص:۱۸۸،۲۸رشوال ۱۳۹۶ھ ۳۱؍اکتوبر ۱۹۷۵ء)

علامہ شیخ یوسف القرضاوی جو اس پروگرام میں مہمان خصوصی کی حیثیت سے شریک تھے، انہوں نے اپنی کتاب ’’الشیخ أبو الحسن علي الحسني الندوي كما عرفته‘‘ کے مقدمہ میں اس اجلاس کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر فرمایا:

حضر المصورون ذلک المهرجان وقال الشيخ إن منهجنا نحن علماء الهند هو منع التصوير الخ. (الشیخ ابو الحسن علی الحسنی الندوی کما عرفتہ ص ۳۴ مطبوعہ دار القلم)

شیخ یوسف القرضاوی کی نقل کے مطابق حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندویؒ نے واضح الفاظ میں اعلان فرمادیا کہ ہم علماء ہند کا مذہب ان کیمرہ والی تصاویر کے سلسلہ میں یہ ہے کہ ہم اس کو ممنوع اور ناجائز سمجھتے ہیں۔

دینی مدارس کے طلبہ کے لئے حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندویؒ نے جو نصاب مرتب کیا ہے، اور جس کی خصوصیت یہ بیان کی ہے کہ اس کا کوئی سبق کسی موعظت ونصیحت اور ذہن سازی سے خالی نہیں۔ (کاروان زندگی ج ۱ ص ۲۱۴)

داخل درس نصابی کتاب ’’القرأة الراشدہ ‘‘میں ’’البريد‘‘ کے عنوان سے دینی مدارس کے طلبہ کے لئے جو کچھ لکھا ہے اور تمام طلبہ کی جو ذہن سازی کی ہے اور نصیحت فرمائی ہے اس کا حاصل بھی یہی ہے کہ جاندار کی کیمرے والی اور کاغذی تصاویر بھی اسلام میں ناجائز ہیں، ’’القراۃ الراشدہ‘‘ کی عبارت درج ذیل ہے:

خالد: وماهذه الصورة ياطارق؟هذه صورة إنسان ،وقد سمعت أن صورة ذى روح لاتجوز في الإسلام؟

طارق: نعم إذا كانت حكومة إسلامية صحيحة لم تكن صورة

علی غلاف البرید و البطاقۃ . (القرأۃ الراشدۃ ص ۹۷ ج ۲ عنوان البرید ۲۷)

واضح رہے کہ ان سب تصویروں سے مراد کیمرے اور کاغذ میں چھپی اور بنی ہوئی تصاویر ہی مراد ہیں، مجسمہ اور تمثال، ڈھانچہ مراد نہیں اور نہ ہی ٹی وی اور موبائل وغیرہ میں آنے والی تصاویر مراد ہیں واللہ اعلم۔

مولانا ابوالکلام آزاد کا تنبہ اور سچی توبہ

مولانا ابوالکلام آزادؒ جو اپنا رسالہ الہلال باتصویر شائع فرماتے تھے جس وقت وہ رانچی جیل خانہ میں محبوس تھے لوگوں نے ان سے ان کی تصویر ان کی سوانح اور حالات کے ساتھ بنام "تذکرہ" شائع کرنے کی غرض سے مانگی تو انہوں نے جواب تحریر فرمایا:

"تصویر کا کھنچوانا، رکھنا، شائع کرنا سب ناجائز ہے، یہ میری سخت غلطی تھی کہ تصویر کھنچوائی اور "الہلال" کو باتصویر نکالا تھا، اب میں اس غلطی سے تائب ہو چکا ہوں، میری پچھلی لغزشوں کو چھپانا چاہئے نہ کہ از سر نو ان کی تشہیر کرنا چاہئے"

(تصویر کے شرعی احکام مؤلفہ مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ، جواہر الفقہ ص ۱۸۵ ج ۷ جدید)

مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کا فتویٰ

مولانا احمد رضا خاں صاحب اپنے فتاویٰ میں تحریر فرماتے ہیں:

"مسلمان بنظر ایمان دیکھے کہ صحیح وصریح حدیثوں میں اس پر (تصویر پر) کیسی سخت سخت وعیدیں فرمائی گئیں، اور یہ تمام احادیث عام، شامل، محیط کامل ہیں، جن میں اصلاً کسی تصویر، کسی طریقہ کی تخصیص نہیں، تو معظمین دین (یعنی بزرگان دین) کی تصویروں کو ان احکام خدا ورسول سے خارج کرنا محض باطل و وہم عاطل ہے، بلکہ شرع مطہر میں زیادہ شدت عذاب تصاویر کی تعظیم ہی پر ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ص ۳۴۳ ج ۲۱، اشاعت اول ۱۹۹۱ء مطبوعہ گجرات)

فصل ۶

عورتیں اور اخبار

آج کل نئی تعلیم یافتہ عورتوں کے مضامین اخبارات ورسائل میں نظر سے گذرے ہیں، خدا کی پناہ یہ اس قدر بے شرم اور آزاد اور بدسلیقہ و بے باک ہوتی ہیں کہ مضمون دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا کہ کسی پردہ نشین حیادار عورت کا لکھا ہوا ہے، یاد رکھو! ہر علم مفید نہیں بلکہ بعض علوم مضر بھی ہوتے ہیں خواہ ان علوم ہی کی خاصیت ایسی ہو یا سیکھنے والے کے لحاظ سے مضر ہوں۔

آج کل آزادی کا زمانہ ہے ہر ایک خود مختار ہے، چنانچہ عورتیں بھی کسی بات میں مردوں سے پیچھے رہنا نہیں چاہتیں، ہر علم وفن کی تکمیل کرنا چاہتی ہیں، تصنیفیں کرتی ہیں، اخبارات میں مضامین بھیجتی ہیں۔

ایک آفت نازل ہوئی ہے کہ تعلیم یافتہ عورتیں اخباروں میں مضامین دیتی ہیں اور ان میں اپنا نام اور میاں کا نام اور پورا پتہ حتیٰ کہ محلہ کا نام اور گلی اور مکان نمبر بھی ہوتا ہے یہ شاید اس واسطے کہ لوگوں کو ان سے خط وکتابت میں میل ملاقات میں دقت نہ ہو، نہ معلوم کہ ان کی غیرت کہاں اڑ گئی، ان بیبیوں نے تو حیاء کو بالکل ہی بالائے طاق رکھ دیا اور خدا جانے کہ مردوں کی غیرت کہاں گئی، انہوں نے اس کو کیونکر گوارا کیا، یوں کہئے کہ بس طبیعتیں ہی مسخ ہوگئی ہیں۔

میرے پاس ایک ماہواری پرچہ آیا تھا جس میں ایک بیوی کی اپنے پیر کی شان میں غزل تھی جس میں پیر کو اس طرح خطاب تھا جس طرح عاشق ومعشوق میں

ہوا کرتا ہے، تمنائے وصال کا اظہار اور خد وخال کی تعریف، اس کو پڑھ پڑھ کر غیرت آتی تھی، میں نے لکھ دیا کہ آج سے یہ رسالہ میرے پاس ہرگز نہ آئے مجھے اس قدر جوش غیرت ہوتا تھا کہ پھاڑ کر پھینک دوں، تعجب کی بات ہے کہ پڑھنے والے کو غیرت آوے اور جس کے گھر کا قصہ ہے اس کو غیرت نہ آئے؟

اور آج کل یہ بھی پیسے کمانے کی ایک آسان ترکیب ہے کہ علماء کے پاس ایسی کتابیں بھیجی جاتی ہیں اور ظاہر میں یہ کہا جاتا ہے کہ اگر ان میں کوئی نقص ہو تو اس کی اصلاح کردی جائے، اصلاح تو جیسی مقصود ہوتی ہے معلوم ہے، اصلی غرض یہ ہے کہ ان پر تقریظ لکھ دی جائے تاکہ زیادہ اشاعت ہو سکے، چنانچہ بعض با اخلاق علماء تقریظ لکھ بھی دیتے ہیں، مگر میں کہتا ہوں یہ سخت غلطی ہے کیونکہ اس سے ان کو اس بیہودہ تعلیم کی اور تائید مل جاتی ہے، مجھ سے کوئی پوچھے تو ان کتابوں کی اصلاح یہ ہے کہ سب کو جمع کر کے ایک دم جلا دیا جائے کیونکہ ہر چیز میں اعتبار غالب کا ہوا کرتا ہے اور ایسی کتابوں میں غالب شر ہی ہے، اور شر کا علاج یہی ہے کہ سب کو جلا دو۔

(وعظ کساء النساء ملحقہ حقوق الزوجین ص ۲۲۷، ۲۲۸)

اب تو یہاں تک نوبت پہنچ گئی ہے کہ اخباروں میں عورتوں کے اشعار چھپتے ہیں اور اخیر میں ان کا نام یا فلاں کی بیٹی یا فلاں کی بیوی بھی چھپتا ہے میں نے یہاں تک دیکھا ہے کہ ایک شخص میرے سامنے اخبار پڑھ رہے تھے اس میں ایک عورت کا پورا پتہ لکھا تھا کہ فلاں کی بیٹی، فلاں شہر فلاں محلّہ کی رہنے والی، وہ کہنے لگے عورتوں کے نام اس طرح اخباروں میں چھاپنا گویا ان کو سر بازار بٹھلا دینا ہے، واقعی سچ ہے اس طرح تو گویا ظاہر کر دینا ہے کہ جو کوئی ہم سے ملنا چاہے اس پتہ پر چلا آئے اور اگر کسی کی یہ نیت نہ بھی ہو تو بد معاشوں کو پتہ معلوم ہو جانے سے سہولت تو ہو جائیگی۔

میری رائے میں عورتوں کو اپنی تصانیف میں اپنا نام نہیں لکھنا چاہئے بلکہ صرف یہ کافی ہے کہ خدا کی ایک بندی۔

عورتوں کو اس طرح رکھنا چاہئے کہ محلہ والوں کو بھی خبر نہ ہو کہ اس گھر میں کتنی عورتیں ہیں اور ہیں بھی یا نہیں، اسی میں آبرو کی خیر ہے، عورت کے لئے یہی مناسب ہے کہ اس کی خبر اپنے گھر والوں کے سوا کسی کو بھی نہ ہو۔

عورتوں کا اخبار نہ پڑھنا اور دنیاوی غیر ضروری امور سے ناواقف ہونا ہی ان کے لئے وصف کمال ہے

حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنَاتِ لُعِنُوْا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ • (پ۱۸ سورہ نور ۲۳)

ترجمہ: جو لوگ تہمت لگاتے ہیں ان عورتوں کو جو پاک دامن ہیں اور ایسی باتوں کے کرنے سے بالکل بے خبر ہیں اور ایمان والیاں ہیں، ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی جاتی ہے اور ان کو آخرت میں بڑا عذاب ہوگا۔ (بیان القرآن)

قرآن شریف میں عورتوں کی ایک صفت یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ وہ غافل ہوں۔ ان کے لئے تو دنیا سے بے خبری ہونا ہی کمال ہے چنانچہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغَافِلٰتِ الْمُؤْمِنَاتِ الخ

اس میں غافلات سے مراد غافلات عن الذمائم (یعنی برائیوں اور گناہوں سے غافل ہونا مراد) نہیں ہے غافلات عن الذمائم تو مردوں کے لئے بھی مدح ہے مگر اللہ تعالیٰ نے عورتوں کی تعریف میں تو اس کو بیان فرمایا ہے مردوں کی مدح میں کہیں یہ لفظ نہیں آیا اس سے میں یہ سمجھا ہوں کہ عورتوں کے لئے بے خبری ہی مناسب ہے، کہ ان کو

دنیا کی اور دنیا کی برائیوں کی خبر ہی نہ ہو، عورتوں کے لئے یہی بہتر ہے اور اسی میں سلامتی ہے اور جس دن عورتوں کو دنیا کی ہوا لگ گئی پھر ان کے دین کی سلامتی اور خیر نہیں، غافلات کا مطلب یہ ہے کہ وہ چالاک نہیں ہیں نشیب وفراز سے بے خبر ہیں تو عورتوں کا تو کمال یہی ہے کہ وہ اپنے گھر اور اپنے شوہر کے سوا تمام دنیا سے بے خبر ہوں اور یہ وصف عورتوں میں فطری ہوتا ہے مگر لوگ اس کو بگاڑ دیتے ہیں۔ (التبلیغ ص ۸۲ ج ۲۱)

(الغرض قرآن پاک کی مذکورہ آیت میں) غافلات سے مراد غافلات عن الذمائم ہے (یعنی برائیوں اور گناہوں سے غافل ہونا) اور غفلت عن الذمائم مردوں کے لئے بھی مدح ہے مگر اللہ تعالیٰ نے عورتوں کی تعریف میں تو اس کو بیان فرمایا ہے مردوں کی مدح میں کہیں یہ لفظ نہیں آیا، اس سے میں یہ سمجھا ہوں کہ عورتوں کے لئے بے خبری ہی مناسب ہے کہ ان کو دنیا کی اور دنیا کی برائیوں کی خبر ہی نہ ہو۔

ایک دوست نے بیان کیا کہ ہمارے گھر کی عورتوں کو یہ بھی خبر نہیں کہ گیہوں کا درخت کتنا بڑا اور گائے بیل کی شکل کیسی ہوتی ہے، واقعی عورتوں کے لئے بہتر ہے اور اسی میں سلامتی ہے اور جس دن عورتوں کو دنیا کی ہوا لگ گئی پھر ان کے دین کی سلامتی اور خیر نہیں، اسی لئے میں نے کانپور میں ایک بیان میں کہا تھا کہ آج کل بعض لوگ عورتوں کو جغرافیہ پڑھاتے ہیں میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس سے کیا نفع؟ ہاں اس کا یہ نفع ہوسکتا ہے کہ ان کو بھاگنے کا راستہ بتلاتا ہے کہ یہاں سے دہلی اتنی دور ہے اور اس کا راستہ یہ ہے اور دہلی میں اتنی سرائے اور اتنے ہوٹل ہیں جس طرف کو چاہو چلے جاؤ اور جہاں چاہو جاکر ٹھہر جاؤ، بتلاؤ عورتوں کو جغرافیہ پڑھنے سے بھاگنے میں آسانی ہوگی یا نہیں؟ اس کے سوا اور کوئی نفع ہو تو میں سننا چاہتا ہوں۔

بیان کے بعد ایک صاحب آئے اور کہا صاحب! میں اپنی مستورات کو جغرافیہ پڑھاتا تھا مگر آج معلوم ہوا کہ واقعی حماقت ہے، میں نے کہا الحمدللہ آپ نے

حق بات کو تسلیم کرلیا، اب ایک بات اور کہتا ہوں وہ یہ کہ جغرافیہ اور تاریخ، سلاطین کے کام کی ہیں سب مردوں کو بھی ان علوم کا پڑھانا فضول ہے، یہ بات دفعۃً (جلدی) سمجھ میں نہ آئے گی بلکہ غور کرنے سے سمجھ میں آجائے گی۔

(الاستماع والاتباع ملحقہ حقوق الزوجین ص ۳۹۱)

(خلاصہ یہ کہ) بس عورتوں کو دین تو پڑھائیں مگر جغرافیہ وفلسفہ ہرگز نہ پڑھائیں باقی اخبار اور ناول پڑھانا تو عورتوں کے لئے زہر قاتل ہے، یہ نہایت سخت مضر ہے اس سے بعض دفعہ عورتوں کی آبرو برباد ہوجاتی ہے۔ (حقوق الزوجین ص ۴۱)

یورپ اور امریکہ کی ترقی یافتہ عورتوں کا حال

صاحبو! آج کل یورپ اور امریکہ سے زیادہ عورتوں کی تعلیم میں کوئی قوم آگے نہیں مگر یورپ تو عورتوں کی تعلیم سے پریشان ہوگیا کیونکہ اب وہ مقابلہ کرتی ہیں اور مردوں کے برابر حقوق طلب کرتی ہیں، اب ان کا فتویٰ بھی یہ ہے کہ عورتوں کو دنیا کی تعلیم نہ دینا چاہئے اور امریکہ کی عورتیں تعلیم میں بہت بڑھ گئیں تو اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ ان میں ایک جماعت اس خیال کی پیدا ہوئی جو لباس کو صحت کے لئے مضر سمجھتی ہے اور دلیل یہ بیان کرتی ہے کہ حیوانات کی غذا اور لباس مصنوعی نہیں بلکہ صرف قدرتی اشیاء ہیں تو ان کی صحت ہم سے اچھی ہے اور ہماری غذا اور لباس مصنوعی ہے، ہماری صحت خراب ہے اس لئے یہ لوگ پھل وغیرہ کھاتے ہیں اور ننگے رہتے ہیں، اور یہ جو خبریں میں بیان کررہا ہوں یہ اخبار میں نظر پڑ گئیں، میں قصداً اس قسم کی خبریں نہیں دیکھتا مگر کبھی کبھی خود بخود ایسی خبریں آنکھوں میں گھس جاتی ہیں۔

(الاستماع والاتباع ملحقہ حقوق الزوجین ص ۳۹۲)

یورپ اور امریکہ والوں کا اقرار

آج کل یورپ اور امریکہ سے زیادہ عورتوں کی تعلیم میں کوئی قوم آگے نہیں مگر یورپ تو عورتوں کی تعلیم سے پریشان ہوگیا کیونکہ وہ اب مقابلہ کرتی ہیں اور مردوں کے برابر حقوق طلب کرتی ہیں اب ان کا بھی فتویٰ یہی ہے کہ عورتوں کو دنیا کی تعلیم نہ دینی چاہئے (ایسی جدید تعلیم یافتہ عورتوں کا حال یہ ہوتا ہے کہ) مردوں کی یہ مجال نہیں ہوتی کہ عورتوں سے خدمت لے سکیں۔ روز خلع وطلاق کا بازار گرم رہتا ہے اور عورتیں ہر دن عدالت پر کھڑی رہتی ہیں، پھر چاہے خطا عورت ہی کی ہو مگر فیصلہ اکثر مرد کے خلاف ہوتا ہے کیونکہ عام طور پر حکام عورتوں ہی کو مظلوم سمجھتے ہیں۔ (التبلیغ ص ۲۴۸ ج ۱۴)

عورتوں کی تصویر وغیرہ سے متعلق فقہاء کا فیصلہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اپنی امت کے لئے عورتوں سے زیادہ خطرناک کوئی فتنہ نہیں سمجھتا۔ (الفیض الحسن ص ۱۲۹)

جو آیات واحادیث اوپر گذری ہیں اور ان سے جو اصول مستنبط ہوئے جن کا حاصل فتنہ کا دروازہ بند کرنا ہے ان کی بنا پر فقہاء اسلام نے جو فتاویٰ ارشاد فرمائے ہیں ان میں سے بعض کو نمونہ کے طور پر نقل کیا جاتا ہے۔

(۱) عورت کا جہری نماز میں پکار کر قرأت کرنا جائز نہیں۔

(۲) عورت کا حج میں لبیک (آواز کے ساتھ) پکار کر کہنا جائز نہیں۔

(۳) جوان عورت کا نامحرم مرد کو سلام کرنا جائز نہیں۔

(۴) جب زور سے قرأت اور لبیک کہنا اور امام کے سہو کے وقت سبحان اللہ کہنا جائز نہیں تو بلا ضرورت کلام کرنا، یا اشعار سنانا یا خط وکتابت کرنا جو کہ بات چیت سے زیادہ جذبات کو بھڑکانے والا ہے یا اخباروں میں مضمون دینا جیسا کہ آج کل رواج ہے

کہ اپنا پتہ اور نشان بھی لکھ دیا جاتا ہے (یہ سب) کیسے جائز ہوگا؟

(۵) اجنبی عورت سے بدن دبوانا جائز نہیں۔

(۶) تو پھر اس کا ہاتھ ہاتھ میں لینا جیسا کہ جاہل پیر بیعت کے وقت لیتے ہیں کیسے جائز ہوگا؟

(۷) اجنبی عورت کے بدن سے ملے ہوئے (یعنی پہنے ہوئے) کپڑے پر نفس کے میلان کے ساتھ نظر کرنا جائز نہیں۔

(۸) آئینہ یا پانی پر جو کسی عورت کا عکس پڑتا ہو تو اس کا دیکھنا جائز نہیں اس بناء پر اس کا (یعنی اجنبی عورت کا) فوٹو دیکھنا جائز نہیں۔

(۹) اجنبی مرد کے سامنے کا بچا ہوا کھانا عورت کو کھانا یا اس کا الٹا (یعنی عورت کا بچا ہوا مرد کو کھانا) اگر نفس کو اس میں لذت ہو تو یہ کھانا مکروہ ہے۔

(۱۰) رضاعی (دودھ شریکی) بھائی اور داماد اور اسی طرح شوہر کا بیٹا (جو پہلی عورت سے ہو) گو یہ سب محارم میں سے ہیں (جن سے پردہ نہیں) مگر زمانہ کے فتنہ پر نظر کر کے ان سب سے مثل نامحرم کے پردہ کرنا ضروری ہے۔

(۱۱) عورت کے بال اور ناخن جو بدن سے جدا ہو گئے ہوں ان کا دیکھنا جائز نہیں۔

(۱۲) اجنبی عورت کے تذکرہ سے نفس کو لذت دینا جائز نہیں۔

(۱۳) اجنبی عورت کے (خیال) و تصورات سے لذت لینا حرام ہے۔

(۱۴) حتیٰ کہ اگر اپنی بیوی سے متمتع ہو (یعنی صحبت کرے) اور اجنبی عورت کا تصور کرے وہ بھی حرام ہے۔

(ثبات الستور ص ۴۱)

اخبارات میں عورتوں کا نام ظاہر کرنا مفاسد کی وجہ سے ممنوع ہے

(سوال ۲۳۷) آج کل یہ امر طے شدہ مان لیا گیا ہے کہ پردہ نشین عورتوں کا نام مردوں کی طرح خط یا اخبارات وغیرہ میں ضرور ظاہر کر دینا چاہئے، چنانچہ اخبارات میں شائع بھی ہوتے ہیں اور یہ اخبارات ہمارے گھروں میں بھی آتے ہیں ان کے پتے وغیرہ پر عورتوں کے نام لکھے جاتے ہیں، غرض جس طرح عام مرد اپنا نام اخبارات وغیرہ میں ظاہر کرتے ہیں عورتیں بھی ظاہر کرتی ہیں تو غرض یہ ہے کہ اس میں کوئی شرعی قباحت تو نہیں، پہلے اکثر لوگ اس کو ناپسند کرتے تھے مگر ایک مضمون میں شرعی طور پر بتلایا گیا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں، عورتوں کو اپنا نام ظاہر کرنے سے شریعت نے نہیں روکا، حضور تحریر فرمائیں کہ یہ طریقہ کیسا ہے اور اخبارات وغیرہ میں عورتوں کا اپنا مضمون اپنے نام سے شائع کرانا کیسا ہے؟

(الجواب) عوارض سے قطع نظر تو یہی جواز کا حکم صحیح ہے لیکن عوارض کی وجہ سے بعض جائز امور کا ناجائز ہو جانا فقہ میں مشہور و معروف ہے، اور یہاں ایسے عوارض کا وجود (بظن غالب بلکہ) یقینی ہے اس لئے ضرور اس کو ناجائز کہا جائے گا۔

(امداد الفتاویٰ ص ۱۹۹ ج ۴)

فصل ۷

اخبار و دیگر ذرائع ابلاغ سے متعلق متفرق احکام

حق و باطل اور مفید و مضر باتوں پر مشتمل اخبارات کا خریدنا اور پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

سوال (۲۰۸) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں زید کہتا ہے کہ آج کل جو مختلف قسم کے اخبار نکلتے ہیں جن میں قسم قسم کے اخبار رطب و یابس نقل کئے جاتے ہیں جس میں بعض محض بے اصل ہوتی ہیں، اور بعض میں قسم بقسم شکایتیں بھی لکھی جاتی ہیں، جو شرعاً ممنوع معلوم ہوتا ہے، عمرو کا خیال ہے کہ اس میں دنیاوی اور دینی فائدہ ہے کیونکہ اس میں اخلاقی ادبی تمدنی اصلاح لسانی وغیرہ ہے، یعنی کہیں تو مسلمان پر سخت مصائب اسلام پر طرح طرح کے اعتراضات کئے جاتے ہیں جس کا ثبوت مسلمانوں پر ضروری ہے، یہ سب باتیں اکثر اخبار ہی کے ذریعہ معلوم ہوتی ہیں، تو اس حالت گوناگوں میں زید کا قول صحیح ہے یا عمرو کا؟ بینوا توجروا، بحوالہ کتب۔

الجواب

جو شخص مفاسد سے بچ سکے اس کو تحصیل مصالح کے لئے اخبار بینی جائز ہے، ورنہ مفاسد سے بچنا اہم ہے جلب مصالح سے۔

۲۵؍ ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ تتمہ خامسہ ۳۲۶ (امداد الفتاویٰ ص ۱۶۰ ج ۴)

خلاف شرع مضامین لکھنے والے اخبارات ورسائل کو دیکھنے اور خریدنے کا حکم

سوال (۳۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ذیل کے اقتباسات بقید تاریخ ایک غیر مسلم اخبار سے منقول ہیں، جو اخبار مسلمانوں کو اس قسم کی ترغیب دے کیا عام مسلمان والیانِ ریاست کو اس اخبار کا پڑھنا خریدنا، اس میں اشتہار دینا، یا کسی اور طریقوں سے اسے بالواسطہ یا بلا واسطہ مالی امداد دینا جائز ہے؟

الجواب

جس فعل سے جس میں کسی اخبار کا خریدنا، پڑھنا، اس میں اشتہار دینا یا کسی اور طریقہ سے اسے بواسطہ یا بلا واسطہ مالی امداد دینا بھی داخل ہے کسی معصیت کی اعانت ہوتی ہو اور اس فعل میں کوئی غرض صحیح بھی نہ ہو (جیسے ابطال باطل کے لئے خریدنا، یا اپنی حاجت کا سامان خریدنا) وہ فعل بھی معصیت ہوگا، اگر چہ اعانت کا قصد بھی نہ ہو، **کما صرح الفقهاء في اعطاء السائل الذي يحرم عليه السوال وكاستخدام الخصي ونظائر هما لكثيرة**، پس باستثناء حالت مستثنیہ ودیگر حالات میں ایسے اخبار کا خریدنا وغیرہ سب ناجائز ہے، وہذا کلہ ظاہر۔

(امداد الفتاویٰ ص ۱۰۷، ج ۴)

حدودِ شرعیہ کی رعایت کے ساتھ شائع ہونے والے اخبارات کا خریدنا، پڑھنا، اس کی اشاعت کی کوشش کرنا امداد کرنا مستحسن اور پسندیدہ ہے

سوال (۳۴) اگر کوئی اخبار شرعی شروط وحدود واحکام کی پوری رعایت کرتا ہو جن کا ذکر رسالہ اخبار بینی میں مکمل طور سے موجود ہے، تو یہ بات تو ظاہر ہے کہ ایسے اخبار کا مطالعہ کرنا جائز ہوگا، مگر سوال یہ ہے کہ کیا جواز سے آگے اس کی امداد وتوسیع اشاعت مستحسن ہوگی؟

الجواب: یہ بات ظاہر ہے کہ حالات غائبہ کے معلوم ہونے کی بعض دفعہ شرعاً ضرورت ہوتی ہے، کیونکہ ان کے معلوم ہونے سے انسان بہت سی طاعات بجالا سکتا ہے، مثلاً مسلمانوں کی اعانت، مظلوموں کی نصرت خواہ ذات سے ہو یا مال سے یا مشورہ سے اور ایسا اخبار اس علم کا واسطہ ہوگا، اور بواسطہ علم کے ایسی طاعات کا ذریعہ بن سکتا ہے اور جو مفاسد عام اخبارات میں پائے جاتے ہیں ان سے وہ خالی ہے، جیسا سوال میں مذکور ہے، تو ایسے اخبار کی امداد کا مستحسن ہونا یقینی ہے اور اس کی اعانت کو عدم اعانت پر شرعاً ترجیح ہوگی، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ (امداد الفتاویٰ ص ۱۰۷، ج ۴)

اخبارات ورسائل میں احادیث نبویہ واسماء الٰہیہ اور مضامین دینیہ کی بے حرمتی عالمگیر مصیبتوں اور فتنوں کا باعث ہے

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ایک روز بیت الخلاء میں تشریف لے گئے

،اندر جا کر نظر پڑی کہ انگوٹھے کے ناخن پر ایک نقطہ روشنائی کا لگا ہوا ہے، جو عموماً لکھتے وقت قلم کی روانی دیکھنے کے لئے لگا لیا جاتا تھا، فوراً گھبرا کر باہر آ گئے، اور دھونے کے بعد تشریف لے گئے اور فرمایا کہ اس نقطہ کو علم کے ساتھ ایک تلبس ونسبت ہے اس لئے بے ادبی معلوم ہوئی کہ اس کو بیت الخلاء میں پہنچاؤں، یہ تھا ان حضرات کا ادب جس کی برکت سے حق تعالیٰ ان کو درجات عالیہ عطا فرمائے تھے۔

آج کل تو اخبار ورسائل کی فراوانی ہے ان میں قرآنی آیات، احادیث، اور اسماء الٰہیہ ہونے کے باوجود گلی کوچوں غلاظتوں کی جگہوں میں بکھرے ہوئے نظر آتے ہیں، **العیاذ باللہ العظیم** معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت کی دنیا جن عالمگیر پریشانیوں میں گھری ہوئی ہے اس میں اس بے ادبی کا بھی بڑا دخل ہے۔

(مجالس حکیم الامت ص۲۸۱، ۲۸۶)

بلا طلب کوئی اخبار یا رسالہ بھیجتا رہے تو اس کی قیمت واجب ہوگی یا نہیں؟

سوال (۱۶۶) عرصہ ایک سال کا ہوا کہ ایک ہندو نے میرے پاس ایک رسالہ بھیجا جس میں وید کی قدامت لکھی تھی، اور کچھ نسخہ جات بھی تھے، میں نے اس کو رکھ لیا اور وہ رسالہ ماہوار آتا رہا، اور میں نے انکار نہیں کیا، سال گذرنے پر ایک پرچہ ویلو دو روپیہ کا آیا میں نے اس کو واپس کر دیا اور لکھ دیا کہ چونکہ آپ بلا طلب پرچے بھیجتے تھے اس لئے میں انکار کرتا ہوں، انہوں نے بطور ہدایت یہ بھی لکھا تھا کہ جو کہ پہلے پرچے کے بھیجنے پر انکار نہ کریں گے ان کے نام پرچہ جاری رہے گا، تو اب یہ پوچھتا ہوں کہ قیمت میرے ذمہ واجب عندالشرع ہے یا نہیں؟

الجواب: آپ کو انکار کردینا واجب تھا، خواہ خط بھیج کر خواہ پرچہ واپس کر کے اب قیمت تو واجب نہیں ہوئی (کیونکہ بیع مکمل نہیں ہوئی) لیکن سب پرچوں کا واپس کردینا واجب ہے وہ آپ کی ملک نہیں۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۱۳۲)

نامعلوم مدت کے لئے مقرر قیمت پر رسالہ جاری کرنا

لائف ممبر بنانا جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۶۹) بعض مالک اخبار کی جانب سے اشتہار ہوتا ہے کہ اس قدر روپیہ داخل کردینے سے تمام عمر کے واسطے اخبار جاری کردیا جائے گا یہ معاملہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: جائز نہیں کیونکہ مبیع مجہول ہے۔ (پتہ نہیں کب تک رسالہ نکلے گا اور کتنے رسائل ملیں گے) (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۱۳۳)

ڈاک وغیرہ میں رسالہ یا اخبار ضائع ہوجانے کی صورت میں مشتری کو دوبارہ مطالبہ کا حق ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۸۱) رسائل ماہواری جو رسال ہوا کرتے ہیں وہ اگر ڈاک میں ضائع ہوجاویں تو مشتری بائع سے دوبارہ طلب کرسکتا ہے یا نہیں؟ شرعی حکم اس باب میں کیا ہے؟

جواب: عرف تجار سے خصوص اس امر سے کہ ویلو کے ضائع ہونے کے وقت اہل ڈاک سے مطالبہ مال بھیجنے والا ہی کرتا ہے منگانے والا نہیں کرتا، یہی معلوم ہوتا ہے کہ اہل ڈاک وکیل بائع کے ہیں، مشتری کے نہیں، جب یہ لوگ مشتری کو دیتے ہیں اس وقت بیع ہوتی ہے، تو اس کے قبل چونکہ وہ مال بائع کا ہے اس لئے جو نقصان ہوگا

اسی بھیجنے والے کا ہوگا۔ (۱۸ ذی الحجہ ۱۳۳۲ھ حوادث ۱۰۱ص ۱۶۲) (امداد الفتاویٰ ص ۱۳۷ ج ۳)

جواب: پورا شرح صدر تو ہے نہیں لیکن قواعد سے رجحان اس طرف ہے کہ دوبارہ طلب کرسکتا ہے، **لان الظاهر ان عملة البوسطة وكلاء للبائع لا للمشترى فليراجع الى العلماء الأخرين فقط۔**

(امداد الفتاویٰ ص ۱۳۸ ج ۳)

اشتہار دے کر غیر مطبوعہ کتاب کی پیشگی قیمت لینے کا حکم

سوال: (۹۸۶۱) بعض اہل مطابع اشتہار دیتے ہیں کہ فلاں کتاب کے طبع کرنے کا انتظام کیا گیا ہے، جو صاحب اس قدر قیمت پیشگی بھیج دیں گے وہ اس رعایت کے مستحق ہوں گے یہ معاملہ کیسا ہے؟

الجواب: متاخرین نے جائز رکھا ہے اور اس کی تفصیل بیع استجراء میں صاحب ردالمحتار نے ذکر کی ہے۔

(ردالمحتار ج ۴ ص ۱۸) (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۱۳۲)

فصل ۸

اخبار و دیگر ذرائع ابلاغ سے متعلق اصلاحی مضامین

زیادہ افسوس تو ان کے حال پر ہے جو تہذیب کے پیرایوں میں اللہ تعالیٰ کی شکایت کرتے ہیں صاحبو! اگر انہی پیرایوں میں کوئی آپ کی شکایت کرے تو کیا آپ کو ناگوار نہ ہوگا؟ چنانچہ ایسے پیرائے اخباروں میں بھی اختیار کیے جاتے ہیں مثلاً اموات کا عدد بیان کرنا کہ آج اتنے آدمی مر گئے، اس سے بجز خدا تعالیٰ کی شکایت اور اعتراض اور اس کے ساتھ ہی لوگوں کو پریشان کرنے کے اور کچھ بھی غرض نہیں ہو سکتی، اگر کوئی غرض ہوتی تو اس کو بیان بھی کیا جاتا، مگر آج کل اس سے بے حد دلچسپی ہے اور یہ اخباری مذاق کہلاتا ہے، اس زمانہ میں یہ مذاق عموماً.....غالب ہو گیا ہے، مگر نہایت ہی لغو ہے۔

اخبار والوں کی حالت

ان اخبار والوں کی یہ حالت ہے کہ عوام میں جن مضامین سے زیادہ دلچسپی ہوتی ہے، ان ہی کو شائع کرتے ہیں خواہ کوئی نفع ہو یا نہ ہو بلکہ خواہ ضرر (نقصان) ہی ہو، خیر یہ بے چارے تو معذور ہیں کیونکہ اصل میں یہ لوگ تاجر ہیں، انہیں تو اپنا پیٹ بھرنا مقصود ہے، انہوں نے دیکھا کہ آج کل طاعون بہت ہے، لوگوں کو اس کی خبروں کا انتظار ہے، ان کے چھاپنے سے اخبار خوب نکلے گا وہی چھاپنے لگے، انہیں اس سے کچھ بھی غرض نہیں کہ اس سے خدا کی شکایت ہوتی ہے یا لوگوں کی پریشانی بڑھتی ہے، جس چیز کا چرچا زیادہ دیکھتے ہیں اسی کے متعلق مضامین بھی لکھتے ہیں اگر دینداری کا چرچا غالب ہو جائے تو دینداری کے مضامین لکھنے لگتے ہیں، کفر کا ذوق بڑھ جائے تو کفر کے

مضامین لکھنے لگتے ہیں، انہیں تو اپنی تجارت سے غرض ہے، مردہ چاہے دوزخ میں جائے یا بہشت میں یاروں کو اپنے حلوے مانڈے سے کام۔

انہوں نے دیکھا کہ لوگ طاعون کی خبروں کے منتظر ہیں اور کچھ نہیں تو یہی چھاپنا شروع کر دیا کہ طاعون میں اتنے مبتلا ہوئے اور اتنے فوت ہوئے، کہو اس سے کیا نفع؟

کوئی خبر بذات خود مقصود نہیں

اور عام لوگوں کا بھی آج کل عجیب مذاق ہو گیا ہے کہ محض خبر ہی کو مقصود بالذات سمجھتے ہیں، حالانکہ اس سے کہ خبر کی غایت ہمیشہ انشاء ہوتی ہے اور جس کی غایت انشاء نہ ہو وہ شخص فضول ہے، وجہ فضول ہونے کی یہ ہے کہ خبر کا منشا انشاء تھا اور اس سے یہ خالی ہے، غرض! یہ کلیہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ خبر خود مقصود نہیں ہوتی، بلکہ اس کی غایت انشاء ہوتی ہے۔

مثلاً ایک شخص حکیم صاحب کے پاس گیا اور کہا کہ مجھے بخار ہے تو مقصود اس کا اس خبر سے جملہ انشائیہ ہے یعنی مجھے نسخہ لکھ دیجئے یا دوا دیدیجئے یا مثلاً ایک جاسوس حاکم کو خبر دیتا ہے کہ سرحد تک غنیم آ گیا، مقصود اس سے بھی جملہ انشائیہ ہے کہ مدافعت کا انتظام کیجئے یا مثلاً ایک خفیہ پولیس نے اپنی ڈائری میں لکھا کہ فلاں شخص باغی ہے اس کا بھی مطلب یہ ہے کہ انسداد بغاوت کا انتظام کیجئے یا ایک نوکر نے آقا کو خبر دی کہ مکان کا قفل ٹوٹا ہوا ہے اس کا بھی مطلب یہ ہے کہ چوری کا تدارک کیجئے۔

یا ایک بزرگ کے پاس کسی نے آ کر عرض کیا کہ میرے اوپر مقدمہ قائم ہو گیا ہے اس کا بھی مقصود یہ ہے کہ دعا کیجئے، الغرض بے شمار مثالیں ہیں کہاں تک عرض کروں، اسی طرح شرعی اخبار میں قاعدہ ہے مثلاً

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کہہ دیجئے اللہ ایک ہے۔

جملہ خبریہ ہے مقصود اس سے یہ ہے کہ اس کا اعتقاد رکھو

اور مثلاً لَنْ یُّصِیْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا هُوَ مَوْلٰنَا (پ۱۰ توبہ)

اللہ تعالیٰ نے جو کچھ راحت یا غم ہمارے لئے مقدر فرمادیا ہے اس کے علاوہ اور کچھ ہم کو نہیں پہنچ سکتا۔

یہ جملے خبریہ ہیں، ان کا مقصود وہی جملہ انشائیہ ہے جو اس کے متصل مذکور ہے یعنی عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ۔ مومنوں کو اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کرنا چاہئے۔

بس اسی قاعدہ پر غور کر لیجئے اور جس خبر میں انشاء نہ ہو سمجھ لیجئے کہ محض عبث ہے، اب میں پوچھتا ہوں کہ ان خبروں سے کہ کلکتہ میں آج ایک ہزار مرے اور کل ممبئی میں ڈیڑھ ہزار مرے کیا مطلب ہے؟ ارے بھائی مرے تو ہم کیا کریں؟ اس کا کچھ بھی جواب نہیں، تو یہ خبر چھاپنا یا اس کا تذکرہ کرنا فضول ہی ہے اور اگر کوئی غرض ہے تو بتایئے، اگر کسی نے یہ سوچ ساچ کر یہ کہہ دیا کہ مقصود یہ ہے کہ دعا کیجئے تو یہ اس موقع پر ان خبروں کی غایت نہیں کہی جاسکتی، غایت تو وہ ہے جو پہلے سے متکلم کے ذہن میں ہو، یہ کیا جب جرح قدح کی گئی تو سوچ ساچ کر کہہ دیا دعا کیجئے، اگر یہ غایت تھی تو کبھی کسی وقت تو زبان پر آئی ہوتی، غرض! یہ سب باتیں نکات بعد الوقوع ہیں (یعنی بعد میں سوچ ساچ کر کھینچ تان کر غرض بیان کردی) ورنہ دراصل یہاں کوئی بھی غایت نہیں ہے۔

اگر کوئی کہے کہ عقلاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ افعال اختیار کا صدور بلا تصور غایت نہیں ہوسکتا، تو اس کا جواب یہ ہے کہ غایت تو یہاں بھی ہے مگر معتدبہ (یعنی قابل شمار) نہیں۔

ہاں اخبار والوں کی غایت تو محض تجارت ہے کہ اخبار خوب بکے گا، اور اخبار دیکھنے والوں کی غایت محض تذکرہ اور مشغلہ تفریح اور تبادلہ خیالات ہے کہ تم ہم سے اپنا حال کہو اور ہم تم سے کہیں پھر دونوں مل کر ماتم کریں مگر فائدہ کیا ہے کچھ نہیں۔

بلاضرورت خبروں کے شائع کرنے میں دنیا کا ضرر

شاید کوئی سمجھے کہ ان کو مسلمانوں سے کچھ ہمدردی ہے، سو یہ بھی نہیں، اگر ہمدردی ہوتی تو ایک دکان دواؤں کی غریبوں کے لئے کھلواتے مگر یہ کبھی نہیں ہوتا، صرف چرچا ہی مقصود ہے، خیر اگر ان میں کوئی ضرر نہ ہو تب بھی اس قدر روک ٹوک نہ کی جاتی، مگر اس میں تو دین کا بھی ضرر ہے اور دنیا کی بھی مضرتیں ہیں کیونکہ بہت سے آدمی محض خبریں ہی سننے سے ڈر کر مر گئے، ہم نے ایسے واقعات آنکھ سے دیکھے ہیں، بالخصوص عورتوں کے دل تو بہت ہی کمزور ہوتے ہیں، ان پر ایسی خبروں کا زیادہ اثر ہوتا ہے وہ پردہ دار ہیں، خود تو شہر کی حالت سے آگاہ نہیں ہوسکتی، ان کے پاس یہ باہر کی نکلنے والیاں خبریں لاتی ہیں کہ بی بی آج شہر میں یہ ہو رہا ہے کل وہ ہو رہا تھا آج اتنے مر گئے، کل اتنے مرے تھے اور بی بی صاحبہ ہیں کہ گھر کا دھندا چھوڑ کر ان خبروں کے سننے میں منہمک ہیں، اگر باہر سے آنے والیاں کبھی کوئی بات بیان نہ کریں تو یہ خود تقاضا کرتی ہیں کہ کہو اب شہر میں کیا حالت ہے، اس پر وہ بی بی صاحبہ کو خوش کرنے کو اگر کچھ بھی نہ ہو تب بھی کچھ نہ کچھ مبالغہ کے ساتھ بیان کر دیتی ہیں، اب یہ ہول اور دہشت سے پریشان ہوتی ہیں اور اکثر بیمار بھی ہو جاتی ہیں۔

چنانچہ ایسا ہی ایک واقعہ میرے یہاں آج کل ہوا کہ ایک بیوی پہلے ہول (دہشت) سے بیمار پڑیں اس کے بعد اسی میں انتقال ہو گیا، ایک جگہ طاعون کے زمانہ میں ایک حاملہ کو خبریں سن سن کر بہت ڈر لگتا تھا کیونکہ بیماری شہر میں بڑی شدت سے تھی، مردوں نے مصلحت پر نظر کر کے انہیں یہ سمجھا دیا کہ بیماری اب نہیں ہے اور شہر میں سکون ہے کہ ایک دن شام کو ایک دم بہت سی اذانوں کی آواز جو ان کے کان میں پڑی جس کو طاعون کے رفع کے لئے ایجاد کیا ہے، پھر ہول بڑھا اور یہ سمجھی کہ شہر میں

ابھی تک بیماری ہے جب ہی اتنی اذانیں ہورہی ہیں بس اسی ہول میں اسقاط ہوگیا۔

بعض جگہ وبا کے زمانے میں بہت سی اذانوں کا رواج ہوگیا ہے حالانکہ اس کی کوئی اصل نہیں اور ایسی بے اصل تدبیروں سے بجائے نفع کے ضرر ہوتا ہے۔

چنانچہ دیکھئے اسی سے اس عورت کا حمل ساقط ہوگیا، حضرت اصل تدبیر وہ ہے جو شریعت نے تعلیم دی ہے کہ گناہوں سے بچو، توبہ استغفار کرو، اور نیک کاموں کی پابندی کرو، فرائض وواجبات میں کوتاہی نہ کرو، حقوق ادا کرو، مگر لوگوں سے یہ کام تو ہوتے نہیں کیونکہ اس میں نفس کے خلاف کچھ کرنا پڑتا ہے انہوں نے اذانیں دینا یا چندہ کرکے دیگ پکانا سیکھ لیا ہے کیونکہ اس میں مشقت زیادہ نہیں بلکہ اس میں ایک گونہ حظ نفس ہے۔

اس علاج سے مرض نہیں جاتا اور بیماری کا تذکرہ کرنا، اموات کی شمار معلوم کرنا ،اور گھروں میں اس کا چرچا کرنا یہ تو کسی درجہ میں بھی علاج نہیں بلکہ اس سے تو اور مرض کو ترقی ہوتی ہے لوگوں کے دل کمزور ہوتے ہیں یہ تو دنیوی مضرت کا بیان تھا۔

اور اس میں دین کا بھی ضرر ہے جس کے سمجھنے کے لئے ایک مقدمہ سمجھنے کی ضرورت ہے۔

دینی ضرر

پہلے یہ سوچو کہ یہ سب کرتا کون ہے یعنی یہ مصیبت کون ڈالتا ہے ظاہر ہے کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوتا ہے، وبا اور بیماری کا اللہ کے حکم سے آنا سب کو معلوم ہے قتل وغیرہ میں تو گو جان اس کی خدا ہی نے لی مگر اس میں بظاہر ایک بندہ کا دخل ہوگیا اسی لئے وہ بندہ کا فعل کہلاتا ہے اور تمام تر شکایات اسی کی طرف عائد ہوتی ہیں لیکن وبا اور بیماری سے جو کوئی مرتا ہے تو اس میں براہ راست خدا کا فعل سمجھا جاتا ہے اس میں

جس قدر شکایت یا ناگواری ہوگی تو چونکہ یہ افعال بلا واسطہ خدا کے ہیں اس لئے وہ شکایت خدا کی ہوگی۔

ایک مثال سے اس کو سمجھئے مثلاً ایک حاکم کے یہاں مقدمہ پیش ہوا اس نے روئیداد پر نظر کر کے ایک کو مظلوم سمجھا اور دوسرے کو ظالم سمجھ کر حکم دے دیا کہ اسے پھانسی دیدو، چنانچہ اس کو پھانسی ہوگئی، اب ایک شخص کہتا ہے کہ ہائے فلاں شخص کو پھانسی دیدی گئی، افسوس! بڑے صدمہ کی بات ہے۔ بہت ہی بے جا واقعہ ہوا، اب یہ شکایت کس کی ہے یقیناً اس جج کی ہے جس نے یہ فیصلہ کیا ہے اور اسی وجہ سے ان حضرت کی یہ مجال نہیں ہوسکتی کہ جج کے اجلاس پر افسوس ظاہر کریں اور اس قسم کا ایک لفظ کہیں گو...... پیچھے جو کچھ چاہیں کہہ لیں کیونکہ اسے خبر نہیں۔

اسی طرح ایک شخص کے بیٹے پر مقدمہ قائم ہوگیا، حاکم کے اجلاس پر باپ بھی پیروی کے لئے حاضر ہوا، آخر میں حاکم نے سزا کا حکم سنا دیا اور اس کو باپ کے سامنے ہتھکڑیاں پہنا کر جیل بھیج دیا گیا، گو باپ کو یہ فیصلہ بے انتہا ناگوار ہوگا، مگر یہ مجال نہیں کہ اجلاس پر کچھ بھی منہ سے کہہ سکیں۔

تعجب ہے کہ ایک حاکم پر تو اعتراض کرنے کی بلکہ ایہام اعتراض کی بھی کسی کو جرأت نہیں، مگر خدا تعالیٰ پر اعتراض کرنے کی کیسے ہمت ہوتی ہے اگر یہ کہا جائے کہ ہم تو خدا پر اعتراض نہیں کرتے، صرف بیماری ہی کا تذکرہ کرتے ہیں تو حضرت ذرا ان الفاظ کو دیکھئے جو اس تذکرہ میں استعمال کئے جاتے ہیں پھر ذرا اپنے دلوں کو ٹٹولئے کہ ان الفاظ کو منھ سے نکالتے ہوئے واقعات حادثہ کے متعلق شکایت ہوتی ہے یا نہیں؟

چنانچہ سنئے آج کل ان وبائی امراض کے متعلق اس قسم کے کلمات استعمال کئے جاتے ہیں کہ ہائے سارا کانپور ہی خالی ہوا جاتا ہے، محلے کے محلے ویران ہوتے جاتے

ہیں، گھروں میں قفل لگتے جاتے ہیں، قبر کھودنے والے نہیں ملتے، سینکڑوں بچے یتیم ہوگئے، ہزاروں عورتیں بیوہ ہوگئیں، گھر گھر مردے ہی مردے ہیں، مردوں کا دفن کرنے والا بھی کوئی نہیں وغیرہ وغیرہ۔

یہ سب اعتراض کے کلمات ہیں یا نہیں، کیوں صاحب کیا کبھی صاحب جج کے سامنے بھی اس طرح کہہ دوگے کہ اگر یہی فیصلے رہے کہ کسی کو پھانسی دے دی، کسی کو قید کردیا تو تھوڑے دنوں میں بستی ہی ختم ہوجائے گی، یقیناً کبھی ہمت نہیں ہوسکتی، کیونکہ اس میں جج پر اعتراض ہے یا کم از کم ایہام تو ضرور ہے۔

افسوس صد افسوس! جو بات ایک حاکم دنیا کے سامنے گستاخی کے خیال سے نہیں کہہ سکتے وہی بے باک ہوکر خدا کے سامنے کیونکر کہی جاتی ہے؟ آخر ان جملوں کا کیا مطلب ہے کہ اگر یہی بیماری رہی تو بہت جلد شہر خالی ہوجائے گا، تمہیں خبر بھی ہے کہ یہ تم کسے سناتے ہو؟ اگر مجھے سناتے ہو تو میں کیا کروں؟ کسی دوسرے کو سناتے ہو تو وہ بھی کیا کرسکتا ہے، بس یوں کہو نا کہ خدا کو سناتے ہو، خیال تو کرو کتنی بڑی گستاخی ہے پھر گستاخی سے تو اور زیادہ قہر نازل ہونے کا اندیشہ ہے۔

(اشعار کا ترجمہ) جو کچھ تم پر مصیبتیں آرہی ہیں وہ گستاخی کی بناء پر ہیں، خدا سے ہم ادب کی توفیق چاہتے ہیں، بے ادب اللہ کے فضل سے محروم رہتا ہے، بے ادب صرف خود ہی خراب نہیں ہوتا، بلکہ ساری دنیا میں آگ لگا دیتا ہے جو شخص طریقت میں گستاخی کرتا ہے وہ حیرانی کے دریا میں غرق ہوجاتا ہے۔

(وعظ الامتحان ملحقہ فضائل صبر وشکر ۲۰۸ تا ۲۱۵)

میں اخبار دیکھنے کو منع نہیں کرتا فاسد رایوں کو دیکھنے سے منع کرتا ہوں، خبر اور رائے کا فرق

اب اخباروں میں مذہبی احکام کے متعلق بھی رائیں شائع کی جاتی ہیں، اسی وجہ سے میں نے اخبار کے متعلق لکھ دیا تھا کہ ان کو دیکھنا جائز نہیں، اس پر اعتراض کئے جانے لگے کہ لو اخبار بھی حرام ہوگئے کہ نہیں دیکھنا چاہئے، تو سمجھو کہ میں نے اخبار دیکھنے کو منع نہیں کیا، مگر ایک تو ہے خبر اور ایک ہے رائے، اور اخبار ہے خبر کی جمع سو خبروں کا دیکھنا تو جائز ہے لیکن وہ ایڈیٹروں کی رائیں اور تحقیقات جو دین کے متعلق ہوں نہ دیکھنا چاہئے، تو میں نے اصل میں اخبار دیکھنے کو منع نہیں کیا بلکہ انشاءات یعنی ایڈیٹروں کی رائیں اور تحقیقات کو دیکھنے سے منع کرتا ہوں، وہ بھی جب کہ دین کے متعلق ہوں اور وہ بھی اس لئے نہیں کہ دین میں رائے کو دخل ہی نہیں بلکہ اس لئے کہ وہ رائیں (عموماً) فاسد (کتاب وسنت کے خلاف) ہوتی ہیں۔

ملاحظہ کیجئے کہ ایک صاحب لکھتے ہیں کہ ربوا کے حرام ہونے کی دلیل قرآن مجید میں نہیں، دیکھئے تو کیسے غضب کی بات ہے کہ جس کے بارے میں نص صریح موجود ہے اس کا انکار کرتے ہیں اور جب کوئی انہیں جواب دیتا ہے کہ ربوا کا لفظ تو قرآن مجید میں مصرح ہے اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰو (یعنی اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کردیا ہے) تو کہتے ہیں کہ اس ربوا سے یہ ربوا مراد نہیں ہے بلکہ وہ رُبا ہے بضم را (را کے پیش کے ساتھ) رَبودن سے، اس سے غضب مراد ہے، کیا خوب! قرآن میں فارسی گھس گئی۔

(اتباع المنیب ملحقہ نظام شریعت ص ۱۹۵)

ایسے رسائل واخبار اور ایسے مضامین نہ دیکھا کریں

آج کل کہتے ہیں کہ ربوا کی ممانعت قرآن میں نہیں ہے اب کسی نے کہا کہ ظالم ربوا تو قرآن میں موجود ہے، تو کیا کہتے ہیں کہ ہاں ہے تو مگر وہ ربوا نہیں ہے بلکہ رُبا ہے کیونکہ اعراب تو مولویوں نے لگائے ہیں، کیا ٹھکانہ ہے جہل کا۔

ایک شخص نے راندیر سے خط لکھا کہ ایک شخص بہت دور تک ڈگریاں حاصل کئے ہوئے تھے، انہوں نے تیمّم کیا تو جیسے وضو میں کلّی کیا کرتے ہیں اس طرح منھ میں مٹی بھرلی، غرض خاکش بدہن (اس کے منھ میں خاک) کا مضمون خوب صادق آیا۔

حضرات! ان معترضین کے علم کی یہ حالت ہورہی ہے، پس جس کی معلومات کی یہ حالت ہو اور وہ کرے اجتہاد، خیال کیجئے کتنے غضب کی بات ہے، اس لئے میں کہتا ہوں کہ اخباروں کے اندر جو اس قسم کے مضمون ہوں وہ نہ دیکھیں اور غضب یہ ہے کہ مسلمان تو قرآن وحدیث میں اجتہاد کرتے تھے اب کفار بھی کرنے لگے۔

چنانچہ ایک انگریز صاحب نے کہا کہ قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ طاعون اڑکر لگتا ہے، کیونکہ قرآن میں حکم ہے کہ جہاں طاعون پھیلے وہاں کے آدمی دوسری جگہ نہ جائیں، تو یہ دوسری جگہ جانے کی ممانعت کس لئے کی، اس لئے کہ یہ لوگ دوسری جگہ جائیں تو ان سے وہاں کے لوگوں کو لگ جائے گا، تو ایک تو یہ غضب کہ ممانعت تو کی گئی ہے حدیث میں اور آپ فرماتے ہیں کہ قرآن میں ممانعت کی گئی ہے، اور دوسرے یہ کہ ممانعت کی وجہ اپنی طرف سے تراشتے ہیں، گویا کوئی اور وجہ ہو نہیں سکتی تو گویا قرآن وحدیث ایسی چیز ہوگئی کہ غیر مسلم بھی اس میں اجتہاد کرنے لگے۔

خلاصہ یہ ہے کہ چونکہ اب فاسد رائیں شائع کی جاتی ہیں اس لئے منع کیا جاتا ہے کہ ایسے رسالے اور ایسے مضامین ہی نہ دیکھیں۔

(اتباع المنیب ملحقہ نظام شریعت ص ۹۶) (الغالب للطالب ملحقہ نظام شریعت ص ۳۵۰)

خانقاہ میں رہ کر اخبار بینی واخبار نویسی کی اجازت اور برکت کی دعا

مولانا عبدالماجد صاحب دریا آبادیؒ اپنے تھانہ بھون سفر کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

اجازت حاضری اور طویل حاضری کی مل گئی، اس سے بڑھ کر مسرت کا موقع اور کیا ہوسکتا تھا، لیکن پھر بھی یہ خیال آیا اور آتا ہی تھا کہ یہ مہینہ ڈیڑھ مہینہ کی مدت وہاں کٹے گی کیونکر۔

عام مریدین، مسترشدین، معتقدین، خانقاہ میں جب حاضر ہوتے ہیں تو بعض تو خانقاہ میں جاروب کشی کرتے ہیں اور باقی یہ نہ سہی، تو ذکر وشغل کرنے، نفی واثبات کی ضربیں لگانے، اللہ اللہ کرنے، اوراد ووظائف پڑھنے پڑھانے میں رات اور دن کاٹ دیتے ہیں، یہاں ان مشغلوں سے کیا سروکار تھا، اس آنے والے کی دنیا ہی دوسری دنیا تھی "سچ" ایک حد تک دینی اخبار سہی بہر حال ہفتہ وار اخبار تھا، اور اس کا نکالنے والا بہر صورت ایڈیٹر، اس کا کام ہی اخبار کے لئے لکھنا، اخبار کے لئے پڑھنا، دن رات میں خدا معلوم کتنے اخبارات پڑھ ڈالنا اردو کے بھی انگریزی کے بھی اور کبھی کبھی عربی اور فارسی کے بھی، بھلا ایسے اخبارچی کو ان خانقاہی مشاغل سے واسطہ کیا تھا دل میں بات آئی ہمت کے پیر ذرا لڑکھڑائے، لیکن بات کو چرا جانے کی، چھپا ڈالنے کی ترکیب جس طرح آج ۲۸ء میں نہیں بن پڑتی ۲۹ء میں نہ بن پڑی، دل کڑا کر کے ۱۴ر ستمبر کو خود مولانا ہی کو لکھ بھیجا، کہ حضرت وہاں کا نظام اوقات کیا رہے گا؟ اب تک کا تو معمول روزانہ کئی گھنٹے کے لئے اخبار نویسی اور اخبار خوانی کا ہے، اگر یہ وہاں کے مشاغل کے منافی ہو تو اپنے اخبار کے لئے کسی نئے انتظام کی فکر کر کے آؤں، جواب آیا مختصر، لیکن بالکل کافی:

مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

طبعاً کسی جانب شرح صدر نہیں ہوا لیکن عقلاً ترجیح ہوئی کی اخبار کا انتظام نہ بدلا جائے، میں برکت کی دعا بھی کرتا ہوں۔ اشرف علی

یہ جواب ان کا آیا جو اپنی سختی اور خشکی کے لئے مشہور تھے۔

حقیقۃً مولانا (تھانویؒ) کے یہاں بڑا توسع تھا، بہ حیثیت عالم شریعت کے بھی اور بہ حیثیت مرشد طریقت کے بھی۔ (حکیم الامت نقوش وتاثرات ص ۶۱، ۶۲)

غلط مضامین کے شائع ہونے پر تنبیہ

مولانا عبدالماجد صاحبؒ حضرت تھانویؒ کی خدمت میں تحریر فرماتے ہیں:

''سچ'' میں مدت سے ایک مضمون احادیثِ دجال پر نکل رہا ہے، کُل پرچے یکجا کرکے ارسال خدمت ہیں اگر حسب فرصت ان پر ایک نظر کرلی جائے تو مجھے استفادہ کا بہت موقع مل جائے۔

جواب: مفصل دیکھنا تو مشکل تھا لیکن مجمل مطالعہ بھی غالباً مفصل مطالعہ کی طرح کافی ہوگا، میں نے مختصر اصولی جواب لکھ دیا ہے، اب ضرورت اس کی ہے کہ کوئی صاحب علم اصل مضمون کو مطالعہ کریں اور میری مختصر عرض داشت ذہن میں رکھیں تو امید ہے کہ کوئی جزو بلا جواب نہ رہا ہوگا۔

اس کا ضرور قلق ہے کہ اخبار ''سچ'' کے عموماً لوگ معتقد ہیں اس میں شائع ہونے سے مضمون کو سچ ہی سمجھتے ہوں گے اور باطل میں مبتلا ہوگئے ہوں گے، اسی لئے میں نے پہلی یا دوسری ملاقات میں زبانی یا تحریراً عرض کیا تھا کہ کوئی مضمون دینی بدون ملاحظہ مولانا حسین احمد صاحب کے شائع نہ کیا جائے، معلوم نہیں کب تک اس سے قلق رہے گا۔

(حکیم الامت نقوش وتاثرات ص ۱۰۳)

مصنفوں، شاعروں، ناول نگاروں اور پریس والوں کو تنبیہ

ایک اور گناہ بتلاتا ہوں جس کی طرف اچھوں اچھوں کو بھی خیال نہیں ہوتا کہ یہ گناہ ہے، وہ گناہ یہ ہے کہ نظم لکھتے وقت جو کچھ زبان پر آجائے لکھ ڈالتے ہیں اور یہ سمجھ رکھا ہے کہ شاعر جو کچھ کہہ دے جائز ہے، یہ بالکل غلط ہے، شاعر مرفوع القلم نہیں ہوتا بلکہ شعر کا حکم وہی ہے جو نثر کا ہے، اور تحریر کا حکم بھی وہی ہے جو تقریر کا حکم ہے، بھلا کوئی شاعر نظم میں گورنمنٹ کی توہین تو کردے دیکھئے دست بدست سزا تیار ہے یا نہیں، اس وقت یہ عذر کافی نہ ہوگا کہ میں شاعر ہوں، نہ معلوم کون سے قانون یا عرف یا مذہب کا حکم ہے کہ شاعر زبان کے الزامات سے بری ہوتا ہے، اس مرض میں اچھے اچھے پڑھے لکھے مبتلا ہیں۔

(یاد رکھئے!) نامشروع تحریر کا وہی حکم ہے جو نامشروع تقریر کا ہوگا، اور کسی بات کا لکھنا زبان سے ادا کرنے ہی کے حکم میں ہے تو کتاب میں لکھنا اسی بات کا درست ہے اور اسی مضمون کو دیکھنا بھی درست ہے جس کا زبان سے کہنا درست ہے، تو بری کتابوں کا لکھنا اور دیکھنا سب زبان ہی سے بری باتیں کہنے کے حکم میں ہے، جس کا ناجائز ہونا میں نے عقلاً نقلاً ثابت کردیا، لہٰذا یہ مشغلہ چھوڑ دیا جائے، صاحبو! جو بات زبان سے کہی جاوے، لکھی جاوے یا سنی جائے یا پڑھی جائے اس کو سوچ سمجھ کر اور خیال کرکے سن کر یا پڑھا یا دیکھا جائے، بہت اہتمام کے ساتھ اس کی عادت کرلینی چاہئے۔

(خلاصہ یہ کہ غلط کتابوں کا) لکھنے والا تو گناہ گار ہوا ہی، پڑھنے والا بھی گنہگار ہوتا ہے اور ان کا شائع کرنا چھاپنا بھی گناہ ہے، مطبع (پریس) والوں نے آج کل یہ حیلہ تراش لیا ہے کہ ہم تو اپنی محنت کے دام لیتے ہیں "راست و دروغ برگردن راوی" مصنف اپنی تصنیف کا خود ذمہ دار ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ایک دفعہ کسی باغی کی کوئی تصنیف کردہ کتاب یا اشتہار بھی چھاپئے اور عدالت میں یہ جواب طلب ہو تو کہہ دیجئے کہ ہم نے اپنی محنت کی اجرت لی ہے ”راست ودروغ برگردن راوی“ مصنف سے جواب طلب کیا جائے، ذرا میں دیکھوں کی یہ جواب دے کر مطبع (پریس) والے چھوٹ جائیں گے یا نہیں، جب ایک دنیا کے حاکم سے نہیں چھوٹ سکتے تو حاکم حقیقی سے (کیسے چھوٹ سکیں گے) (ذم المکروہات ملحقہ اصلاح اعمال ص:۳۹۹،۴۱۵)

تمام مصنفین اور شعراء کے ساتھ بھی حسن ظن لازم ہے جب تک کہ صریح دلیل کے خلاف نہ ہو

مولانا عبدالماجد دریا آبادی حضرت تھانویؒ کی خدمت میں تحریر فرماتے ہیں:

سوال: ایک مسئلہ بہت مدت سے کھٹک رہا ہے، گذارش کی نوبت آج آرہی ہے، سوال فارسی اور اردو شاعری کے بڑے حصہ سے متعلق ہے، شاعروں نے کس کس طرح کفریات بکے ہیں، اور اپنے اعمال فاسقانہ پر کیسا کیسا فخر کیا ہے، جنت پر، حور وقصور پر، ملائکہ پر مضحکہ، شراب کی مدح اور شراب خواری کی ترغیب، اپنی میخواری وحرامکاری پر فخر، ساری عبادت وتقویٰ کی قیمت ایک ساغر کو ٹھہرانا، صنم، بت، طفل ترسا، مغبچہ، اس قبیل کے الفاظ کو موقع مدح پر لانا ان خرافات کو مجاز کہہ دینے کی آخر سند کیا ہے؟ کتاب وسنت نے ان اقوال کے قائلوں کو آخر کہاں مستثنیٰ کیا ہے چہ جائیکہ ایسے شاعروں کو بزرگ اور عارف باللہ سمجھنا؟

۱۔ شاعری کی کیا تخصیص ہے نثر میں بھی اگر ایسے مضامین ہوں ان سے بھی ایسا ہی انقباض ہونا لوازم ایمان سے ہے مگر جس طرح اس پر انقباض ضروری ہے، اور لوازم ایمان سے ہے اسی طرح قائل کے ساتھ اگر کوئی صریح دلیل خلاف نہ ہو حسن

ظن بھی ایسے ہی لوازم سے ہے، سب سے زیادہ منتظم اور دین کے محافظ اور شاعروں کے مقابل گو وہ صوفیہ ہی ہوں فقہاء ہیں، مگر انہوں نے دلائل شرعیہ سے یہ حکم فرمایا ہے کہ اگر کسی کلام میں ننانوے محمل کفر کے ہوں اور ایک ایمان کا، تو اس کی محمل ایمان ہی پر محمول کریں گے، اور ضرورت اس کی ان کے ایمان کی حفاظت نہیں بلکہ اپنے ایمان کی حفاظت ہے کہ دلائل شرعیہ کی مخالفت نہ ہو جس کی توفیق بلاقصد آپ کو بھی عطا ہو گئی۔

(حکیم الامت نقوش وتاثرات ص ۵۷۸)

شعروشاعری جائز ہے یا نہیں؟

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کیا شاعری ناجائز ہے؟

فرمایا کہ ناجائز تو نہیں لیکن بعض شاعروں کے اکثر مضامین خلاف شریعت ہوتے ہیں اس وجہ سے ان کے لئے بے شک ناجائز ہے۔

اسی طرح اگر غلو وانہماک زیادہ ہو جائے اس کو بھی منع کیا جائے گا ایک شاعر صاحب تھے اگر نماز میں کوئی شعر ان کو یاد آجاتا تو نماز توڑ کر اس کو لکھ لیتے، کسی نے کہا یہ کیا؟ کہا نماز کی تو قضا ہے مگر شعر کی قضا نہیں، اکثر جاہل شعراء کے یہاں اشعار میں تو کوئی حد نہیں۔ (ملفوظات حکیم الامت ص ۳۰ ج ۴)

بزرگوں کے اشعار سے کسی مسئلہ پر استدلال کرنا درست نہیں

ارشاد فرمایا کہ میری یہ وصیت ہے کہ بزرگوں کے نظم وکلام سے کسی مسئلہ پر استدلال کرنا ہرگز مناسب نہیں، کیونکہ شعر میں اکثر معانی الفاظ کے تابع ہو جاتے ہیں، پہلے سے جو مسئلہ معلوم تھا اس پر اس کو منطبق کر لینا تو درست ہے لیکن اس سے کوئی مستقل مسئلہ نکالنا درست نہیں۔ (مجالس حکیم الامت ص ۱۸۵)

اخبار میں دینی مضامین لکھنا پسندیدہ نہیں

بعض لوگ گائے کی قربانی کی متعلق اخباروں میں اپنی رائے لکھ کر ہم سے بھی درخواست کرتے ہیں کہ ہم بھی اخباروں میں اس کے متعلق اپنی رائے لکھیں مگر ہمارے نزدیک اخباروں میں آج کل ایسا مضمون لکھنا حکام کو اپنی طرف سے بدگمان کرنا ہے، کیونکہ نامہ نگاروں کو حکام عموماً مفسد سمجھتے ہیں اس لئے ہم کسی کو بدگمان کرنا نہیں چاہتے، ہمارے اصول میں سے ہے کہ اتقوا مواضع التھم کہ تہمتوں کے مواقع سے بچو، دوسرے اخبار میں مضمون لکھ کر اس مضمون کو بے وقعت کرنا ہے، عام مسلمانوں اور دینداروں کی نظروں میں اس مضمون کی کچھ وقعت نہیں ہوتی، اس لئے ہم کو اخبار میں مضمون لکھنا پسند نہیں، اور یہ بھی پسند نہیں کہ ہندوؤں کو چڑا چڑا کر گائے کی قربانی کریں کہ اس میں دل آزاری اور بلا ضرورت فتنہ ہے۔

(الضحایا ملحقہ سنت ابراہیم ص ۱۶۰، احکام قربانی ص ۹۷)

مذہبی دینی رسالہ کیسا ہونا چاہیئے

ایک مذہبی پرچہ کا ذکر ہوا جس میں اعتراضات بھی ہوتے ہیں اور خبریں بھی ہوتی ہیں، رائے بھی ہوتی ہے۔ فرمایا: یہ مذہبی پرچہ کی شان نہیں ہے، ماشاء اللہ ''الامداد'' میں سوائے احکام اور اصلاح کے کچھ نہیں ہوتا، نہ رائے، نہ اعتراض اور نہ کوئی خبر، میری رائے میں مذہبی پرچہ ایسا ہی ہونا چاہیئے۔ (حسن العزیز ۱/۱۸۷)

مضمون کیسے رسالہ میں نکالیں

سندھ سے ایک خط حضرت مدظلہ العالی کی خدمت میں آیا کہ یہاں سے

ایک اخبار نکلنے والا ہے اس میں یا تو اپنا مضمون دیا کیجئے یا کوئی اپنا وعظ دے دیجئے کہ وہی تھوڑا تھوڑا نکالا جائے اس پر حضرت والا نے فرمایا کہ جب تک پرچہ کی حالت نہ دیکھ لی جائے، کہ اس میں کس قسم کے مضامین نکلتے ہیں اس وقت تک اپنا مضمون دینا مناسب نہیں کیونکہ مضمون کے ہونے سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ اخبار ان کا بھی پسندیدہ ہے تب ہی تو مضمون اس میں طبع ہوا۔ (حسن العزیز ۲/۱۳۵)

علمی و دینی رسالوں میں کیسے مضامین ہونے چاہئے؟

بخدمت جامع الکمالات القدسیہ مولوی محمد اشرف علی صاحب دام مجدہ، بعد سلام مسنون الاسلام کے گذارش ہے ندوۃ العلماء نے ایک ماہوار رسالہ جاری کیا ہے جو جناب کی خدمت میں بغرض ملاحظہ مرسل ہے اور ہمیشہ بھیجا جائے گا اگر جناب ازراہ کرم کبھی کبھی اپنے مضامین اس میں شائع ہونے کو عنایت فرمادیں تو خاکسار شکر گذار ہوگا ضروری ہے کہ ایسے مضامین بھی اس میں شائع ہوں جس میں نئے خیال والوں کو اخلاق حسنہ اور روحانی کیفیتوں کے حاصل کرنے کا شوق دلایا جائے کہ صرف مادی ترقی انسان بنانے کا آلہ نہیں ہے مجھ کو یقین ہے کہ موجودہ لوگوں میں جناب سے بہتر اس کام کو کوئی نہیں کرسکتا لہٰذا ازراہ عنایت میری استدعا قبول فرمائی جائے والسلام۔

ناظم ندوۃ العلماء

جواب: مخدومی و مکرمی دامت برکاتہم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ الطاف نامہ مع رسالہ الندوہ نمبر اول جلد اول پہنچا، یاد آوری سے ممنوع ہوا مولانا بدر فطرت سے مجھ کو طبعاً نفرت ہے کسی امر کے متعلق خطاب خاص کروں کیونکہ تجربہ نے اس کا شاق ہونا ثابت کردیا ہے لیکن چونکہ الطاف نامہ میں مجھ کو مضمون بھیجنے کی اجازت ہوئی ہے امید غالب ہے کہ یہ مضمون خاص جس کا حاصل ایک مشورہ خیر خواہانہ ہے باوجود خطاب

خاص ہونے کی بوجہ از ان من وجہ کے اہل مجلس کو ناگوار نہ ہوگا وہو ہذا۔

مسلمانوں کو جس چیز کی اس وقت بلکہ ہر وقت ضرورت ہے وہ صرف ان کے دین کی اصلاح ہے اور دنیا کی صرف اتنے حصہ کی جس کو ان کے دین کی حفاظت میں دخل ہے، جو انجمن یا جو رسالہ اصلاحی خدمت کی حیثیت سے تجویز کیا جائے اس کا کام یہی ہونا چاہئے۔

اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی ضرور ہے کہ اس اصلاح کے متعلق جو تقریر کی جائے جو تدبیر بتلائی جائے وہ

اولاً: صاف اس قدر ہو کہ فہم غرض میں ابہام یا خلاف حق کا ایہام نہ ہو۔

ثانیاً: حتی الامکان مختصر اور سہل ایسی ہو کہ حالت موجودہ مخاطب کی اس کی برداشت کر سکے۔

ثالثاً: چند مقاصد کے اجتماع میں رعایت الاہم فالاہم کی ہونا چاہئے۔

اس تمہید کے بعد میں اس رسالہ کے متعلق اور جس مجلس سے یہ رسالہ شائع ہوا کرے گا اس کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

(۱) جو مفاسد اعتقادی و عملی واخلاقی اکثر لوگوں میں پائے جاتے ہیں ان کی اصلاح کے مضامین ہوں۔

(۲) بالخصوص وہ مفاسد جو تعلیم جدید سے پیدا ہو گئے ہیں ان کے شفا بخش جواب ضرور ہوں گے مگر اس میں متعارف بول چال کے الفاظ ہوں نہ عربی لغات ہوں اور نہ انگریزی محاورات ہوں۔

(۳) عام اجازت شائع کر دی جائے کہ جس شخص کو جو کچھ پوچھنا ہو پوچھے اور ان سوالوں کے جواب وقتاً فوقتاً اس میں شائع ہوں اس صورت میں نفع عام اور تام ہوگا۔

(امداد الفتاویٰ ص ۲۲۸ و ۲۳۰ ج ۶ کتاب العقائد والکلام)

مضمون نویسی کا معیار

مضمون نویسی کا کام دو حال سے خالی نہیں یا ضروری ہے یا غیر ضروری، اگر غیر ضروری ہے حذف کیا جائے اور اگر ضروری ہے تو جس طرح ندوہ میں اور کاموں پر تنخواہ دار مقرر ہیں ایک جماعت دو تین آدمیوں کی اس کام کے لئے بھی معین ہو خواہ ان کو ندوہ اپنی حد کے اندر رکھے اور یا بطور ٹھیکہ کے ٹھہرا دیا جائے کہ جو شخص اتنا مضمون اس قسم کا دے گا اور قسم وہی جس کو میں عریضہ سابقہ میں لکھ چکا ہوں تو بشرط پسند فلاں فلاں علماء اس کو اس اس حساب سے معاوضہ دیا جائے گا اور یہ پسند ان علماء سے کرائی جاسکتی ہے جو اپنے اپنے مقاموں پر فتوے نویسی کا کام کر رہے ہیں یا اور جو علماء اس کے اہل تجویز کر لئے جائیں۔

(امداد الفتاویٰ ص ۲۳۹ ج ۶ کتاب العقائد والکلام)

فصل ۹

اخبار ودیگر ذرائع ابلاغ اورلہو میں مشغولی کا حکم

قرآن وحدیث اوراصول شرع کی روشنی میں

حق تعالیٰ فرماتا ہے: وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا أُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ (پ۲۱سورہ لقمان)

(ترجمہ وتفسیر) اور بعض آدمی ایسے بھی ہیں جو قرآن سے اعراض کرکے ان باتوں کو سنتے ہیں، یعنی ایسی باتیں اختیار کرتے ہیں جو اللہ سے غافل کرنے والی ہیں، سواول تو لہو کا اختیار کرنا جب کہ مقرون بالاعراض عن آیات اللہ ہو (یعنی جس کے نتیجہ میں اللہ کی آیات واحکام سے اعراض لازم آتا ہو) خود ہی کفر اور ضلال (گمراہی) ہے پھر خاص کر جب کہ اس کو اس غرض سے اختیار کیا جائے تاکہ اس کے ذریعہ سے دوسروں کو بھی اللہ کی راہ دین حق سے بے سمجھے بوجھے گمراہ کرے، اور اسی گمراہ کرنے کے ساتھ اس راہ حق کی ہنسی اڑائے، اور ایسے لوگوں کے لئے آخرت میں ذلت کا عذاب ہونے والا ہے، اور جب اس کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو وہ شخص تکبر کرتا ہوا ایسی بے التفاتی سے منھ موڑ لیتا ہے جیسے اس نے سنا ہی نہیں، جیسے اس کے کانوں میں ثقل ہے یعنی جیسے بہرا ہے سو اس شخص کو دردناک عذاب کی خبر سنا دیجئے۔

فائدہ: آیت کا شان نزول یہ ہے کہ نضر بن حارث ایک رئیس کافر تھا وہ تجارت کے لئے فارس جاتا تو وہاں سے شاہان عجم کے قصص اور تواریخ مول لاتا

،اور قریش سے کہتا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم کو عاد وثمود کے قصے سناتے ہیں، میں رستم واسفندیار اور اکاسرۃ کے قصے سناتا ہوں لوگ اس کے قصوں کو لذیذ سمجھتے اور قرآن کو نہ سنتے۔

تنبیہ: آیت کا شان نزول گو خاص ہے مگر عموم الفاظ کی وجہ سے حکم عام ہے ،چنانچہ ترمذی وغیرہ میں حدیث مرفوع ہے کہ گانے والی لونڈیوں کی تجارت مت کرو، اور اس کے بعد یہ فرمایا وفي مثل هذا انزلت هذه الآية ومن الناس من يشتري الخ اور بخاری نے ادب مفرد میں ابن عباس کا قول بیان کیا ہے:

لهو الحديث هو الغناء واشباهه كذافي الروح

(یعنی لہو الحدیث سے مراد غنا، گانا اور اس کے مشابہ چیزیں ہیں) پس لفظ مثل اور اشباہ سے عموم ظاہر ہے، پس اس بناپر جو شغل (خواہ اخبار اور ٹی وی وغیرہ دیکھنا ہو) دین اسلام سے ضلال یا اضلال کا (یعنی خود گمراہ ہو یا دوسروں کی گمراہی کا سبب اور موجب بن جائے وہ حرام بلکہ کفر ہے، اور آیت میں یہی مقصود ہے۔

فائدہ: جو لہو اعمال فرعیہ شرعیہ سے باز رکھے (یعنی جو اشیا لہو ولعب مثل ٹی وی وغیرہ احکام شرعیہ پر عمل کرنے سے رکنے کا ذریعہ بن جائیں) یا کسی معصیت کا سبب ہو جائے وہ صرف معصیت ہے۔

اور جو لہو کسی امر واجب کا مفوّت نہ ہو (یعنی اس کی وجہ سے فرائض وواجبات نہ چھوٹتے ہوں) اور اس میں شرعی غرض ومصلحت بھی نہ ہو وہ مباح ہے لیکن لایعنی ہونے کی وجہ سے خلاف اولیٰ ہے۔

اس تفصیل سے تمام مشاغل اور تفریحات کا حکم بھی جس میں اخبار اور ناول وغیرہ بھی آگئے معلوم ہو گیا، اللہ اعلم۔ (بیان القرآن سورہ لقمان پ ۲۱)

مسئلہ: جس مضمون کا زبان سے بیان کرنا گناہ ہے اس کا خط میں لکھنا بھی گناہ ہے۔ (بہشتی زیور آخری ص ۵۸ ج ۱)

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطَانِ فَاجْتَنِبُوْہُ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ (سورہ مائدہ پ ۷)

ترجمہ: اے ایمان والو! بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور بت وغیرہ اور قرعہ کے تیر یہ سب گندی باتیں ہیں شیطانی کام ہیں سو اس سے بالکل الگ رہو، تاکہ تم کو فلاح ہو، شیطان تو یوں چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ سے تمہارے آپس میں عداوت اور بغض واقع کر دے، اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور نماز سے تم کو باز رکھے۔

(بیان القرآن)

فائدہ: خمر ومیسر (یعنی شراب اور جوا) بت پرستی اور کفر کے قریب قریب اس لئے ہیں کہ نماز سے جو کہ ایمان کے اعظم شعائر اور علامات ایمان سے ہے مانع ہیں، جب اس طور پر ایمان سے بعد ہوا تو کفر سے قرب ہوا۔

خمر ومیسر (یعنی شراب اور جوئے) کی حرمت کی جو حکمت (وعلت) بیان فرمائی گئی ہے وہ شطرنج وغیرہ (جس میں اخبار ناول، ٹی وی وغیرہ کے غیر ضروری مضامین وپروگرام بھی آجاتے ہیں کیونکہ ممانعت کی وہ علت وحکمت ان) میں بھی مشاہد ہے، اس سے سمجھ لینا چاہئے کہ جائز کس طرح ہو سکتی ہے۔ (بیان القرآن سورہ مائدہ پ ۷)

انصاب (یعنی بتوں) کا جو ساتھ میں ذکر کیا گیا اس سے مقصود خمر ومیسر (شراب اور جوئے) کی مذمت کی تاکید ہے کہ یہ (اور اس کے مثل چیزیں) اس قابل ہیں کہ بت پرستی کے ساتھ ان کا ذکر کیا جائے۔

(بیان القرآن سورہ مائدہ ۵۸ ج ۳)

مزید تشریح و توضیح

حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطَانُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ۔

(پ ۷ سورہ مائدہ)

ترجمہ وتشریح: شیطان کی جوئے اور شراب سے یہ غرض ہے کہ آپس میں دشمنی ڈال دے اور ذکر اللہ سے اور نماز سے روک دے۔

حق تعالیٰ نے اس آیت میں جوئے اور شراب کے دو نقصان بتلائے ایک یہ کہ شیطان اس کے ذریعہ سے تمہارے آپس میں نفاق ڈال دے گا، دوسرے یہ کہ خدائے تعالیٰ کی یاد سے اور نماز سے روک دے گا، اس سے صاف ظاہر ہے کہ عداوۃ اور بغضاء اور نماز اور ذکر اللہ سے غافل کرنے کے لئے یہ دونوں چیزیں آلہ ہیں اور آلہ اور علت ایک ہی چیز ہیں، اسی واسطے اس کی شرح میں فرماتے ہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

كُلُّ مَا اَلْهَاكَ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ فَهُوَ مَيْسِرٌ۔ (درمنثور للسیوطی)

حافظ ابن کثیرؒ نقل فرماتے ہیں:

قال القاسم بن محمد: كل ما الهىٰ عن ذكر الله وعن الصلوٰة فهو من الميسر (ابن کثیر ص ۱۲۷ ج ۲ پ ۷ سورہ مائدہ)

وقال عبيدالله بن عمر سئل القاسم بن محمد عن الشطرنج أهي ميسر؟ وعن النرد أهو ميسر؟ فقال: كل ما صدّ عن ذكر الله وعن الصلوٰة فهو ميسر، قال أبو عبيد: تأوّل قوله تعالىٰ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ۔ (تفسیر قرطبی ص ۲۵۶ ج ۶ پ ۷ سورہ مائدہ)

یعنی جو چیز تجھ کو ذکر اللہ سے غافل کرے وہ سب ”جوا“ ہے۔

ظاہر ہے کہ لغت میں تو اس کو ”جوا“ نہیں کہتے ،حدیث میں جو اس کو جوا فرمایا گیا وہ باشتراک علت ہے ،اس میں تصریح ہوگئی کہ نہی عن الخمر والمیسر کی علت الہاء عن ذکر اللہ ہے۔(یعنی شراب اور جوئے کی ممانعت وحرمت کی علت اللہ کے ذکر سے غفلت ہے)

پس جہاں الہاء عن ذکر اللہ (یعنی اللہ سے غفلت کا سبب) پایا جائے وہ سب حکماً خمر اور میسر (یعنی شراب اور جوئے کے حکم میں) ہوگا ،اس سے اپنی رسموں کا حکم (نیز ٹی وی ،ناول ،انٹرنیٹ ،وغیرہ) نکال لیجئے۔

حدیث کے الفاظ صاف کہتے ہیں کہ ان کا حکم بھی شراب اور جوئے کا سا ہے کیونکہ نماز سے غافل ہونے کا سبب ہوگئیں۔

اگر اور دلیلوں سے قطع نظر بھی کر لیا جائے تو یہ دلیل میں نے ایسی پیش کی ہے کہ اس کے سامنے کسی دلیل کی حاجت نہیں اور اس کا جواب آپ کچھ بھی نہیں دے سکتے۔

جب چاہے مشاہدہ کر لیجئے کہ جہاں یہ رسمیں ہوتی ہیں وہاں نماز کی پابندی نہیں ہوتی تو بموجب ارشاد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے میسر یعنی جوئے کے حکم میں ہوئیں (کہ جو مشغلہ اللہ کے ذکر یعنی نماز وغیرہ سے غافل کردے وہ جوئے کے حکم میں ہے) اور میسر کو قرآن شریف میں رجس اور عمل شیطان فرمایا گیا ہے ،تو میں نہیں کہتا بلکہ قرآن ان کو عمل شیطان کہتا ہے۔

پس اور دلیلوں کو جانے دیجئے یہی کیا کم خرابی ہے کہ اس کا نام عمل شیطان ہوا ،حکم شرعی تو یہی ہے جس کے لئے ایسی دلیل بتلائی گئی کہ موٹی سے موٹی عقل والا بھی سمجھ سکتا ہے ،لیکن سمجھے تو وہ جس کی طبیعت میں (سلامتی ہو اور یہ باتیں) کچھ کھٹکیں۔

(منازعۃ الہویٰ ملحقہ حقوق الزوجین ص ۳۶۳،۳۶۴)

مباح کی تعریف اور اس کا شرعی حکم

اصول شرعیہ اور نیز قواعد عقلیہ میں یہ امر مسلم ہے کہ جو فعل نہ مامور بہ ہو نہ منہی عنہ یعنی نصوص شرعیہ میں نہ اس کے کرنے کی ترغیب ہو اور نہ اس کے کرنے کی ممانعت، ایسا امر مباح ہوتا ہے۔

اور ہر چند کہ مباح اپنی ذات میں نہ طاعت ہے نہ معصیت، مگر عوارضِ خارجیہ کے اعتبار سے ممکن ہے کہ کبھی وہ طاعت بن جائے، کبھی معصیت ہو جائے، مثلاً چلنا ایک فعل مباح ہے نہ اس پر ثواب نہ عذاب، مگر ممکن ہے اس میں کوئی ایسی مصلحت ومنفعت ہو جس سے یہ عبادت ہو جائے، مثلاً مسجد یا مجلسِ وعظ کی طرف چلنا یا کسی کی عیادت یا تعزیت کے لئے چلنا، اور ممکن ہے کہ اس میں کوئی ایسی مضرت ومفسدہ ہو جس سے یہ معصیت ہو جائے مثلاً ناچ دیکھنے کو چلنا یا شراب خوری کے لئے چلنا۔

(مکتوب محبوب القلوب ملحقہ طریقہ میلاد شریف ص ۳۰)

مباح کا حکم اور اس کی دو صورتیں

مباحات کو اکثر لوگ مامور بہ سے خارج سمجھتے ہیں کیونکہ ظاہر میں وہ مامور بہ فعلاً یا ترکاً نہیں ہیں مگر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تیسری قسم بھی پہلی دو قسموں میں داخل ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ اپنے اثر کے لحاظ سے مباحات دو حال سے خالی نہیں یا تو وہ دین کے لئے نافع ہیں جیسے بغرض حفظ صحت چلنا، پھرنا، ورزش کرنا، یا نافع نہیں، اگر دین میں نافع ہے تو وہ فعلاً مامور بہ ہے گو درجہ وجوب میں نہ ہو مگر جب مباح نافع فی الدین کو اچھی نیت سے کیا جائے تو وہ مستحب ضرور ہو جاتا ہے اور اس میں ثواب بھی ملتا ہے۔

یا وہ دین میں نافع نہیں تو فضول ہے اور فضولیات کا ترک کر دینا مامور بہ شرعاً

ہے چنانچہ حدیث میں ہے، من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ، اسلام کی خوبی اور کمال یہ ہے کہ لایعنی کو ترک کر دیا جائے، جب فضولیات کے ترک کو حسن اسلام میں دخل ہے اور حسنِ اسلام مامور بہ اور مطلوب ہے تو ان فضولیات کا ترک بھی مامور بہ ہو گیا گو ان کو حرام نہ کہا جائے مگر کراہت سے خالی نہیں۔

(وعظ ماعلیہ الصبر ملحقہ التبلیغ ۷ار۱۵۰)

امر مباح وامر مندوب کے ممنوع ہونے کا شرعی ضابطہ

فعل مباح بلکہ مستحب بھی کبھی امر غیر مشروع کے مل جانے سے غیر مشروع وممنوع ہو جاتا ہے جیسے دعوت میں جانا مستحب بلکہ سنت ہے لیکن وہاں اگر کوئی امر خلاف شرع ہو تو اس وقت جانا ممنوع ہو جائے گا جیسے احادیث میں آیا ہے اور ہدایہ وغیرہ میں مذکور ہے اور اسی طرح نفل پڑھنا مستحب ہے مگر اوقات مکروہہ میں ممنوع اور گناہ ہے اس سے معلوم ہوا کہ امر مشروع بوجہ اقتران وانضمام غیر مشروع کے غیر مشروع ہو جاتا ہے۔ (اصلاح الرسوم ص۱۳۲)

جب مصالح ومفاسد میں تعارض ہو

مصالح ومفاسد میں جب تعارض ہوتا ہے تو مفاسد کے اثر کو ترجیح ہوتی ہے جب کہ مصالح حد ضرورت شرعی تک نہ پہنچے ہوں۔ (امداد الفتاویٰ ۲؍۷۹)

قاعدہ شرعیہ ہے کہ جس عمل میں مفاسد غالب ہوں اگر وہ (عمل) غیر مطلوب ہو تو نفس عمل سے منع کر دیا جاتا ہے اور اگر مطلوب ہو تو عمل سے منع نہیں کیا جاتا بلکہ ان مفاسد کا انسداد کر دیا جاتا ہے۔ (بوادر النوادر ص۳۲۲ بیان القرآن ص۱۱۹)

اگر کسی امر خلاف شرع کرنے سے کچھ فائدے اور مصلحتیں بھی ہوں جن کا حاصل کرنا شرعاً ضروری نہ ہو، یا اس کے حاصل کرنے کے اور (دوسرے)

طریقے بھی ہوں، اور ایسے فائدوں کو حاصل کرنے کی نیت سے وہ فعل کیا جائے یہ بھی جائز نہیں۔ (اصلاح الرسوم ص ۱۳۲)

جو مباح یا مستحب کسی معصیت کا ذریعہ بن جائے

وہ بھی ممنوع ہو جاتا ہے

فقہاء اور صوفیہ نے اس قاعدہ کا بہت لحاظ کیا ہے کہ جو مباح یا مستحب مفضی الی المعصیت ہو جائے (یعنی کسی گناہ کا ذریعہ بن جائے) وہ بھی ممنوع ہے جیسے بعض مسکرات میں (مثلاً افیون) قدر قلیل غیر مسکر کو حرام نہیں مگر چونکہ مقدار قلیل ذریعہ بن سکتی ہے کثیر مقدار کا جو مسکر ہے اس لئے قلیل سے بھی منع کیا جاتا ہے۔

اسی طرح کلام مباح، اور نوم مباح (سونا) اور اختلاط مباح گو گناہ نہیں مگر چونکہ یہ مباحات اکثر مفضی الی الذنب (گناہ کا ذریعہ) بن جاتے ہیں اسی لئے صوفیاء ان سے بھی منع کرتے ہیں۔ (التبلیغ ص ۲۳ وعظ تقلیل الاختلاط، بدائع ۳۴)

اسی لئے حدیث شریف میں عشاء کے بعد باتیں کرنے کی ممانعت آئی ہے۔ شرّاح حدیث نے اس کی وجہ یہی لکھی ہے کہ اس سے صبح یا تہجد کی نماز میں خلل پڑے گا۔ (اصلاح الرسوم ص ۱۱۱)

بعض صورتوں میں مباح حرام بھی ہو جاتا ہے

بعض لوگ فقہاء پر اعتراض کرتے ہیں کہ انہوں نے بعض مباحات کو بھی حرام کر دیا ہے، مگر وہ اس راز سے بے خبر ہیں، حقیقت میں فقہاء نے مباح کو حرام نہیں کیا بلکہ مقدمۂ حرام کو حرام کہا ہے اور عقلاً یہ قاعدہ مسلم ہے کہ واجب کا مقدمہ (ذریعہ) واجب اور حرام کا حرام ہے تو وہ مباح جس سے فقہاء منع کرتے ہیں

مقدمہ (ذریعہ) حرام ہونے کی حیثیت سے مباح کی فرد ہی نہیں رہا بلکہ اس حیثیت کے لحاظ سے وہ حرام کی فرد بن گیا۔ (وعظ تقلیل الاختلاط ملحقہ التبلیغ ص ۲۳)

مباح میں غلو اور انہماک کے ممنوع ہونے کا ثبوت

حدیث میں ہے **لاتکثر الکلام بغیر ذکر اللہ فان کثرۃ الکلام بغیر ذکر اللہ قسوۃ وان ابعد الشئی عند اللہ القلب القاسی** یعنی اللہ کی یاد کے سوا کلام کی کثرت نہ کر اس لیے کہ کثرت کلام بدون ذکر اللہ کے قساوت ہے اور اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ دور قلب قاسی ہے۔ اور ارشاد ہے **لاتکثر الضحک فان کثرۃ الضحک تمیت القلب** یعنی ہنسی زیادہ مت کرو، کیونکہ کثرت ہنسی دل کو مردہ کر دیتی ہے۔

بہر حال میرا مقصود یہ ہے کہ جو لوگ مباحات میں کثرت رکھتے ہیں ان کو چاہئے کہ ذرا اپنے نفس کو روکیں گو وہ امر مباح ہی ہو، کیونکہ مباح ہونے سے یہ تو ضروری نہیں کہ اس میں حد سے بڑھ جائے، دیکھو کھانا فی نفسہ مباح ہے لیکن دو لقمہ اگر زیادہ کھائے جاویں گے تو تخمہ ہو جائے گا، وہی نفیس غذا سبب ہو جاتی ہے تکلیف اور مرض کا اور اسی واسطے چونکہ مباح کی کثرت باوجود مباح ہونے کے مورث قساوت اور منافی خشوع ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب مجلس سے اٹھتے تھے تو پڑھتے تھے **سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ اَشْھدان لا الٰہ الا انت استغفرک واتوب الیک** اس لئے کہ شاید مجلس میں کوئی امر ایسا ہو گیا ہو جو بوسائط بعیدہ سبب ہو جاوے کسی محذور کا تو اس کا یہ کفارہ ہو جائے گا۔ جب حضور باوجود اس پاکی اور عصمت کے اس قدر احتیاط فرماتے ہیں تو ہم کو تو بطریق اولیٰ اس کا اہتمام ضروری ہے۔

اور لیجئے ایک شخص تھے ابوجہم انہوں نے ایک منقش چادر حضور کے لئے بھیجی تھی، حضور نے اسکو اوڑھ کر نماز پڑھی اور نماز کے بعد یہ فرمایا کہ یہ چادر واپس کردو اور اس کے پاس سے یہ سادہ چادر لے آؤ، دیکھئے محتمل افضاء الی الالہاء سے آپ نے کس درجہ احتیاط فرمائی فانہا کادت ان تلھینی انفا یعنی قریب تھا کہ وہ ابھی میرا دل بٹا دیتی، اور جب حضور قربِ وقوع یعنی احتمال افضاء کا پہلے سے انسداد و انتظام فرماویں تو ہم کو تو بہت زیادہ ضرورت ہے کہ بہت ہی پہلے سے اس کا انتظام کریں، اس لئے کہ آپ تو عین وقت پر بھی نفس کو روک سکتے تھے، آپ کا نفس تو بالکل قابو میں تھا، اور ہمارا نفس تو منہ زور گھوڑے کی طرح ہے کہ جب نکل جاتا ہے پھر قابو میں نہیں رہتا پھر جو کچھ بھی اس سے صادر ہو بعید نہیں اس لئے ہم کو بہت انتظام کی ضرورت ہے ورنہ وقت پر بچنا مشکل ہو جاتا ہے۔

(السباح ص:۳۰۰، ۳۱۱ تا ۳۱۵ ملحقہ اصلاح اعمال)

محض مصلحتوں کی بنا پر کسی چیز کے جواز کا فیصلہ نہیں کیا جاسکتا

آج کل بہت سے نو تعلیم یافتہ جب دیکھتے ہیں کہ علماء بیوع فاسدہ و معاملاتِ ربوا کو منع کرتے ہیں تو اعتراض کرتے ہیں ان مولویوں کو مصلحتِ زمانہ کی تو خبر ہے نہیں بس ہانک دیتے ہیں یہ بھی حرام وہ بھی حرام، آج کل مصلحت یہ ہے کہ ربوا کو حلال کہا جائے، دیکھو دوسری قوموں نے اس کی وجہ سے کس قدر ترقی کی ہے، میاں مولوی کو کیا خبر یہ تو اپنے مدرسے میں بیٹھ کر جو چاہے فتویٰ جاری کر دیتے ہیں خبر نہیں کہ قوم پر کیا کیا مصائب نازل ہو رہے ہیں، سو ان معاملات میں چونکہ مصلحت ہے اس لیے ان معاملات کو گناہ نہ کہنا چاہئے۔

یہ بھی اس قسم کی غلطی ہے میں کہتا ہوں کہ آج کل عقل پرستی کا بہت زور ہے،

لیکن افسوس ہے کہ اس عقل کو دین کے اندر صرف نہیں کیا جاتا آپ مصلحت کی وجہ سے ایک شئے کو جائز کہتے ہیں اور میں کہتا ہوں کہ چونکہ اس میں یہ مصلحت مضر تھی اسی واسطے تو ضرورت ممانعت کی ہوئی، کیونکہ جس میں کوئی مصلحت نہ ہو اس کے منع کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی، منع ہمیشہ اسی امر کو کیا جاتا ہے کہ جس میں کچھ مصلحت بھی ہو، جس کے سبب سے اس کے کرنے کی رغبت ہو مگر اس میں مفاسد دقیق ہوتے ہیں کہ ان مفاسد تک ہماری عقل نہیں پہنچتی، پس گناہ ایسا ہی ہے کہ جس میں کوئی مصلحت باعث علی الفعل ہوتی ہے اور وقوع اس کا ہمیشہ اسی مصلحت کی وجہ سے ہوتا ہے اور اگر یہ نہ ہوتا تو منع کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی کیونکہ اس کو تو ہر ذی ہوش شخص واجب الترک سمجھتا ہے، پس معلوم ہوا کہ مصلحت گناہ کے منافی نہیں ہے، چنانچہ فَاِثْمُهُمَا اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا (ان دونوں کا گناہ ان کے نفع سے بڑھا ہوا ہے) میں نے یہ تسلیم کرلیا ہے کہ اس میں نفع ضرور ہے لیکن نقصان زیادہ ہے باقی یہ کہ وہ نقصان کیا ہے تو اس کو اگر ہم نہ جانتے تب بھی ماننا جاننے پر موقوف نہ تھا، دیکھو حکام جو قوانین مقرر کرتے ہیں تو قوانین کا علم تو ہر شخص کو ضروری ہے لیکن اس کی لِم (علت) اور مصالح کا جاننا ہر شخص کے لیے ضروری نہیں پس حق تعالیٰ کا اجمالاً یہ فرما دینا کافی ہے کہ اس میں نقصان ہے، باپ کا بیٹے کو یہ کہہ دینا کافی ہے کہ ہم کو تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ فلاں شئے مضر ہے یہ ضروری نہیں کہ اس مضرت کی وہ تفصیل بھی بیان کیا کرے، پس خداوند جل جلالہ کو بطریق اولیٰ یہ حق حاصل ہے۔

لیکن باوجود اس حق کے حاصل ہونے کے پھر بھی کچھ دینی و دنیوی مضرتیں خمرو میسر کی بیان فرمادیں چنانچہ دوسرے مقام پر ارشاد ہے: ''اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ '' (یعنی شیطان تو یوں چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ

سے تمہارے آپس میں بغض اور عداوت واقع کردے اور اللہ تعالیٰ کی یاد اور نماز سے تم کو باز رکھے)، بہرحال فَاِثْمُهُمَا اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا (ان دونوں کا گناہ ان کے نفع سے بڑھا ہوا ہے) سے یہ معلوم ہوگیا کہ گناہ میں مصلحت ہوسکتی ہے چنانچہ شراب کے اندر قوت اور یہ کہ شرابی سیر چشم ہوجاتا ہے، بخل جاتا رہتا ہے، چنانچہ شعراء جاہلیت نے اپنے اشعار میں اس کا ذکر بھی کیا ہے، اور مَیسِر میں اگر جیت ہو تب تو حصولِ مال اور اگر ہار ہو تو مال سے بے رغبتی ہوجانا پس گناہ میں بعض اوقات امر محمود کا منضم ہوجانا بعید نہیں۔ (ترجیح المفسدہ علی المصلحہ ملحقہ اصلاح ظاہر ص:۲۱۳)

مصلحت و مفسدہ کے جمع ہوجانے کے وقت کا شرعی قاعدہ

سنئے! شریعت نے ایسے موقع کے لئے کیا حدود اور قواعد مقرر کئے ہیں، سو منجملہ ان کے ایک قاعدہ یہ بھی ہے کہ جب کسی چیز میں مصلحت اور مفسدہ دونوں جمع ہوں تو اعتبار مفسدہ کا ہوتا ہے، یعنی اگر کسی چیز میں مصلحت بھی ہے اور مفسدہ بھی ہے، تو اس حالت میں مصلحت کو نہ دیکھا جائے گا، بلکہ مفسدہ کا اعتبار کیا جائے گا۔

مصلحت کی دو قسمیں

پھر اس کی بھی ایک حد ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مصلحت دو قسم کی ہوتی ہے، ایک تو وہ مصلحت جس کا حاصل کرنا واجب ہو، وہاں تو یہ حکم ہے کہ اس مصلحت کو حاصل کرو اور مفسدہ کو روکنے کی کوشش کرو۔

مثلاً نماز میں جماعت کے لئے آتے ہیں لیکن فرض کرو کہ امام ایسا ہے کہ قرآن غلط پڑھتا ہے یا اور کوئی ایسی ہی کمی ہے جس کی وجہ سے اس کے پیچھے نماز مکروہ ہوتی ہے تو ہم کوشش تو یہ کریں گے کہ وہ شخص امامت سے معزول کردیا

جائے، لیکن جب تک ہم اس کوشش میں کامیاب نہ ہوں گے اس وقت تک اسی کے پیچھے نماز پڑھتے رہیں گے، یہ نہ کریں گے کہ جماعت چھوڑ دیں، کیونکہ جماعت یا تو سنت مؤکدہ ہے یا واجب..... تو مسجد میں جماعت کے لئے آنا جانا ایسی مصلحت ہے جو ضروری ہے مگر اس کے ساتھ یہ مفسدہ بھی شامل ہوگیا کہ امام ایسا ہے جس کے پیچھے نماز مکروہ ہوتی ہے، اب یہاں مصلحت بھی ہے مفسدہ بھی ہے، مگر مصلحت ایسی ہے کہ اس کا حاصل کرنا واجب ہے تو اس صورت میں حکم یہ ہوگا کہ جماعت کو نہ چھوڑو بلکہ اس مفسدہ کا علاج کرو یعنی امام کو الگ کرو مگر الگ کرو خوش تدبیری سے، فتنہ فساد کی اجازت نہیں ایسی باتوں کے لیے لڑنا نہیں چاہئے کیونکہ لڑنے بھڑنے کے مفاسد اس کراہت کے مفسدہ سے بھی زیادہ ہیں۔

اور ایک مصلحت ایسی ہوتی ہے کہ وجوب کے درجہ میں نہیں (یعنی جس کا حاصل کرنا واجب نہیں) جیسے شادی میں بہت سے بھائیوں کا آپس میں مل لینا یا غریبوں کو خاص وقت میں کھانا مل جانا، یہ مصلحت شرعاً واجب نہیں ہے، اور اس کے ساتھ مفاسد بہت سے موجود ہیں، جیسے تفاخر، ریا، نام نمود، شہرت وغیرہ۔

جہاں ایسی مصلحت جو واجب نہ ہو کسی مفسدہ کے ساتھ جمع ہو جائے گی وہاں اس مصلحت ہی کو چھوڑ دیں گے، بلکہ ایسی ہزاروں مصلحتیں بھی (جو واجب نہ ہوں) اگر کسی ایک مفسدہ کے ساتھ جمع ہو جائیں ان کو بھی چھوڑ دیا جائے گا اور قانون ہمارے قبضہ میں نہیں ہے کہ تمہاری مصلحتوں کی رعایت کی وجہ سے اس میں وسعت کر دی جائے، یہ قانون تو خدا کا بنایا ہوا ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں اس قانون کی تصریح موجود ہے، ارشاد ہے:

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيْهِمَا اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثْمُهُمَا اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا. (سورہ بقرہ پ۲)

یعنی لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں کہ شراب اور جوے کا کیا حکم ہے آپ کہہ دیجئے کہ ان میں بڑا گناہ ہے اور ان میں کچھ فائدے بھی ہیں، اور وہ گناہ کی باتیں ان فائدوں سے زیادہ بڑھی ہوئی ہیں، اس لئے دونوں چھوڑنے کے قابل ہیں۔ (بیان القرآن)

دیکھئے! خود آیت میں اس بات کی تصریح ہے کہ جوے اور شراب میں مصالح (وفوائد) موجود ہیں لیکن چونکہ گناہ بھی موجود ہے اس واسطے حکم ان کی حرمت کا ہی ہوا، تو یہ قاعدہ قرآن مجید سے ثابت ہوگیا کہ جہاں مفسدہ اور ایسی مصلحت جو شرعاً واجب نہ ہو جمع ہوں وہاں ترجیح مفسدہ ہی کو ہوگی۔

لیجئے! اب تو اس قانون کے انکار کی بھی کوئی گنجائش نہیں رہی، جب حنفی مذہب میں یہ قاعدہ لکھا ہوا پاتے ہیں کہ اگر کسی کام میں مفسدہ اور مصلحت دونوں جمع ہوں تو ترجیح مفسدہ کو ہوگی بشرطیکہ اس مصلحت کا حاصل کرنا واجب نہ ہو، بس اسی بناء پر ہم ان رسموں کو منع ہی کریں گے، (مثلاً برات وغیرہ) اب اس کا بھی جواب ہوگیا کہ اس میں مصلحتیں ہیں، کیونکہ جہاں مصلحتیں ہیں وہاں مفسدے بھی تو موجود ہیں۔ (نقد اللبیب فی عقد الحبیب ملحقہ مواعظ میلاد النبی ص ۵۸۹)

کسی شخص کے جائز عمل سے اگر دوسروں کے غلط نظریئے کی تائید اور ان کے لئے سند بنتی ہو تو اس شخص کے حق میں بھی وہ عمل ناجائز ہوجاتا ہے

قاعدہ شرعیہ ہے کہ جس مباح سے عوام کے فساد میں مبتلا ہوجانے کا اندیشہ ہو اس مباح کا ترک واجب ہوتا ہے۔ (وعظ تقلیل الاختلاط ملحقہ التبلیغ ص:۱۱۰ تا ۱۱۱)

مباح تو مباح اگر کسی مستحب میں بھی یہ احتمال ہو کہ عوام کہیں اس کو مستحب

کے درجہ سے بڑھا کر مؤکد یا واجب نہ سمجھنے لگیں (خواہ اعتقاد میں خواہ عمل میں) تو اس مستحب کو بھی مکروہ قرار دیا جائے گا۔ (انفاس عیسیٰ ص ۳۶۷)

یہ قاعدہ سننے کے قابل ہے کہ کسی شخص کے فعل مباح سے جو حد ضرورت سے ادھر نہ ہو (یعنی سنت مؤکدہ اور واجب اور فرض نہ ہو) دوسرے شخص کو ضرر پہنچنے کا غالب گمان یا یقین ہو تو وہ فعل اس کے حق میں بھی مباح نہیں رہتا۔

تو اس قاعدہ سے یہ اعمال وافعال اس محفوظ شخص کے حق میں بھی اس وجہ سے کہ دوسرے تقلید کر کے خراب ہوں گے (اس کے لئے بھی) ناجائز ہوں گے۔

اس شرعی قاعدہ کا حاصل وہ ہے جس کو عقلی قانون میں قومی ہمدردی کہتے ہیں، یعنی ہمدردی کا مقتضا یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو دوسروں کو نفع پہنچاؤ، اگر یہ بھی نہ ہو تو دوسروں کو نقصان تو نہ پہنچاؤ، کیا کوئی باپ جس کے بچے کو حلوا نقصان کرتا ہے اس کے سامنے بیٹھ کر حلوہ کھانا محض مزے کے لئے پسند کرے گا؟ کیا اس کو خیال نہ ہوگا کہ میری حرص سے شاید بچہ بھی کھائے اور بیماری بڑھ جائے، کیا ہر مسلمان کی ہمدردی اسی طرح ضروری نہیں؟ (امداد الفتاویٰ ۲۷۹/۵)

اس حفاظت کی ایسی مثال ہے جیسے آپ کا بچہ بیمار ہے اور اس کو طبیب نے حلوا مضر بتایا ہے تو آپ اس کو ضرر سے بچانے کے لئے یہاں تک اہتمام کریں گے کہ آپ خود بھی حلوا نہیں کھائیں گے۔

دیکھئے گو آپ کے لئے طبیب نے حلوے کو مضر نہیں کہا لیکن پھر بھی چونکہ بچہ سے آپ کو محبت ہے اس لئے اگر آپ کا جی بھی چاہے گا تب بھی حلوا نہ کھائیں گے تا کہ آپ کو دیکھ کر آپ کے بچہ کا بھی کہیں جی نہ للچا جائے اور کھا کر ضرر میں نہ مبتلا ہو جائے، اس کی حفاظت کے لئے آپ نے اپنی مرغوب بلکہ مفید شئی کو اپنے لئے ناجائز کر لیا۔

یہ معنی ہیں فقہاء کے بعض افعال مستحبہ کو مکروہ کہنے کے جس کی فضیلت حدیث

میں ہے، معترضین یہی نہیں سمجھتے کہ (ایسے اعمال مستحبہ کو بھی) کیوں مکروہ کہتے ہیں، جو میں نے مثال دی ہے، اس میں کبھی نہ اعتراض کیا کہ حلوے سے منع تو کیا تھا بچہ کو اور گھر کے ذمہ دار نے منع کر دیا گھر والوں کو بھی۔

(الافاضات الیومیہ ۱۰/۱۸۰)

اسی وجہ سے فقہاء نے بہت مواقع میں بعض مباحات کو سداً للذرائع وحسماً لمادۃ الفاسد تاکید سے روکا ہے، چنانچہ علماء محققین اس زمانہ میں رسوم مروجہ مولود فاتحہ واعراس گوبانی (کرنے والا) اعتقاداً وعملاً محتاط ہی کیوں نہ ہو اسی بناء پر روکتے ہیں کہ دوسرے بے احتیاطیوں کے لئے سند ہوگی، اور بے احتیاطیوں کے لئے سبب ترویج (یعنی اشاعت کا ذریعہ ہوگا)۔

(امداد الفتاوی ۴/۲۷)

اب اگر کوئی شخص یہ کہنے لگے کہ میں ان تمام خرابیوں سے پاک کر کے مجلس منعقد کرتا ہوں تو اس کو بھی اس حالت اکثریہ کو دیکھ کر اجازت نہ دی جائے گی۔

اس کی ایسی مثال ہے کہ مثلاً ہیضہ اور وباء کے زمانہ میں حاکم ضلع کو یہ معلوم ہو کہ امرود ککڑی سے رطوبت (تری) بڑھے گی، اور اس سے مرض پیدا ہوگا تو وہ عام حکم دے دے گا کہ کوئی شخص امرود ککڑی نہ کھائے، اور نہ اسے فروخت کرے، اور اگر پولیس کسی کے پاس دیکھے گی تو فوراً تلف کر دے گی، اس وقت اگر کوئی یہ کہنے لگے کہ میں صحیح المزاج ہوں مجھے اجازت دی جائے یا کوئی فروخت کرنے والا کہے کہ میں صحیح المزاج لوگوں کے ہاتھ فروخت کروں گا تو کیا ان کو اجازت ہو جائے گی؟ ہرگز نہیں بلکہ حکم عام رہے گا، اسی طرح یہاں بھی یہی حکم عام رہے گا اس لئے ہم منع کرنے میں مورد الزام نہیں ہو سکتے۔

(دعوات عبدیت: ۱۴/۱۴۴)

فصل ۱۰

آداب مطالعہ

تنبیہ از مرتب

اخبار وجرائد اور کتابوں کے دیکھنے اور مطالعہ کرنے نیز خریدنے اور پاس رکھنے کے متعلق جو شرعی ہدایات بیان کی جارہی ہیں وہی ہدایات واحکام جدید ذرائع ابلاغ ٹی وی چینل اور انٹرنیٹ وغیرہ کے واسطے سے دیکھنے، سننے، یقین کرنے اور استعمال کرنے کے بھی ہیں اس لئے ان احکام شرعیہ کو جدید ذرائع ابلاغ کی مختلف صورتوں پر منطبق کرنے اور غور کرنے کے ساتھ پڑھنا چاہئے اور بغیر تحقیق کے ہر کتاب پر اعتماد کرنا جائز نہیں، جس طرح غیر معروف اور غیر معتمد عالم سے مسئلہ معلوم کرنا اور اس کی بتائی ہوئی دینی باتوں پر اعتماد کرنا جائز نہیں ،اسی طرح ٹی وی چینل میں آنے والے سارے پروگراموں اور دینی باتوں پر بغیر تحقیق کے اعتماد کرنا جائز نہیں، آج کل اس میں بہت سے لوگ غلطی کرتے ہیں، اس سلسلہ میں علامہ ابن سیرینؒ قیامت تک کے لئے شرعی ضابطہ بیان کرگئے ہیں جس کو امام مسلمؒ نے مسلم شریف کے مقدمہ میں ذکر فرمایا ہے ''ان هذا العلم دين فانظروا عمن تاخذون دينكم '' کہ مسئلہ علم دین کا ہے خوب تحقیق اور چھان بین کرلو تم دینی بات کس سے لے رہے ہو، کس کی بات پر اعتماد کررہے ہو۔

شریعت کے اس متفقہ اصول کے مستحضر نہ ہونے کے نتیجے میں امت کا پڑھا لکھا

بڑا طبقہ ٹی وی اور انٹرنیٹ میں نشر ہونے والے تمام مضامین پر بغیر تحقیق کے پورا اعتماد کر لیتا ہے اور اپنے کو علمائے محققین اور ارباب افتاء سے مستغنی سمجھنے لگتا ہے جب کہ یہ یقینی بات ہے کہ علم ذرائع ابلاغ میں بہت سے قادیانی، عیسائی باطل فرقوں کے مبلغ بھی بیٹھے ہوئے ہیں، اہل سنت والجماعت کے خلاف نظریات رکھنے والے لوگ بھی اس میں گھسے ہوئے ہیں، جو اپنے باطل مسلک کی تبلیغ کرتے ہیں اور قرآن وحدیث کے حوالہ سے بات کر کے لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں، خود قرآن پاک میں تحریف لفظی ومعنوی بھی کرتے ہیں اس لئے ان ذرائع ابلاغ میں نشر ہونے والے احکام شرعیہ ومسائل دینیہ پر بغیر تحقیق کے کیسے اطمینان کیا جاسکتا ہے، یہ بہت بڑی غلطی ہے جس کا تدارک کرنا اور ہوشیار رہنا لازم ہے"۔(مرتب)

کتابوں کے مطالعہ کے متعلق شرعی ہدایات

کوئی کتاب کوئی اخبار رسالہ کوئی تقریر تا وقتیکہ کسی محقق عالم کو نہ دکھلالیں اور اس سے رائے نہ لے لیں ہرگز نہ دیکھیں، اس کا مقصد یہ ہرگز نہیں کہ کسی اخبار یا کسی کتاب کا مطالعہ ہر حالت میں حرام ہے، مقصود صرف یہ ہے کہ چونکہ ان چیزوں میں بعض اوقات مفاسد ہوتے ہیں اور ان مفاسد سے بچنا ملت اسلامیہ پر واجب ہے اور بچنا بغیر معرفت کے ہو نہیں سکتا اور معرفت خود ہے نہیں اس لئے کسی صاحبِ معرفت یعنی محقق عالم سے مشورہ لے کر اس کی اتباع کرنا ضروری ہوگا، افسوس اس امر کے اتنا واضح ہونے کے باوجود پھر بھی اس ممانعت کو تنگ نظری اور تعصب پر محمول فرمایا جاتا ہے۔

کیا خیر خواہ باپ اگر اپنے بچے کو زہر ملی ہوئی مٹھائی کے کھانے سے روکے تو کوئی عاقل آدمی اس باپ کو متعصب یا تنگ نظر کا لقب دے گا؟

اور اگر کوئی کہے" خذ ما صفا ودع ما کدر " کے طور پر دیکھتے ہیں (یعنی اس کی اچھی باتیں لے لیں گے، بری باتیں چھوڑ دیں گے) تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس امتیاز کے لئے کامل علم اور بڑی فہم کی ضرورت ہے اور گفتگو اس کے بارے میں ہے جس میں کمال علم اور فہم نہ ہو اور کسی کا اپنے کو کمال علم سے خالی نہ سمجھنا (یعنی باکمال اور عالم سمجھنا) معتبر نہیں جب تک کہ کوئی ماہر عالم اس کا فیصلہ نہ کر دے۔

(اشرف السوانح ص ۲۲۵ ج ۳)

محض خوبصورت ٹائٹل عمدہ طباعت دیکھ کر کتاب خریدنے کی ممانعت

آج کل کتاب کی خوبی اسی میں رہ گئی ہے کہ عمدہ چھپی ہوئی ہو، ٹائٹل خوب صورت ہو، اس لئے بہت لوگ اس کو خریدتے ہیں اور یہ نہیں دیکھتے کہ اس کے اندر کیا بھرا ہے اس کی بالکل ایسی مثال ہے جیسے ایک صندوق نقش ونگار سے مزین ہو اور اس کے اندر سانپ بند ہو، خریدنے والا اوپر کے نقش ونگار سے فریفتہ ہو کر اسے خریدتا ہے مگر جب کھولے گا اس وقت حقیقت منکشف ہوگی۔ (ارضاء الحق ملحقہ تسلیم ورضا ص ۴۸)

مطالعہ میں یکسوئی اور انہماک

(مطالعہ اور) تعلیم کے لئے یکسوئی اور اجتماعی خیال کی ضرورت ہے اور وہ تنہائی کے گوشہ میں زیادہ حاصل ہوتی ہے اسی واسطے (سمجھ دار) مرد بھی مطالعہ کے لئے گوشۂ تنہائی تلاش کیا کرتے ہیں جیسا کہ طلباء کو اس کا اچھی طرح اندازہ ہے۔

بعض طلبہ کو ایسا (واقعہ) پیش آیا ہے کہ مذاق میں کسی نے ان کو پانی کی جگہ تیل دے دیا اور وہ مطالعہ میں ایسے مصروف تھے کہ ان کو اس کی بالکل خبر نہ ہوئی۔

ایک طالب علم کی حکایت کتابوں میں لکھی ہے کہ ایک رات ان کے گھر میں تیل نہ تھا بڑے پریشان ہوئے اتفاق سے بادشاہ کا جلوس سامنے سے گذرا جس کے ساتھ مشعلیں تھیں یہ اس کے ساتھ ہو لئے اور ہاتھ میں کتاب لے کر مطالعہ کرتے چلے گئے یہاں تک جلوس شاہی محل میں داخل ہوا یہ بھی ساتھ ساتھ چلے گئے، بادشاہ کی نظر ان پر پڑ گئی تھی اس نے خدام کو کہہ دیا تھا کہ ان کو روکا نہ جائے، یہاں تک کہ جلوس خاص خلوت گاہ میں پہونچا یہ بھی وہیں پہونچ گئے اور برابر مطالعہ میں مشغول رہے بادشاہ ان کو دیکھتا رہا مگر ان کو کچھ خبر نہ ہوئی جب مطالعہ سے فارغ ہوئے اور اپنے کو خاص خلوت گاہ شاہی میں دیکھا تو قرائن سے سمجھ گئے کہ میں شاہی محل کے اندر ہوں، اب یہ ڈرنے لگے بادشاہ نے تسلی دی کہ ڈرو نہیں مجھے تم سے محبت ہوگئی ہے اور اب میں چاہتا ہوں کہ تمہارے لئے کافی وظیفہ مقرر کردوں تاکہ تم فراغ قلب کے ساتھ تحصیل علم میں مشغول رہو (طالب علم نے) کہا کہ حضور یہ تو جھگڑا ہے میں تنخواہ وغیرہ لینے کا پابند نہیں ہوسکتا کیونکہ آزادی میں خلل پڑتا ہے ہاں اگر آپ مجھے راحت دینا چاہتے ہیں تو کسی بنئے سے کہہ دیجئے کہ مجھے تیل دیدیا کرے اور ماہانہ آپ کو حساب دکھلا کر تیل کے دام آپ سے لیا کرے، مجھ سے کچھ نہ مانگا کرے چنانچہ بادشاہ نے ان کے واسطے تیل کا انتظام کردیا۔ (الرابط ملحقہ حقیقت تصوف وتقویٰ ص ۵۷، تسہیل التعلیم ص ۷۱،۷۲)

کتابوں کے مطالعہ کا غلط طریقہ

یہ نہیں ہونا چاہئے کہ آج اس کی کتاب دیکھ لی کل اس کی اس سے بڑی خرابی پیدا ہوتی ہے، جس طرح دنیوی معاملات میں مصلحت کے لئے تعین کیا جاتا ہے اسی طرح دینی معاملات میں ہونا چاہئے (جس شخص کو معین کیا ہے) پہلے اسی شخص کو (وہ کتاب) دکھلا لو، اگر وہ اجازت دے تو دیکھو ورنہ مت دیکھو۔

محتاط امراء کی عادت ہوتی ہے کہ کھانا کھاتے ہیں تو پہلے حکیم سے پوچھ لیتے ہیں اگر وہ اجازت دیتا ہے تو کھاتے ہیں ورنہ نہیں، یا بعض محتاط مریضوں کی عادت ہے کہ اگر کوئی شخص ان کو کوئی دوا کھلانا چاہے تو کہتے ہیں کہ بجائے ہمارے فلاں طبیب سے اس دوا کی بابت کہو اگر وہ کہے گا تو استعمال کرلوں گا ورنہ نہیں ایسا ہی یہاں کرو۔

پھر ایک ادب اس شخص کا یہ ہے کہ ایسے شخص سے کسی رائے میں مناقشہ نہیں کرنا چاہئے، دیکھو طبیب سے علاج میں کوئی مناقشہ نہیں کرتا کیونکہ اگر جھگڑیں تو وہ علاج نہ کرے، نسخہ پھاڑ کر پھینک دے۔ (حقوق الزوجین ص ۳۲۹)

مطالعہ کے لئے کتابوں کا انتخاب کیسے شخص سے کرنا چاہئے

کسی ایک عالم متبع سنت کو اپنا مقتدا اور ہادی بنالے یہ نہیں کہ جس کو مولوی دیکھا بس اسی کو قبلہ وکعبہ بنالیا، دیکھ بھال کر خوب سمجھ بوجھ کر ایک کو معین کرلیا جائے پھر جب معین ہوجائے تو ہر بات کو اسی سے پوچھو، اسی سے پوچھ کر کتابیں سنانے اور پڑھانے اور دیکھنے کے لئے منتخب کرو۔

خیال کیجئے کہ دنیاوی معاملات میں ہر شخص ایک معتمد کو تجویز کرلیتا ہے اور اس میں حکمت یہی ہے کہ ایک کے معین کرلینے میں انتخاب بھی اچھا ہوتا ہے اور اس معتمد (جس کا انتخاب کیا ہے) کو بھی تعلق وتوجہ زیادہ ہوجاتی ہے، دیکھئے جس وکیل کے یہاں ہمیشہ مقدمات لے کر جاتے ہیں جیسی وہ عنایت کرے گا دوسرا نیا آدمی نہیں کرسکتا۔

اور اگر تعین کے لئے انتخاب کرو تو یہ دیکھ لینا کہ وہ مولوی ایسا ہو کہ جس نے باقاعدہ پڑھا (یعنی باصلاحیت عالم) بھی ہو، شفیق بھی ہو، حریص وطماع (لالچی) نہ ہو، متبع سنت ہو، ایسے شخص کو عالم سمجھیں، اس منتخب کرنے میں بڑے سلیقہ کی ضرورت ہے، پھر جب منتخب ہوجائے تو ہر بات میں اسی کی طرف رجوع کریں۔ (مواعظ حقوق الزوجین ص ۳۲۹)

ہر کتاب کا مطالعہ نہیں کرنا چاہئے

آج کل (لوگ) کثرت سے یہ غلطی کرتے ہیں کہ جو کتاب دین کے نام سے دیکھی یا سنی خواہ اس کا مضمون حق ہو یا باطل، خواہ اس کا مصنف ہندو ہو یا عیسائی یا دہری ہو یا مسلمان، پھر مسلمان بھی گو صاحب بدعت ہی ہو۔

غرض کچھ تفتیش نہیں (کرتے) اور اس کا مطالعہ شروع کر دیتے ہیں اس میں وہ مضامین بھی آگئے جو کسی مسئلہ سے متعلق اخبارات اور رسائل میں چھپتے رہتے ہیں (اسی طرح آج کل کے دیگر ذرائع ابلاغ مثلاً ٹی وی، انٹرنیٹ وغیرہ میں جو دینی مضامین اور احکام و مسائل نشر ہوتے ہیں وہ بھی اسی حکم میں ہیں کہ بغیر تحقیق و تفتیش کے ان پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا) اس میں چند مضرتیں ہیں۔

بغیر تحقیق کے ہر کتاب کا مطالعہ کرنے کے نقصانات

بعض اوقات کم علمی کی وجہ سے یہ ہی امتیاز نہیں ہوتا کہ ان میں کون مضمون صحیح ہے کون غلط ہے۔

(۱) کسی غلط بات کو صحیح سمجھ کر عقیدہ یا عمل میں خرابی کر بیٹھتے ہیں۔

(۲) بعض اوقات پہلے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ امر غلط ہے مگر بعض مصنفین کا طرز بیان ایسا تلبیس آمیز یا دل آویز ہوتا ہے کہ دیکھنے والا فی الفور اس سے متاثر ہو جاتا ہے، اور اس کے مقابلہ میں اپنے پہلے اعتقاد کو ضعیف اور بے وقعت خیال کر کے اُس کو غلط اور اِس کو صحیح سمجھنے لگتا ہے۔

(۳) اور بعض دفعہ اس کو گو قبول نہیں کرتا مگر متزلزل اور مذبذب ہو کر (یعنی شک میں پڑ کر) دل میں رکھتا ہے اور پریشان ہوتا ہے۔

(۴) اور کبھی دوسروں سے تحقیق کرنا چاہتا ہے مگر چونکہ اس میں کچھ غموض ہوتا ہے جس کے ادراک (اور سمجھنے) کے لئے اس کا علم اور ذہن کافی نہیں ہوتا اس لئے سمجھ میں نہیں آتا اور لایعنی سوال کر کے دوسروں کو پریشان کرتا ہے اور جواب دینے والوں کو عاجز سمجھ کر ان کے علم یا اخلاق میں تنگی کا حکم لگا کر ان سے بدگمان ہو جاتا ہے۔

(اصلاح انقلاب ص ۴۸)

شرعی دلیل

یہی وجہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے راسخ العلم والعمل شخص کو۔۔۔۔۔ توراۃ کے مطالعہ سے منع فرمادیا، باوجودیکہ فی نفسہ آسمانی کتاب تھی گو اس میں تحریف بھی ہوگئی تھی، اور پھر مطالعہ بھی تنہا نہ تھا بلکہ خود حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا رہے تھے اور اس میں محرف حصہ کا متعین ہو جانا ظاہر تھا اس کے بعد کسی فساد کے ترتب کا احتمال نہ تھا اس کے باوجود پھر بھی اس مصلحت سے کہ آئندہ کو یہ عمل مفاسد کا دروازہ کھل جانے کا سبب نہ بن جائے کس سختی سے منع فرمایا، اور کیسی ناخوشی ظاہر فرمائی جیسا کہ دارمی کی حدیث میں مذکور ہے۔ (اصلاح انقلاب ص ۴۹)

رہبر کے مشورہ کے بغیر ہرنئی کتاب یا مخالفین کی کتابیں نہ دیکھنا چاہئے

میں خیرخواہی کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ نئی کتابیں نہ دیکھا کیجئے خواہ مخواہ کوئی شبہ دل میں بیٹھ جائے گا جس کا حل آپ سے نہ ہو سکے گا تو کیا نتیجہ ہوگا، لوگ اس کو معمولی بات سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم پکے خیال کے آدمی ہیں ہمارے اوپر کیا اثر ہو سکتا ہے مگر اس قصہ میں ان کو غور کرنا چاہئے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو توریت اچھی

معلوم ہوئی اور لا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پڑھنے لگے، بتایئے اس میں کیا خرابی تھی، حضرت عمر جیسے کامل الایمان جن کی شان میں وارد ہے (اَلشَّیْطٰنُ یَفِرُّ مِنْ ظِلِّ عُمَرَ) کہ شیطان حضرت عمر کے سایہ سے بھاگ جاتا ہے۔

ان کے اوپر شیطان کے اثر ہونے کے کیا معنی، جس مجلس میں وہ موجود ہوں وہاں شیطان بھی نہیں ٹھہرتا، اور توریت جیسی آسمانی کتاب تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پڑھی گئی کہ اگر مضمون کی خرابی بھی ہوجائے تو اس کی حضور اصلاح فرمادیتے، مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت ناگوار ہوا، حضرت عمر کو جب حضرت ابوبکر نے آگاہ کیا کہ دیکھتے نہیں حضور کے چہرہ مبارک پر کیا اثر ہے تو حضرت عمر کانپ گئے اور بہت توبہ واستغفار کی اور معافی مانگی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہارے پاس ایک سہل بیچی اور صاف ملت لایا ہوں، اگر موسیٰ بھی زندہ ہوتے تو سوائے اس کے کہ میری اتباع کرتے کچھ نہ ہوتا، یعنی پھر کیا ضروری ہے کہ اس کتاب کو دیکھو جس میں تحریف ہوچکی ہے، توریت میں آمیزش تھی تحریف کی، جب اس کے دیکھنے سے منع کیا گیا تو جو کتابیں صرف الحاد وزندقہ کی ہوں ان کا حکم ظاہر ہے، اور جب حضرت عمر کو منع فرمایا گیا تو ہم کیا ہیں اور نہ معلوم کیوں دیکھتے ہیں لوگ، اپنے یہاں تو اتنے علوم ہیں کہ عمر بھر بھی ان کے دیکھنے سے فرصت نہ ملے، اپنی کتابوں کو دیکھے۔

(حسن العزیز ص ۲۲۹ ج ۴)

اہل باطل کی مفید کتابیں دیکھنے سے بھی ضرر ہوتا ہے

اہل باطل کی تصانیف جو بظاہر مفید ہوں (ان میں بھی) باطل کی جھلک ہوتی ہے اور اہل حق اس کا پردہ فاش کردیتے ہیں، اسی لئے باطل کی مفید تصانیف کا دیکھنا بھی مضر ہے۔

(حسن العزیز ص ۱۸۸ ج ۴)

فرمایا عجیب تجربہ کی بات ہے کہ بددین آدمی اگر کسی اور کی بات نقل بھی کرے مثلاً بددین شخص نحو کی کوئی کتاب لکھے گو اس میں کوئی مسئلہ بددینی کا نہیں ہے مگر اس کے دیکھنے سے بھی بددینی کا اثر دل میں ہوگا۔ (حسن العزیز ص ۳۲۵ ج ۲)

دوسرے مذاہب یا تقابلی مطالعہ کرنے کی شرط

فرمایا عام لوگ (سب طرح کی) کتابیں دیکھنے لگتے ہیں کتابیں دیکھنے کے لئے جامع شخص ہونا چاہئے (بہت سے لوگ) نازک کتابیں دیکھنے لگتے ہیں اپنا ایمان خراب کر لیتے ہیں۔ (حسن العزیز ص ۳۷۶ ج ۴)

آج کل اسکولوں اور بہت سے مدارس میں تقابلی مطالعہ اور تقابل کے مضمون کو بڑی اہمیت دی جاتی ہے، اس کے متعلق ارشاد فرمایا کہ جو شخص اپنے مذہب کی پوری معلومات نہ رکھتا ہو اس کے لئے غیر مذہبوں کی کتابوں کا مطالعہ بہت خطرناک ہے۔

(مجالس حکیم الامت ص ۱۴۹)

اہل باطل کے اقوال وافعال اور حالات میں گفتگو یا اس پر مشتمل کتابوں کا مطالعہ قلب کے لئے سخت مضر ہے، مناظرہ کی ضرورت سے کبھی اگر دیکھنا پڑے تو ضرورت سے تجاوز نہ ہونا چاہئے۔ (مجالس حکیم الامت ص ۱۹۱)

باطل مسلک کی کتابیں ہرگز نہ دیکھنا چاہئے

غیر علماء کی کتابیں ان کی نظروں سے گذرنا بھی جرم ہے جیسا کہ کوئی شخص باغیانہ کتابیں اپنے گھر میں رکھے، ظاہر ہے کہ قانون سلطنت کی رو سے یہ بڑا جرم ہے، اور حکومت ایسے شخص کو سزا دے گی۔

علماء پر جو تعصب کا الزام لگاتے ہو تو یہ بھی سوچو کہ اس قانون میں علماء کی ذاتی

کیا غرض ہے، ظاہر ہے کہ ان کی اس میں کچھ غرض نہیں، بلکہ غرض تو عوام کی موافقت میں ہے، طبیب اگر تلخ دوا دے تو بتلاؤ اس میں اس کی کیا مصلحت ہے؟ یقیناً کچھ نہیں بلکہ سراسر مریض کی مصلحت ہے پس جو علماء ایسی باتوں سے منع کرتے ہیں جن میں لوگوں کو مزہ آتا ہے، سمجھ لو کہ وہ محض خیر خواہی سے منع کرتے ہیں کیونکہ وہ ان باتوں میں زہریلا اثر مشاہدہ کرتے ہیں۔

عوام کو علماء کے مشورہ کے بغیر کتابیں نہ دیکھنا چاہئے

واللہ اہل باطل کی کتابوں کا اثر بعض علماء پر بھی ہو جاتا ہے تو عوام کی ان کے مطالعہ سے کیا حالت ہوگی، لہٰذا عوام کو کوئی کتاب علماء کے مشورہ کے بغیر ہرگز نہ دیکھنا چاہئے، اور اگر کوئی کہے کہ میں رد کے لئے دیکھتا ہوں یہ بھی مناسب نہیں کیونکہ یہ کام علماء کا ہے تمہارا کام نہیں، اور اس میں آپ کی توہین نہیں۔

(التبلیغ وعظ الفاظ القرآن ص ۵۹)

مطالعہ صرف محققین کی کتابوں کا کرنا چاہئے

جو محققین کی تصنیف ہیں ان کو مطالعہ میں رکھئے، ہر زید وعمرو وبکر کی تصنیف کا مطالعہ نہ کیجئے، کیونکہ آج کل آزادی کا زمانہ ہے، ہر شخص کا جو جی چاہتا ہے لکھ مارتا ہے آج کل ایسے ایسے شخص بھی ہیں کہ میں نے ایک رسالہ میں یہ مضمون لکھا ہوا دیکھا کہ سود حرام نہیں ہے مسلمانوں کو سود کے ذریعہ ترقی کرنا چاہئے، اور قرآن میں جو ربوا آیا ہے وہ رُبا بضم الرا ہے، ربودن سے، مطلب یہ ہے کہ خدا نے غصب کو حرام کیا ہے، آج کل ایسی بھی تحقیقات ہیں اور ایسے بھی محقق ہیں اور یوں ہی اسلام کے پرتوڑے جائیں گے تو پھر اسلام کی خیر نہیں۔

بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ ہر کتاب کے دیکھنے میں کیا حرج ہے اگر ہم اپنے مسلک میں جمے رہیں تو کسی کتاب کے دیکھنے میں کیا مضائقہ ہے، سو بات یہ ہے کہ میں ہر شخص کی تصنیف کے مطالعے سے نہیں روکتا اگر اس کا برا اثر نہ دیکھتا، مگر جب میں لوگوں کو متاثر ہوتا ہوا دیکھتا ہوں، تو منع کرتا ہوں پس آپ کی خیر اسی میں ہے کہ صرف محققین کے رسالے دیکھئے اور نئے نئے خوردو مصنفوں کے رسالے ہرگز نہ دیکھئے۔

(التبلیغ اسباب الفتنہ ص ۱۴۶ ج ۱۰)

جس کتاب میں انبیاء صحابہ کی توہین ہو اس کے پڑھنے سے قلب میں تاریکی پیدا ہوتی ہے

ایک صاحب ایک نئی لکھی ہوئی کتاب لائے اس کتاب میں انہوں نے (مصنف صاحب نے) انبیاء کے بارے میں بڑی گستاخیاں کی ہیں۔

فرمایا بند کیجئے، اس کے دیکھنے اور سننے سے قلب میں تاریکی پیدا ہوتی ہے جس کی جڑ ہی خراب ہو تو شاخوں کو لے کر کیا کرے، اس میں انبیاء پر حملہ کیا ہے جب ایسے مضامین ہوں تو ظاہری خوبصورتی اور عمدگی کو لے کر کیا کرے۔

(حسن العزیز ص ۹۱ ج ۳)

اہل حق کی کتابوں میں نور اور اہل باطل کی کتابوں میں ظلمت ہوتی ہے

یہ مشاہدہ ہے کہ اہل اللہ کے کلام میں نور ہوتا ہے اور ملحدوں کے کلام میں ظلمت ہوتی ہے، گو بزرگوں کی عبارت سادی ہوتی ہے، ان میں عبارت آرائی نہیں ہوتی مگر ان

کے مطالعہ سے قلب میں نور پیدا ہوتا ہے۔

اور جو لوگ متبع شریعت نہیں ان کی کتابوں کی عبارت گو کیسی ہی شستہ ہو مگر باطن میں اس سے ظلمت پیدا ہوتی ہے، گو ان میں تمام باتیں دین ہی کی ہوں مگر الفاظ چونکہ ان کے اپنے ہی ہیں اس لئے وہ ظلمت سے خالی نہیں ہوتے، جس کے دل میں کچھ بھی ادراک ہے وہ اس فرق کو ضرور محسوس کرے گا۔

(حقوق الزوجین ص ۱۲۰ وعظ الکمال فی الدین للنساء)

عشقیہ کتابیں اور فاسد مضامین و پروگرام اور ناولوں کے دیکھنے کا نقصان

بعض لوگ عورتوں کو ناول اور فحش قصوں کی کتابیں پڑھاتے ہیں یا پڑھنے کی اجازت دیتے ہیں اس سے جس قدر فتنہ برپا ہوتا ہے حیاداروں پر مخفی نہیں۔

(التبلیغ ص ۱۳۲ ج ۱۴)

عورتوں کو اگر تعلیم دی جائے تو سب سے پہلے ناولوں اور خراب قصوں کا داخلہ اپنے گھر میں بند کرو، اِن ناولوں کی بدولت شریف گھرانوں میں بڑے بڑے قصے ہو چکے ہیں۔ (التبلیغ ص ۸۲ ج ۲۱)

اب تو غضب یہ ہے کہ عورتیں ناول پڑھتی ہیں جس سے اخلاق بہت ہی خراب ہو جاتے ہیں (اور آج کل اس سے بڑھ کر ٹی وی وغیرہ کا قصہ ہے) ان ناولوں کی بدولت شرفاء کے گھروں میں بھی بڑے بڑے شرمناک واقعات ہو چکے ہیں، مگر اب بھی ان کی آنکھیں نہیں کھلتیں میں کہتا ہوں کہ ان ناولوں سے تو وہ پرانی کتابیں قصہ گل بکاولی و چہار درویش (وغیرہ کتابیں جن میں فرضی قصے کہانیاں ہیں وہ) غنیمت ہیں اگرچہ میں ان کے دیکھنے سے بھی سختی سے منع کرتا ہوں، مگر واللہ ان ناولوں سے وہ ہزار درجہ بہتر

ہیں۔ ان کے برابر وہ اخلاق کو خراب نہیں کرتیں، قصے گو ان میں بھی خرافات (اور گھڑے ہوئے) ہیں مگر اختلاط کی تدبیریں اور وصول الی المقصود (یعنی غلط کام تک پہنچنے) کے حیلے ان میں ایسے ہیں جو نہایت دشوار ہیں، مثلاً شاہزادہ کا گل بکاؤلی کے باغ میں پہنچنا کیسے ہوا کہ راستہ میں ایک دیو ملا اس کو اس نے ماموں بنایا، اس کو رحم آیا اور اس نے باغ میں پہنچادیا اسی طرح اور بھی تمام صورتیں ہیں جو انسان کے قبضہ کی نہیں خدا ہی چاہے تو ان طریقوں سے مقصود میسر آسکتا ہے اور ان کمبخت ناولوں (اور آج کل ٹی وی وغیرہ نشر ہونے والے پروگراموں) میں تو ایسی سہل ترکیبیں لکھی ہیں جن سے ہر شخص کام لے سکتا ہے، مثلاً یہ کہ عاشق نے کسی جلاہن یا کسی نائن کو لالچ دیا کہ میں تجھ کو اتنے روپئے دوں گا تو فلاں لڑکی سے مجھے ملادے اب یہ ترکیب ایسی آسان ہے کہ جس کے پاس روپیہ ہو وہ اس سے بآسانی کام نکال سکتا ہے کیونکہ ایسی عورتیں بہت جلد لالچ میں آجاتی ہیں نہ ان میں دین ہے نہ حیا نہ کسی کی آبرو کا ان کو خیال، ان کے ذریعہ سے گھروں میں کچھ سے کچھ واقعات ہوجانا بڑی بات نہیں، اس لئے میں ان ناولوں کو گل بکاؤلی وغیرہ سے بھی بدتر جانتا ہوں۔

خدا کے واسطے اپنی عورتوں کو ان ناپاک کتابوں سے (اور ایسے پروگراموں سے) بچاؤ اور ناول کو ہرگز اپنے گھر میں نہ گھسنے دو، اگر کہیں نظر بھی پڑے تو فوراً جلادو، یہ نہایت سخت مضر ہے، اس سے بعض دفعہ عورتوں کی آبرو برباد ہوجاتی ہے۔

(الکمال فی الدین للنساء ملحقہ حقوق الزوجین ص ۱۰۱ و ۳۱۰)

فصل ۱۱

زبان کا مسئلہ

ہر زبان اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے

انگریزی ایسے ہی ہندی منجملہ لغات یعنی زبانوں کے ایک زبان ہے اور زبان فی نفسہ کوئی قبیح نہیں بلکہ نعم خداوندی سے ایک نعمت ہے، کما قال تعالیٰ:

وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَاتٍ لِّلْعَالِمِيْنَ الآيه۔ (پ۲۱ سورہ روم)

ترجمہ: اور اسی کی نشانیوں میں سے آسمان وزمین کا بنانا ہے اور تمہارے لب ولہجہ اور رنگوں کا الگ الگ ہونا ہے، اس میں دانش مندوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

لب ولہجہ سے مراد یا لغات (یعنی مختلف زبانیں) ہوں یا آواز وطرزِ گفتگو۔

(بیان القرآن)

اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فارسی میں جو کہ آپ کے زمانہ میں آتش پرستوں کی زبان تھی تکلم فرمایا، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا اشکمت درد الیٰ آخر الحدث. (رواہ ابن ماجہ) (جمع الفوائد ص۵۵ ج۲ حدیث نمبر ۶۲۳۷)

البتہ کبھی بعض عوارض کی وجہ سے قبیح لغیرہ ہو جاتی ہے پس اگر وہ عوارض نہ ہوں صرف کسی مصلحت دینی مثل ردنصاریٰ، ہنود یا دنیوی مثل کسب معاش وغیرہ کے لئے سیکھے تو جائز ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن ثابتؓ کو لغت وخط سریانی کہ اس زمانہ میں یہود کا لغت اور خط تھا، یہود سے مراسلت ومکاتبت کی غرض سے سیکھنے کے

لئے فرمایا تھا، چنانچہ وہ آدھے مہینے سے کم میں سیکھ کر لکھنے پڑھنے لگے۔

وعن زيد بن ثابت رضي الله عنه قال أمرني رسول الله صلى الله عليه وسلم أن اتعلم السريانية وفي روايه انه امرني أن اتعلم كتاب يهود وقال إني ما آمن يهود على كتاب قال زيدبن ثابت فمامرّبي نصف شهرحتي تعلمت فكان إذاكتب الىٰ يهود كتبت واذا كتبوا اليه قرأت له كتابهم(رواه الترمذی)

اگر وہ عوارض ہوں تو اس وقت اجتناب واجب ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تورات شریف پڑھنے سے منع فرمانا صحاح میں مذکور ہے کہ احتمال مفاسد کثیرہ کا تھا، سو اگر کوئی ایسا شخص جو اپنی ضروریات دینیہ عقائد و مسائل سے واقف ہو اور ظن غالب ہو کہ یہ شخص بوجہ صحبت کفار وفجار کے ان کے خیالات یا رسوم یا وضع کی طرف مائل اور اپنے دین سے سست عقیدہ نہ ہوگا حلال کسب معاش وغیرہ کے واسطے انگریزی یا ہندی پڑھے جائز ہے اور جو ہنوز اپنے مذہب سے واقف نہیں خصوصاً جب کہ کم ہو اور غالب ہے کہ ایسے لوگوں کی مصاحبت سے ان کی طرف میلان ورجحان اور اپنے مذاہب سے ضعفِ اعتقاد پیدا ہوگا ایسے شخص کے لئے البتہ ممنوع و مصداق ويتعلمون مايضرهم ولا ينفعهم الآیہ کا ہے۔

(امدادالفتاویٰ ص ۱۸۵ ج ۶)

دینی ضرورت سے دوسری زبانوں ہندی انگریزی سنسکرت وغیرہ سیکھنے کی ضرورت واہمیت

فقہی مسئلہ ہے مقدمة الواجب واجبٌ (واجب کا مقدمہ اور ذریعہ بھی

واجب ہوتا ہے) تو اس وقت جن چیزوں کا تبلیغ کے لئے موقوف علیہ ہونا ثابت ہو جائے ...... مثلاً وہ امور جن کو اہل بصیرت بتلادیں کہ تبلیغ کے لئے ان کی بھی ضرورت ہے، تو ان کا اتباع کر کے ان مقدمات کو بھی جمع کریں بشرطیکہ حدود سے باہر نہ ہو۔

چنانچہ پہلے خط کے ذریعہ سے معلوم ہوا تھا اور اب یہاں آکر دیکھ کر معلوم ہوا کہ یہاں مدرسہ میں سنسکرت کی تعلیم دی جارہی ہے تو ہر چند کہ سنسکرت کا سیکھنا وجوب کے درجہ میں نہیں مگر تبلیغ غیر مسلم اہل ہنود کے لئے بے حد مفید ہے، اس سے معاندین اسلام کے مذہب پر کماحقہ اطلاع ہوگی اور انہیں کی کتب سے ان کا جواب دیا جائے گا تو بڑا کارگر ہوگا، خصم ہی کے مسلمات سے جواب دینا بڑا فائدہ مند ہوتا ہے اس سے وہ ساکت اور دنگ ہو جاتا ہے۔

اور تبلیغ کا ایک درجہ یہ بھی ہے جس سے خصم بالکل ہی چپ ہو جاتا ہے اور سب سے بڑی بات یہ کہ اس سے مجمع کے اوپر اثر زیادہ پڑتا ہے، ان کے نزدیک تو جس نے ساکت کر دیا بس وہی جیتا، وہ تو مسکت ہونے کے وصف کو دیکھتے ہیں، دلیل کی حقیقت کو نہیں دیکھتے، تو بر بنائے مقدمۃ الواجب واجبٌ یہ (سنسکرت سیکھنا) بھی واجب ہو سکتا ہے، اور اگر واجب نہیں تو آپ کے نزدیک استحباب ہی کے درجہ میں سہی مگر مفید تو ہے، اور یہ عذر کرنا کہ سبق کا حرج ہوتا ہے (فضول ہے) اجی سبق کے وقت میں اس کا شغل نہ کیجئے بلکہ فضول گوئی میں جو وقت صرف ہوتا ہے اس میں اس کام کو کیجئے۔

(آداب التبلیغ ص ۱۲۰)

ضرورت کے وقت دوسری زبان اختیار کرنا

سوال: آج کل آریہ مذہب والوں کا زور وشور ہے، قرآن وحدیث پر طرح طرح کے اعتراض کرتے ہیں مسلمانوں کو بہکاتے ہیں، علماء اگرچہ تحقیقی جوابات دیتے

ہیں ،لیکن اس زمانہ میں الزامی جواب زیادہ نافع اور مسکت اور باوقعت ہوتا ہے اور الزامی جواب ممکن نہیں تاوقتیکہ ان کے مذہب سے پوری واقفیت نہ ہو،اوران کے مذہب کی کتابیں ویدوغیرہ سنسکرت زبان میں ہیں ،اس لئے اس ضرورت سے اگر سنسکرت زبان سیکھی جائے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: اس کی تعلیم وتعلم کا فی نفسہٖ جائز ہونا تو مانع جواز کے نہ ہونے کی وجہ سے ظاہر ہے اور قاعدہ مقررہ ہے کہ جو امر جائز کسی امر مستحسن یا واجب کا مقدمہ وموقوف علیہ ہو وہ بھی مستحسن یا واجب ہوتا ہے ،اور سوال میں ذکر کی ہوئی مصلحت کے استحسان یا ضرورت میں کوئی کلام وخفا نہیں لہٰذا اس زبان کی تحصیل ایسی حالت میں بلاشبہ مستحسن یا ضروری علی الکفایہ ہے اسی بناء پر ہمارے علماء متکلمین نے یونانی فلسفہ کو حاصل کیا اور علم کلام بطرز معقول مدون فرمایا۔

ویؤیدہ مارواہ مسلم عن حذیفۃ رضي اللّٰہ عنه قال کان الناس یسألون رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم عن الخیر وکنت أسئله عن الشر مخافة أن یدرکني قلت: وإدراک الشر للمسلمین کادراکه لنفسه۔ (امدادالفتاویٰ ص ۳۷ ج ۴)

کفار کی تبلیغ کے لئے اگران اقوام (کفار) کی زبان بھی سیکھ لے تو بشرط خلوص نیت عین طاعت ہے جیسے اس وقت کوئی انگریزی وغیرہ اسی غرض سے حاصل کرنا چاہے۔

اہل باطل پر ردّ وقدح یا مناظرہ کے لئے اگر اہل باطل کے علوم وفنون حاصل کرنا ضروری ہوں تو وہ بھی طاعت ہے جیسے اس وقت سائنس وغیرہ سیکھنا۔

(اصلاح انقلاب ص ۲۶، اشرف السوانح ۲۲۴ ج ۳)

ہماری اصلی اور پدری زبان عربی اور مادری زبان اردو ہے
ہندوستان میں اردو کیسے آگئی؟

عربی ہماری مذہبی زبان ہے اور اس اعتبار سے اصلی زبان وہی ہے اور اردو تو بہت تھوڑے دنوں سے ہماری زبان ہوئی ہے ورنہ ہماری اصلی اور پدری زبان عربی ہی ہے، کیونکہ ہمارے آباء واجداد عرب ہی سے آئے ہیں اور ہندوستان میں بودوباش اختیار کرلی ہے۔

ہندوستان میں ہمارے بزرگ اکثر جریدۃ سے تشریف لائے ہیں اور یہیں بودوباش اختیار کرکے یہیں کی نومسلم عورتوں سے نکاح کئے ہیں اس لئے اولاد پر زیادہ اثر ماں کی زبان کا پڑا، اور اسی سے یہ نئی زبان پیدا ہوگئی، اسی مادری اثر کی بدولت ہندوستان میں عربی بھی نہ چل سکی کیونکہ ابا جان تو عربی بولتے ہوں گے اور اماں جان ہندی، اور بچہ زیادہ تر ماں ہی کے پاس رہتا ہے اس لئے کچھ عربی اور کچھ ہندی مل کر ایک مجموعہ ہوگیا اور اگر گھر میں عربی ہوتی اور باہر لوگوں سے ہندی سنتے تو دونوں زبانیں باقی رہتیں چنانچہ ہم بنگالیوں اور انگریزوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ اپنی زبان بھی بولتے ہیں اور اردو بھی بولتے ہیں، وجہ یہی ہے کہ ان کے گھروں میں وہی بنگلہ اور انگریزی بولی جاتی ہے، ہمارے بزرگوں نے چونکہ اس کا اہتمام نہیں کیا یا نہ ہوسکا اس لئے ہماری زبان مرکب ہوگئی۔

غرض ماں کی ہندیت نے زبان کی عربیت کو ضائع کیا اور اصلی زبان برباد ہوگئی، اور اگر کوئی کہے کہ ہم تو مادری زبان کو اصل سمجھتے ہیں تو میں کہوں گا کہ جب حسب نسب باپ سے ہے تو کیوں باپ کی زبان کو اپنی اصلی زبان نہ کہا جائے، ہماری اصلی زبان عربی ہے۔

اردو زبان کی فضیلت

جس طرح فارسی زبان کے لئے عربی زبان کے ساتھ مناسبت ہونے کی وجہ سے فضیلت حاصل ہے، اور چونکہ اس فضیلت کا اثر احکام دینیہ میں بھی ظاہر ہو چکا ہے اس لئے وہ فضیلت دینیہ ہے، اسی طرح بلاشبہ اردو کو بھی عربی اور فارسی کے ساتھ قوی مناسبت ہونے سے فضیلت دینیہ حاصل ہے، بلکہ فارسی کو تو عربی سے صرف مشابہت ہی کی مناسبت ہے اور اردو کو فارسی اور عربی سے جزئیت کی مناسبت ہے، جیسا کہ ظاہر ہے کہ اردو میں کثرت سے فارسی اور عربی کے الفاظ مفردہ استعمال ہوتے ہیں، بلکہ بہت سے جملے تو ایسے ہوتے ہیں کہ روابط (یعنی) ''کا'' ''کی'' اور ''ہے'' اور ''نہیں'' کے سوا پورا مادہ فارسی اور عربی ہی کا ہوتا ہے۔

دوسری فضیلت اس میں یہ ہے کہ علوم دینیہ کا اس زبان میں غیر محدود وغیر محصور ذخیرہ ہے جس کو علماء ومشائخ نے صدیوں کی مشقت اور اہتمام سے جمع فرمایا ،خدانخواستہ اگر یہ زبان ضائع ہوگئی تو تمام ذخیرہ ضائع ہو جائے گا، بالخصوص عوام مسلمین کے لئے تو علم دین کا کوئی ذریعہ ہی نہ رہے گا، کیونکہ ان کا استفادہ عربی نہ جاننے کی وجہ سے اسی (اردو) پر موقوف ہے، کیا کوئی مسلمان اس کو گوارہ کر سکتا ہے۔

تیسری فضیلت اس (اردو) کا سلیس اور آسان ہونا ہے اسی تیسیر (آسانی) کو آیات قرآنیہ میں موضع امتنان (احسان) میں ارشاد فرمایا گیا ہے، کما قال تعالیٰ فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ وَاَشْبَاهُمَا، (البدائع ص ۵۱ مقالات حضرت تھانویؒ)

اردو بھی خدا کی زبان ہے اس کو پڑھنے سے بھی ثواب ملے گا

لوگ عربی کو تو خدا کی زبان سمجھتے ہیں اور اردو فارسی کو بندوں کی زبان، اور اس غلطی کا منشاء زیادہ تر علماء کی کوتاہی ہے، انہوں نے کبھی صاف صاف یہ نہیں کہا کہ اردو

میں علم دین پڑھ لینے سے بھی وہ فضائل حاصل ہو سکتے ہیں جو احادیث وقرآن میں علم کے لئے وارد ہیں، حالانکہ قرآن وحدیث میں (علم دین سیکھنے کے تعلق سے) کہیں عربی کی تخصیص نہیں۔ (التبلیغ وعظ تعلیم التعلیم ص ۲۱۴)

اردو زبان کی شرعی حیثیت واہمیت

اس بات کا انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ہمارے ملک ہند میں عربی کے بعد علوم دینیہ کا ذخیرہ جس قدر فارسی اور اردو میں ہے کسی اور زبان میں نہیں، خصوصاً انگریزی (وغیرہ) میں تو ہے ہی نہیں، اس اعتبار سے فارسی اور اردو کو (اور اب تو صرف اردو کو، کیونکہ فارسی اب متروک ہوگئی، مرتب) دوسری زیر بحث زبانوں پر شرعی طور پر فوقیت حاصل ہوگی، اور چونکہ علوم دینیہ مطلوب ہیں اور مطلوب کا مقدمہ (وذریعہ بھی) مطلوب ہوتا ہے اس لئے اردو فارسی میں مناسبت پیدا کرنا شرعاً مطلوب ہوگا۔

(نیز) مسلمانوں کو اپنی قومیت قائم رکھنے کے لئے اس امر کی ضرورت ہے کہ وہ انگریزی تعلیم کے ساتھ مذہبی تعلیم سے بھی بہرہ اندوز ہوں، اگر وہ مذہبی تعلیم سے بالکل بے بہرہ رہیں گے تو ان کی قومیت کا شیرازہ ہرگز قائم نہیں رہ سکتا، اور یہ امر محتاج بیان نہیں کہ مسلمانوں کی مذہبی تعلیم سوائے اردو زبان کے ہندوستان کے کسی دوسری مرجہ زبان میں نہیں ہو سکتی۔ (امداد الفتاویٰ ص ۵۰۵، ۵۰۷ ج ۴ سوال نمبر ۵۷۰)

اردو کی حفاظت واجب ہے

اس وقت اردو کی حفاظت دین کی حفاظت ہے، اس بناء پر یہ حفاظت حسب استطاعت طاعت اور واجب ہوگی اور باوجود قدرت کے اس میں غفلت اور سستی کرنا معصیت اور موجب مواخذہ آخرت ہوگا، واللہ اعلم۔ (البدائع ص ۱۵)

بجائے درود وسلام کے "صلعم" لکھنا کافی نہیں معلوم ہوتا

فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک کے ساتھ درود شریف پڑھنا واجب ہے، اگر کسی نے صرف لفظ "صلعم" قلم سے لکھ دیا زبان سے درود وسلام نہیں پڑھا تو میرا گمان یہ ہے کہ واجب ادا نہیں ہوگا۔

مجلس میں چند علماء بھی تھے انہوں نے اس سے اختلاف کیا اور عرض کیا کہ آج کل لفظ "صلعم" پورے درود پر دلالت تامہ کرنے لگا ہے اس لئے کافی معلوم ہوتا ہے، حضرتؒ نے فرمایا کہ میرا اس میں شرح صدر نہیں ہوا، اور اصل بات تو یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسے محسن خلق کے معاملہ میں اختصار کی کوشش اور کاوش ہی کچھ سمجھ میں نہیں آتی، اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے معاملہ میں اختصارات سے کام لینے لگیں تو ہم کہاں جائیں۔

احقر جامع (حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ) عرض کرتا ہے کہ جہاں تک ضرورت کا تعلق ہے سب سے زیادہ ضرورت اختصار کی حضرات محدثین کو تھی جن کی ہر سطر میں تقریباً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک آتا ہے مگر آپ ائمہ حدیث کی کتابوں کا مشاہدہ فرمالیں کہ انہوں نے ہر ہر جگہ نام مبارک کے ساتھ پورا درود وسلام لکھا ہے اختصار کرنا پسند نہیں کیا۔ (مجالس حکیم الامت ص ۲۳۱ مطبوعہ دہلی)

نسبتی نام

فرمایا آج کل نسبتوں کا بہت رواج ہوگیا ہے جیسے فاروقی چشتی وغیرہ مجھے تو برا معلوم ہوتا ہے چاہے تفاخر کی نیت نہ ہو مگر صورت تو ضرور ہے۔

(الفصل للوصل ص ۱۹۷)

’’شیر پنجاب‘‘ اور ’’بلبل ہند‘‘ جیسے القاب

آج کل کا زمانہ عجیب طرح کا ہے کہ لوگ ہندوستان اور پنجاب کے جانور بننا چاہتے ہیں، کوئی ’’شیر پنجاب‘‘ بنتا ہے کوئی ’’طوطی ہند‘‘ کوئی ’’بلبل ہند‘‘ لوگ انسان سے جانور بننا چاہتے ہیں، خدا خیر کرے آج تو شیر اور بلبل بنے ہیں کل کوئی ’’گاؤ ہند‘‘ اور ’’خر ہند‘‘ بھی بننے لگے گا کیا واہیات ہے، خدا نے تم کو انسان بنایا ہے تم چرند پرند کیوں بنتے ہو۔ (التبلیغ ص ۱۵۷ ج ۷)

اشرفی، رشیدی وغیرہ لکھنا

ایک مرض یہ ہے کہ ہماری جماعت کے لوگ اپنے نام کے ساتھ رشیدی، قاسمی خلیلی، محمودی، لکھنے لگے اور بعضے کوڑی ہو کر اپنے کو اشرفی لکھتے ہیں اس میں شائبہ شرک تو نہیں مگر تحزب اور پارٹی بندی ہے، اور حنفی اور شافعی لکھنے میں جو حکمت ہے وہ یہاں نہیں ہوسکتی کیونکہ وہاں اہل زیغ سے احتراز مقصود ہے یہاں کس سے احتراز مقصود ہے؟ کیا اس جماعت سے بھی تمہارے نزدیک صاحب زیغ ہیں جس سے امتیاز کا قصد کیا جاتا ہے۔

اور افسوس کے ساتھ کہتا ہوں کہ ہماری جماعت کے اندر بھی ایک شائبہ شرک کا آچلا ہے کہ خطوط میں ’’بامداد اللہ‘‘ اور ’’ہوالرشید‘‘ لکھتے ہیں، اگر اس سے حاجی امداد اللہ صاحب اور حضرت مولانا گنگوہی کے نام سے استعانت وتیمن (برکت) مقصود نہیں تو اس کی کیا وجہ ہے کہ بعون اللہ اور ہواللہ کو چھوڑ کر امداد اور رشید کا لفظ اختیار کیا گیا، کیا خدا کا نام رشید ہی رہ گیا اور بھی تو بہت سے اسماء ہیں مگر ان میں پیر کے نام کے طرف اشارہ کیوں ہوتا ہے، بس یہی شائبہ شرک ہے گو شرک نہ ہو۔

(جمال الجلیل ملحقہ جزاو سزا ص ۳۳)

تمت

ماهنامه البلاغ کا تبصره

جلد ۲۹ شمارہ ۱۴۱۵ء مطابق جنوری ۱۹۹۵ء

زیر ادارت: حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ، دار العلوم کراچی پاکستان

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بعد دین کے مختلف شعبوں سے متعلق اس قدر مفصل اور جامع تصانیف، مواعظ اور ملفوظات چھوڑے ہیں کہ جس کی مثال پچھلے دور میں کم ہی نظر آتی ہے، اگر کوئی شخص ذرا سی توجہ کے ساتھ ان کا مطالعہ کرے تو دین اسلام کی ساری تفصیلات اس کے سامنے آجاتی ہیں، دین کا کوئی گوشہ نظروں سے اوجھل نہیں رہتا، اور اس کے بعد عصر حاضر کی کوئی گمراہی بفضل خداوندی ایسے شخص پر اثر انداز نہیں ہو پاتی بلکہ وہ بے شمار افراد کو بھی گمراہی سے بآسانی نکال لیتا ہے۔

حضرت تھانوی کے وصال کے بعد سے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف، مواعظ اور ملفوظات پر مسلسل کام ہو رہا ہے، اور اس سلسلہ میں ایک بڑا کتب خانہ بحمد للہ وجود میں آچکا ہے، اور یہ سلسلہ اب دن بدن روز افزوں ہے۔

جو حضرات اس سلسلہ میں کام کر رہے ہیں ان میں علماء، فقہاء، صوفیا، مفکرین، پروفیسر، مؤرخین حتی کہ ماہرین نفسیات تک شامل ہیں مگر ان میں آج کل "محترم جناب مولانا مفتی محمد زید صاحب استاد جامعہ عربیہ ہتورا باندہ یوپی "انڈیا" کا نام سرفہرست ہے، انہوں نے بڑی عرق ریزی اور جامع اور وسیع مطالعہ کے بعد اہم علمی اور دینی موضوعات پر حضرت کے علوم کو حسن ترتیب کے ساتھ مرتب کرنے کی قابل قدر خدمت انجام دی ہے۔ جزاھم اللہ تعالی خیراً

ابوحماد

خادم العلماء والفقراء لکھنا

فرمایا بعض لوگ اپنے کو ''خادم العلماء'' لکھتے ہیں مگر عوام کی طرف سے ایسا لکھا جانا صحیح تو ہے مگر دھوکا ہوتا ہے مولوی ہونے کا۔

اور خادم الفقراء تو لکھنا اس سے بھی زیادہ سخت ہے اس کا تو یہ مطلب ہے کہ میں درویش ہوں۔ (حسن العزیز ص ۳۸۱ ج ۳)

انٹرنیٹ کی افادیت اور اس کے ذریعہ دین واسلام کی تبلیغ

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آج کے دور میں ان جدید آلات وذرائع ابلاغ سے بڑے بڑے دینی فوائد حاصل کئے جاسکتے ہیں جیسا کہ مولانا انور بن اختر صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ:

''ہم انٹرنیٹ کی دنیا میں رہتے ہوئے ایک عظیم انقلاب برپا کرسکتے ہیں، علماء اپنے اپنے گھروں میں بیٹھے انٹرنیٹ پر کانفرنس کرسکتے ہیں، تبلیغ کا فریضہ انجام دے سکتے ہیں، اور نیوز براہ راست غیر مسلم ذرائع کے بجائے مسلم ذرائع سے حاصل کی جاسکتی ہیں، حتیٰ کہ ہمارے وہ بہن بھائی جو دور دراز ملکوں امریکا اور یورپ وغیرہ میں رہتے ہیں اسلام کے بارے میں معلومات کرنا چاہیں تو کیسے حاصل کریں۔

اس وقت اسلامی مسائل اور ان کے حل پر مشتمل سائنس کی اشد ضرورت ہے تا کہ کسی بھی مسئلے پر وہ اسلامی تعلیمات سے استفادہ کرسکیں، چنانچہ اس طرح ہم اپنے آپ کو بچاتے ہوئے امت مسلمہ کا دفاع کرسکتے ہیں۔

اس لئے ہمیں چاہئے کہ ہم علماء کے ساتھ مل کر اسلامی عقائد، شعار، اسلامی مسائل اور تاریخ اسلام، فقہ، حدیث، قرآن اور احکامات اسلامی پر مبنی ایک وسیع البنیاد مربوط نظام (نیٹ ورک) تشکیل دیں اور یہ علماء کرام کی رہنمائی میں بنائیں۔''

(انٹرنیٹ کے ڈسے ہوئے ص ۲۱)

لیکن نہایت افسوس اور رنج کی بات ہے کہ حالات کے تقاضوں کے مطابق جس وسیع پیمانہ پر ان ذرائع ابلاغ سے کام لینا چاہئے تھا ہم نہیں کرسکے، اور نہ ہی کر رہے ہیں، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان ذرائع ابلاغ کے ذریعے بے حیائی، فحاشی کا بازار تو خوب گرم ہوگیا، نئی نسل پوری طرح برباد ہوگئی، باطل افکار ونظریات کی خوب تبلیغ وترویج ہونے لگی، نوبت

یہاں تک پہنچی کہ اہل باطل نے اپنے باطل مسلک کے فروغ اور ترویج کے لئے اس کا خوب استعمال کیا اور وہی اس کے ذمہ دار بن بیٹھے، صرف یہی نہیں بلکہ باطل مسلک کے فروغ دینے اور اس کی ترویج وتبلیغ کے ساتھ اسلام پر مختلف نوعیّتوں سے حملے کئے جانے لگے، قرآن پاک کی آیات میں لفظی ومعنوی تحریف بھی کی جانے لگی، اس کے نقوش وحرکات میں بھی قصداً تحریف کی گئی، بعض بدبختوں نے قرآن پاک کی سورتوں میں بعض سورتوں کا اضافہ کرنے کی کوشش کی، آیات جہاد کو بھی حذف کرنے کی پوری کوشش کرڈالی

انٹرنیٹ کے ذریعہ اسلام پر ہونے والے حملے

مولانا انور بن اختر صاحب نے اس سلسلہ کی کچھ تفصیل ذکر کی ہے، اس کا نقل کرنا یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے تحریر فرماتے ہیں:

”محترم قارئین! اس وقت انٹرنیٹ جرائم کے فروغ کا سب سے بڑا ذریعہ بن چکا ہے، آج جگہ جگہ انٹرنیٹ کلب کھل گئے ہیں، اخباروں میں ان کے باقاعدہ اشتہار چھپتے ہیں، یہاں ہر کلب میں علیحدہ کیبن دستیاب ہیں، آپ اپنے ہمراہ کسی کو بھی لاسکتے ہیں، چنانچہ ان کیبنوں کے اندر محفوظ ہوکر اپنی پسندیدہ سائٹ پر بذریعہ انٹرنیٹ جاسکتے ہیں اور کوئی آپ کو ڈسٹرب نہیں کرے گا، اس طرح فحاشی پھیلائی جارہی ہے، نوجوانوں میں یہ کلب بہت مقبول ہورہے ہیں۔

انٹرنیٹ پر اس وقت ساڑھے تین لاکھ فحش تصاویر موجود ہیں، جن تک کسی بھی شخص کی بڑی آسانی کے ساتھ رسائی ممکن ہے۔

برطانوی ماہرین نفسیات نے انٹرنیٹ کے ذریعے فحاشی اور جنسی رجحان کے فروغ سے نئی نسل کی اخلاقی قدروں کی تباہی کی نشاندہی کی ہے اور انٹرنیٹ کو بے حیائی کا سب سے بڑا سبب قرار دیا ہے۔

محترم قارئین! آج انٹرنیٹ پر عیسائیت کی تعلیم کی اشاعت کے لئے بھی ایک بہت بڑے منصوبے پر عملدرآمد کیا جارہا ہے اور دنیا میں عیسائیت پھیلانے کی سرتوڑ کوششیں کی جارہی ہیں، اس منصوبے کے لئے ایک خطیر رقم ہر سال مختص کی جاتی ہے تاکہ مخصوص مقاصد حاصل کئے جاسکیں، اس سلسلے میں ضخیم مواد پر مشتمل کئی صفحات انٹرنیٹ پر منتقل کئے جاچکے ہیں، جن کی تیاری پر سینکڑوں ملین ڈالر خرچ کئے گئے ہیں۔

اس وقت انٹرنیٹ پر عیسائی مذہب کی تبلیغ کے لئے دولاکھ ویب سائٹس کام کررہی ہیں اور مسلمانوں کی تبلیغ کے لئے بمشکل چند ہزار ویب سائٹس ہیں اور عیسائیوں نے انٹرنیٹ کو اپنے مذہب کی تبلیغ کا سب سے بڑا ذریعہ بنالیا ہے۔

انٹرنیٹ پر یہود ونصاریٰ نے اسلام مخالف پروگرام شروع کررکھے ہیں اور دنیا بھر میں انٹرنیٹ پر اسلام کے خلاف جنگ مختلف صورتوں سے جاری ہے، کہیں اسلام کی غلط تصویر کشی کی جارہی ہے تو کہیں قرآن کی جعلی سورتوں کو دکھایا جارہا ہے، حتیٰ کہ ایک ویب سائٹ نے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر بھی جاری کردی ہے، غرض ہزاروں ویب سائٹس پر مسلمانوں کے خلاف پروپیگنڈہ کیا جارہا ہے۔

امریکہ آن لائن انٹرنیٹ پر اپنی خدمات پیش کرنے والی سب سے بڑی کمپنی ہے، اس کے چینل پر ۲۵ ستمبر ۱۹۹۷ء سے دو اسلام مخالف پروگرام شروع کئے گئے، ان میں سے ایک کا آغاز تو آیت کریمہ:

وَاِنْ کُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَۃٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ۔

”(قرآن کی شکل میں) جو کچھ اللہ نے اپنے بندے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل کیا ہے، اگر اس (کے منزل من اللہ ہونے) میں تمہیں شک ہے تو اس جیسی ایک سورت ہی بنالاؤ۔“

کے انگریزی ترجمے سے ہوتا تھا، اس کے بعد قرآنی آیات کے وزن پر نصرانی

الفاظ سے بنی چار سورتیں پیش کی جاتی تھیں، مقصد یہ باور کرانا ہوتا تھا کہ ان جعلی سورتوں کے ذریعے قرآن کے اس چیلنج کو قبول کر لیا گیا، ان سورتوں کے نام یہ ہیں، الایمان، التجسد، المسلمین، الوصایا۔

مسلمانوں نے احتجاجی خطوط لکھے تو کمپنی نے یہ دونوں پروگرام بند کر دیئے.....

بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی ملتان کے شعبہ اسلامیات کے چیئرمین ڈاکٹر نور الدین جامی نے انکشاف کیا ہے کہ انٹرنیٹ پر قرآن کریم کی آیات میں تحریف کی جارہی ہے، انہوں نے کہا کہ آج کل انٹرنیٹ پر تحریف شدہ آیات جس میں آیات کے درمیان سے الفاظ حذف کر دیئے گئے ہیں اور کئی زیر وزبر غلط لکھ دیئے گئے ہیں نشر کی جارہی ہیں۔

افسوسناک بات یہ ہے کہ سورۃ البقرہ کی کئی آیات حذف کر دی گئیں اور جہاد سے متعلق آیات بھی غائب کر دی گئیں اور ایسا سب کچھ ایک منصوبے کے تحت ہو رہا ہے اور انٹرنیٹ پر تحریف شدہ قرآن کو مغربی ممالک میں نشر کیا جارہا ہے۔

ڈاکٹر نور الدین جامی نے کہا کہ بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی کے شعبہ اسلامیات کے طلبہ اور اساتذہ ایسی حرکتوں کا موثر جواب دے رہے ہیں اور سازشوں کے جواب میں ایک مکمل قرآن پاک مع انگلش اور اردو ترجمہ انٹرنیٹ پر جاری کر دیا گیا ہے، انہوں نے علماء سے اپیل کی کہ وہ انٹرنیٹ پر ہونے والی اسلام کے خلاف سازشوں کا موثر جواب دیں، انہوں نے کہا کہ یہ قرآن کا اعجاز ہے کہ آج تک قرآن دشمن یا مذہب دشمن اس کے مقابلے میں ایک بھی سورۃ سامنے نہیں لا سکے۔

(ماخوذ از انٹرنیٹ کے ڈسے ہوئے ص ۱۷۱، ۱۹، انتہی)

ہماری اور خصوصاً اسلامی ممالک کی ذمہ داری

قارئین کرام! یہ صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان اور اس کے وعدہ و پیشن گوئی کے

مطابق ساری دنیا کی طاقتیں وحکومتیں اور دنیا بھر کے وسائل وذرائع، ٹی وی چینل سب مل کر کتنا ہی زور لگا ڈالیں، واللہ قرآن پاک کے کسی ایک حرف یا ایک نقطہ اور حرکت میں کسی طرح کی تبدیلی، کمی بیشی نہیں کر سکتے چنانچہ ہزار کوششوں کے باوجود الحمدللہ پورا قرآن پاک اپنی اصلی حالت میں آج بھی موجود ہے اور انشاء اللہ قیامت تک موجود رہے گا کیونکہ اس کتاب کی حفاظت کا خود اللہ نے وعدہ فرمایا ہے ارشاد خداوندی ہے:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ ط (پ۱۴ سورہ حجر)

(ترجمہ) اس کو ہم نے نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں، حفاظتِ قرآن کے ضمن میں اس کی تشریحات سے متعلق جو احادیث نبویہ ہیں وہ بھی قرآن کے تابع اور اس کی مفسر ہیں اس لئے قرآن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اس کی بھی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

اِنَّا اَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ (پ۵ نساء)

بے شک ہم نے آپ پر قرآن نازل کیا ہے تاکہ آپ لوگوں کے سامنے اس کی تفصیل بیان فرمادیں، تو یہ آپ کی تفصیل بھی عملاً و معنیً قرآن ہی ہے، آپ جو کچھ فرماتے ہیں وہ وحی الٰہی سے ہوتا ہے چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُّوْحٰى (پ۲۷ سورہ نجم)

آپ اپنی مرضی اور خواہش سے کچھ نہیں فرماتے، جو کچھ بھی آپ فرماتے ہیں وہ وحی الٰہی سے فرماتے ہیں۔

الغرض قرآن کے ساتھ احادیث مبارکہ کا بھی اللہ تعالیٰ محافظ ہے، بلاشبہ اسلام کی بنیادیں اتنی مضبوط ہیں کہ قیامت تک باقی رہیں گی اور دنیا بھر کی ساری باطل طاقتیں مل کر بھی اس کو نہیں مٹا سکتیں کیونکہ اس دین کا اللہ محافظ ہے۔

بے شک یہ ساری باتیں درست ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ ان حالات میں جب کہ جدید ذرائع ابلاغ کے ذریعہ قرآن وحدیث پر اسلام کی بنیادوں پر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور صحابہ کرام وازواج مطہرات پر، اسلامی تاریخ اور کتاب وسنت سے ماخوذ مستنبط مسائل یعنی احکام شرعیہ وفقہیہ اور ان کے مجتہدین ومستنبطین پر تابڑتوڑ ہر چہار طرف سے حملے کئے جارہے ہوں، کتاب اللہ میں تحریف کی جانے، سنت رسول اللہ سے اعتماد اٹھانے اور شکوک وشبہات میں مبتلا کرنے اور اسلام کی بنیادی تعلیمات کو کمزور کرنے کی کوششیں کی جارہی ہوں اور یہ سارے منکرات انہیں جدید ذرائع ابلاغ کے ذریعہ انجام پارہے ہوں تو ان حالات میں مسلم حکمراں اور جن کو بھی اللہ تعالیٰ نے جس درجہ کی قوت واستطاعت دی ہے وہ اس کا مقابلہ کرنے اور مخالفین اسلام اور مستشرقین کی طرف سے کئے جانے والے اعتراضات کو دفع کرنے، جواب دینے اور اسلام کی صحیح تصویر پیش کرنے اور اس کی تبلیغ کرنے کے مکلف ہیں یا نہیں؟ یقیناً ہیں، حق تعالیٰ کا فرمان ہے:

يَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (پ۴ بقرہ)

اہل ایمان کی شان یہ ہے کہ وہ معروفات کو پھیلاتے، منکرات کو روکتے ہیں، اگر اللہ ان کو حکومت وطاقت دے دے تو حکومت ملنے کے بعد وہ انہیں کاموں کو انجام دیں گے جس کو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان فرمایا ہے:

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ط (پ۱۷ سورہ حج)

اللہ تعالیٰ کے نیک بندے وہ ہیں کہ اگر ہم ان کو زمین میں حکومت اور قابو دے دیں تو وہ نماز قائم کریں، زکوۃ کی ادائیگی کریں، اچھائیوں کو پھیلائیں اور برائیوں کو

روکیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی پوری امت کو حکم دیا اور واضح طور پر اعلان فرمادیا کہ دنیا میں جتنے اور جس نوع کے بھی منکرات ہورہے ہیں، جس کے بھی علم میں آجائیں اگر ہاتھ سے مٹانے اور ختم کرنے کی طاقت رکھتا ہو تو ہاتھ کے ذریعہ اس کی اصلاح کردے، یہ ممکن نہ ہو یعنی اتنی طاقت نہ ہو تو زبان کے ذریعہ روک ٹوک کرے، اور اگر ایسا بے بس ومجبور ہے کہ کچھ نہیں کرسکتا تو کم از کم اس میں شریک تو نہ ہو بلکہ دل ہی سے اس کو برا جانے، آپ کے الفاظ یہ ہیں جس کا خلاصہ اوپر مذکور ہوا۔

من رأیٰ منکم منکراً فلیغیرہ بیدہٖ، فان لم یستطع فبلسانہٖ، فان لم یستطع فبقلبہٖ وذالک أضعف الایمان، رواہ مسلم۔

(مشکوٰۃ شریف ص:۴۳۶)

الحمدللہ ہر زمانہ میں ہمارے علماء محققین، مصنفین، مجددین نے یہ کام کئے ہیں جیسے حالات، جیسا وقت کا تقاضا اور جس نوع کا فتنہ تھا اسی شان کے مطابق ان فتنوں کا مقابلہ، اور اس کا سدِّ باب کیا، عقل وفلسفہ کی راہ سے اسلام پر حملے ہوئے تو علماء متکلمین اٹھے اور عقل وفلسفہ ہی کی راہ سے اس کا مقابلہ کیا، امام غزالیؒ میدان میں اترے اور فلاسفہ کے باطل نظریات کی دھجیاں اڑادیں اور اسلام کی حقانیت کو واضح کردیا، عقائد میں شکوک وشبہات پیدا کرنے کا فتنہ اٹھا تو اشاعرہ اور ماتریدیہ نے اپنے زمانہ کے حالات کے مطابق ان فتنوں کا مقابلہ کیا اور اسلامی عقائد کی پوری حفاظت کی، راہبوں جوگیوں، باباؤں کی باطنی ونفسانی قوت کے ذریعہ کرشموں اور کرتب کو دکھلا کرامت کو گمراہ کرنے کا فتنہ سامنے آیا تو ہمارے صوفیا اور مشائخ میدان میں آئے اور اپنی روحانی وباطنی قوتوں سے ان کا مقابلہ کیا اور امت کو گمراہی سے بچایا، منکرین تقدیر کا فتنہ سامنے آیا اور باطل اشعار کے ذریعہ اس نے سر اٹھایا تو علامہ ابن تیمیہؒ نے اشعار ہی کے ذریعہ

اس کا ردوابطال کیا، الغرض ہر زمانہ میں علماء حق نائبین رسول نے یہ کام انجام دیا ہے، یہ تو ہماری تاریخ کا ایک سنہرا باب ہے۔

اب زمانہ آیا ہے کہ ان جدید ذرائع ابلاغ یعنی انٹرنیٹ اور واٹس اپ وغیرہ کے ذریعہ باطل افکار ونظریات کی تبلیغ بھی ہورہی ہے اور اسلام پر حملے بھی ہورہے ہیں جس کی تفصیل ماقبل میں گذر چکی، ان حالات میں بھی علماء وامراء کی ذمہ داری ہے کہ جس کے اندر جتنی صلاحیت واستعداد اور قوت ہو اس کے مطابق ان باطل طاقتوں کا اسی شان سے انہیں ذرائع ابلاغ کے ذریعہ مقابلہ کرے، لیکن آزاد ہوکر نہیں بلکہ اسلام کے مقرر کردہ حدود وقیود کی رعایت کرتے ہوئے اور منکرات ومفاسد شرعیہ سے بچتے ہوئے جس کی کچھ تفصیل آپ کو اس مختصر رسالہ میں انشاء اللہ ملے گی، اسی نقطہ نظر سے آپ اس رسالہ کا مطالعہ کیجئے، اور علمی ہتھیار سے مسلح ہونے کے ساتھ ان ذرائع ابلاغ کے میدان میں کودیئے، جال میں گھسئے، دریا میں غوطہ زنی کیجئے اور تیریئے اور اسلام کا بول بالا کیجئے، اسلامی ہیرے جواہرات یعنی کتاب وسنت کی روشنی سے امت کو منور کیجئے اور خس وخاشاک کو دور کرکے ملت اسلامیہ کو نکھار کر امت کے سامنے پیش کیجئے، جس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لقد جئتکم بہا بیضاء نقیۃ ولو کان موسیٰ حیا ماوسعہ الا اتباعی .

(رواہ احمد مشکوٰۃ عن جابر ص:۳۰)

میں تمہارے پاس صاف شفاف روشن چمکدار شریعت لے کر آیا ہوں، اب تو نجات اسی میں منحصر ہے، اگر موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے تو ان کو بھی میری اتباع کے بغیر چارہ نہ ہوتا۔

اسی ملت بیضاء کی حفاظت اور بقاء کے لئے میدان میں اترنا ہے لیکن میدان میں اترنے سے پہلے اپنے کو تیار کرنا ہے، کلائی اور بازو کو مضبوط کرنا ہے، دریا میں کودنے

سے پہلے تیرنا سیکھنا ہے، جال میں گھسنے سے پہلے جال سے نکلنے اور شکار کرنے کا طریقہ سیکھنا ہے اور یہ سب ممکن نہیں جب تک کہ آپ علم وعمل اور صحبت صالح میں پختہ نہ ہوں کتاب وسنت کا صحیح علم، صالح علماء اور بزرگان دین کی صحبت حاصل نہ ہو، اور اس کے ساتھ ساتھ دعاء وانابت الی اللہ اور جذبہ اخلاص نہ ہو۔

ہماری زندگی کے ہر شعبہ میں اسلامی رنگ کا غلبہ ہو اور سنت نبویہ کے ہی رنگ میں ہم رنگے ہوئے ہوں جس سے بڑھ کر کوئی دوسرا رنگ نہیں صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً، ان ذرائع ابلاغ میں گھس کر اہل باطل کے رنگ اور ان کی تقلید وتشبہ سے اپنے کو بچانا ہے، بس خالص اللہ کا رنگ جو نبی اور صحابہ کرام کے واسطے سے ہم تک پہنچا ہے وہی رنگ ہم کو محبوب ومطلوب ہو۔ اس طرح ہم کو اہل باطل کا مقابلہ کرنا ہے۔

سب سے زیادہ اور بڑی ذمہ داری اس سلسلہ میں مسلم حکمراں کی ہے کہ علماء ربانیین کے مشورہ سے وہ ان کاموں کو انجام دیں۔

انہی جملہ اغراض ومقاصد کو پورا کرنے کے لئے اور حدود شرعیہ پر قائم رہنے کے ساتھ اس کام کو کس طرح کیا جائے اس مقصد سے یہ مختصر رسالہ مرتب کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ اس کو قبول اور نافع فرمائے۔